UNIQUE PROFESSOR NOTES

UNIQUE
PROFESSOR NOTES

اُردو

(لازمی)

11

پروفیسر محمد عارف
اینڈ پروفیسر عاصم

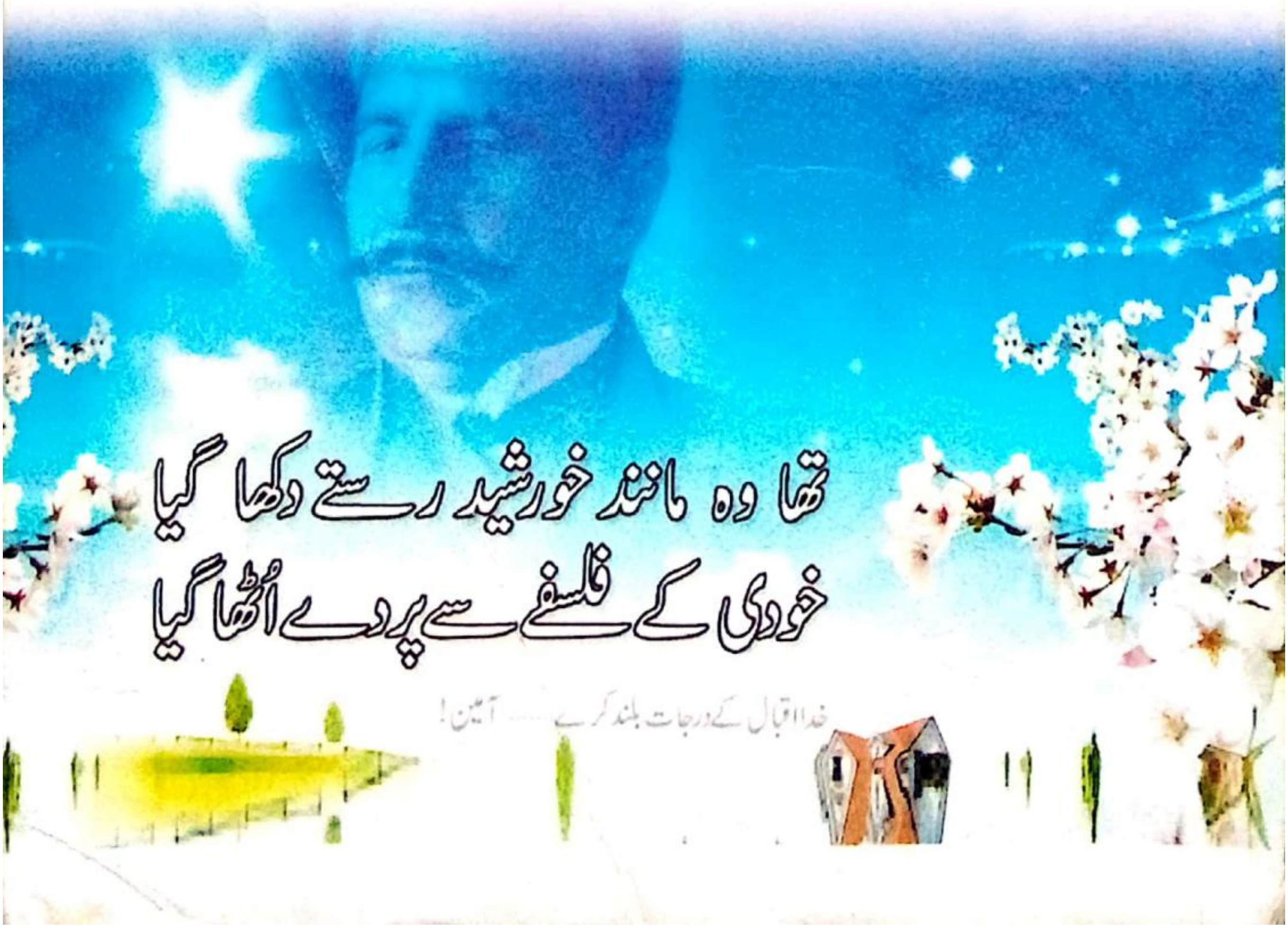

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

یونیک پروفیسر نوٹس

اُردو

شرح اُردو لازمی

مع

جدید طرز معروضی سوالات و مختصر سوالات کے جوابات

برائے طلباء و طالبات (سال اول)

خیبر پختونخوا کے تمام تعلیمی اور ٹیکنیکل بورڈز کے جدید نصاب

اور جدید طرز امتحانات کے عین مطابق

مؤلف: پروفیسر محمد عارف

اینڈ

پروفیسر عاصم

قیمت: 180

Contacts: 0334-9308508 / 0345-9179585

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

اُردو (لازمی)

گیارہویں جماعت کے لیے

ترتیب مضامین

حصہ نثر

نمبر شمار	عنوان	مصنف	صفحہ نمبر
۱	اپنی مدد آپ	سر سید احمد خان	۵
۲	جھوٹے آدمی	مولوی ذکاء اللہ	۱۴
۳	نظریہ پاکستان	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ	۲۴
۴	پاکستانی قومیت کا مسئلہ	ڈاکٹر سید عبداللہ	۳۵
۵	کچھ ادب کے بارے میں	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۴۵
۶	لمحہ فکریہ	مشتاق احمد یوسفی	۵۵
۷	داروغہ جی کی پانچوں گھی میں	رتن ناتھ سرشار	۶۳
۸	آنگن	خدیجہ مستور	۷۶
۹	خوب صورت بلا	آغا حشر کاشمیری	۸۸
۱۰	تعلیم بالغان	خواجہ معین الدین	۹۹
۱۱	شیراز اور کنارِ آب رکنا باد وغیرہ	ابن انشاء	۱۰۹
۱۲	روم زندہ شہر مردہ شہر	جمیل الدین عالی	۱۲۳
۱۳	لالچی وزیر (ترجمہ)	بشیر احمد بلوچ	۱۳۳
۱۴	مکاتیب غالب	مرزا غالب	۱۴۰
۱۵	مکاتیب اقبال	علامہ اقبال	۱۴۸

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

حصہ نظم

نمبر شمار	نظم	شاعر	صفحہ نمبر
۱	حمد	ماہر القادری	۱۵۴
۲	نعت	محسن کاکوروی	۱۶۱
۳	شہر آشوب	نظیر اکبرآبادی	۱۶۸
۴	شہزادے کا چھت پر سونا اور۔۔۔۔	میر حسن	۱۷۸
۵	رزم نامہ	میر انیس	۱۹۲
۶	تخت فرس پہ علی اکبر کا خطاب	مرزا دبیر	۲۰۲
۷	امید	الطاف حسین حالی	۲۱۴
۸	نصیحت اخلاق	اکبر الٰہ آبادی	۲۲۳
۹	جلوۂ سحر	حفیظ جالندھری	۲۳۰
۱۰	پرانا کوٹ	سید محمد جعفری	۲۳۹
۱۱	یہ سڑکیں	سید ضمیر جعفری	۲۴۸
۱۲	قطعات	مرزا محمود سرحدی	۲۵۴
۱۳	اخلاص	رحمٰن بابا / ط خان	۲۶۱

حصہ غزل

نمبر شمار	غزل	شاعر	صفحہ نمبر
۱	فقیرانہ آئے صدا۔۔۔۔	میر تقی میر	۲۶۹
۲	پیری میں کیا جوانی۔۔۔۔	میر تقی میر	۲۷۴
۳	قتل عاشق کسی معشوق۔۔۔	خواجہ میر درد	۲۷۹

نمبر شمار	غزل	شاعر	صفحہ نمبر
۴	ناگہ چمن میں جب وہ گل۔۔	مصحفی	۲۸۷
۵	دائم پڑا ہوا تیرے۔۔۔۔	مرزا غالب	۲۹۳
۶	ہزاروں خواہشیں ایسی۔۔۔۔	مرزا غالب	۲۹۸
۷	آئینہ اپنی نظر سے۔۔۔۔۔	داغ	۳۰۵

گرائمر و انشا

۱	ادب اور اصناف ادب	۳۱۲
۲	علم عروض	۳۲۸
۳	رموز اوقاف	۳۳۲
۴	خطوط نویسی	۳۳۴
۵	درخواستیں	۳۴۵
۶	مکالمہ نویسی	۳۵۰
۷	آپ بیتی	۳۷۱
۸	رسیدیں	۳۷۷
۹	معروضی سوالات	۳۹۰

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

سر سید احمد خان

پیدائش: ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء وفات ۱۸۹۸ء

حالاتِ زندگی

سر سید احمد خان دِلّی میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد سید محمد متقی کو بادشاہ کے دربار میں بڑا اثر ورسوخ حاصل تھا اُس زمانے کے رواج کے مطابق اُنھوں نے قرآنِ مجید، عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ والد اور بڑے بھائی کے انتقال کے بعد اُن کی زندگی پر مذہبی رنگ نمایاں ہو گیا اور انھوں نے فِقہ، حدیث اور قرآنِ مجید کا از سرِ نو مطالعہ شروع کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے وقت وہ بجنور میں تھے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تباہی نے اُن کے دِل پر گہرا اثر کیا اور مسلمانوں کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا۔

انھوں نے اندازہ لگایا کہ کسی بھی قوم کی اصلاح اور ترقی تعلیم کے بغیر ممکن نہیں اس لیے انھوں نے اپنی ساری صلاحیتیں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت پر صرف کیں۔ علی گڑھ کالج اس کی روشن مثال ہے۔ اس کے علاوہ عام مسلمان گھرانوں کی تربیت اور اصلاح کے لیے ایک رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' بھی جاری کیا۔

اسلوب:

سر سید کا ایک اور بڑا کارنامہ سادہ اور آسان نثر کی ترویج تھا۔ اُنھوں نے اُس زمانے کی طرزِ نگارش، جو مقفّی اور مسجع نثر کی صورت میں تھی، کو ترک کیا اور مقصدیت کو رواج دیا۔ دراصل وہ ادب برائے ادب کے قائل نہ تھے، بلکہ انھوں نے ادب کو اصلاح کا ذریعہ بنایا۔ اُن کی تحریر میں بڑا تنوع تھا۔ انھوں نے مذہب، سیاست، تاریخ، ادب، فلسفہ اور منطق، ہر موضوع پر طبع آزمائی کی۔ سر سید کا اُردو ادب پر بڑا احسان ہے کہ وہ زبان جو پہلے فقط حسن و عشق اور تخیلاتی دنیا تک محدود تھی، حقیقت نگاری اور اصلاح کے لیے استعمال ہونے لگی۔

تصانیف:

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

آثارالصنادید، اسبابِ بغاوتِ ہند، خطباتِ احمدیہ، مقالاتِ سرسید وغیرہ

اپنی مدد آپ

سرسید احمد خان

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
آزمودہ	آزمایا ہوا	امر بدیہی	خراب اصول
مقولہ	قول/ کہاوت/ مثل	لابدی	لازمی ضروری
جوش	جذبہ	ترقی و بہبودی	فلاح
جڑ	بنیاد	بیش بہا	قیمتی
گروہ	جماعت	قوائے عمل	عمل کی قوتیں
مٹنا	ختم ہو جانا	مانع	منع کرنے والا/ روکنے والا
چمک دمک	جھلک	شراب خور	شرابی/ شراب پینے والا
ذلیل	بے عزت	تائب	توبہ کثرت والا
نیچر	فطرت	منحصر	انحصار کرنا
قاعدہ	اصول/ بنیاد/ قانون	شخصی ہمدردی	غم خواری/ دردمندی
چال چلن	طور طریقہ/ روش/ عادت/ خصلت	تنزلی	زوال
موافق	مطابق	بدچلنی	خراب طور طریقے
پنسال	پانی نکلنے کیلئے بنا ہوا سوراخ	معاشرت	رہن سہن
اکھڑ	جاہل/ غیر مہذب	بدیوں	بدی کی جمع
بھروسہ	اعتماد	آوارہ	خراب وخستہ

بھلائی	بہتری/ اچھائی	نیست و نابود	بلکل ختم کرنا/ تباہ و برباد
معزز	عزت مند	شغل اشغال	مشغلہ مصروفیت
		حاشا وکلا	خدا نہ کرے ہرگز نہیں
نادانی	بے وقوفی	خدا ناترس	جو خدا سے نہیں ڈرتا
مطیع	اطاعت کرنے والا فرمانبردار	گو	اگرچہ
فانوس	قندیل/ لالٹین	خضر	حضرت خضر جنہوں نے آب حیات پیا ہے اور بھٹکے لوگوں کو رستہ دکھاتا ہے
فیاض	سخی	ہادی	ہدایت کرنے والا
پرستش	عبادت/ پوجا	حقیر و ذلیل	ذلیل وخوار
باشندے	لوگ	قوی	مضبوط
استعدال	مستقل مزاج	اگلی پشتوں	اگلی نسلوں
مخفی باتوں	چھپی ہوئی باتوں	آلات جرثقیل	وہ آلہ جس سے بھاری بوجھ آسانی سے اٹھایا جائے
فیلسوفوں	فلاسفر/ داناؤں/ عقل مند	منتظمین	انتظام چلانے والا
معمار	تعمیر کرنے والا	گردش	چکر
سرکھوں	آباؤ اجداد	مثل مار سر گنج	خزانے کا سانپ/ کنجوس/ دو نمبر
نظیر	مثال	خفیہ	پوشیدہ

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

نفس کشی	زہد / تقویٰ / پرہیزگاری	عاقبت	آخرت
سوانح عمری	کسی شخص کی زندگی کے حال حالاتِ زندگی		

(خلاصہ)

خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو آپ اپنی مدد کرتے ہیں یہ چھوٹا سا فقرہ انسانوں، نسلوں اور قوموں کے تجربے کا مجموعہ ہے جو شخص خود کچھ نہیں کرتا اور دوسروں پر انحصار کرتا ہے اس کے دل سے اپنی مدد کرنے کا جوش ختم ہو جاتا ہے نیچر کا قاعدہ ہے جیسا مجموعہ قوم کے چال چلن کا ہوتا ہے یقیناً اس کے موافق قانون اور حکومت ہوتی ہے عمدہ لوگوں پر عمدہ حکومت جبکہ جاہل اور خراب رعایا پہ اکھڑ حکومت کرنی پڑتی ہے جس طرح لوگ ہوتے ہیں فطرت اس پر اسی طرح حکومت مسلط کرتی ہے سرسید کہتا ہے کہ صدقِ دل سے قوم کی خیر خواہی کرو۔ اپنی اندرونی حالتوں کی خود اصلاح کرو مجھے پورا یقین ہے کہ اگر ہم محنت سے کام کریں تو تھوڑے سے عرصے میں ہم ایک بہترین قوم بن جائینگے انسان اپنی موجودہ حالت کا خود ذمہ دار ہے اگر ہم اپنی اندرونی حالتوں کو ٹھیک کریں تو ہم ایک بہترین قوم بن جائینگے اور عالم اقوام میں ہماری عزت ہوگی۔

اپنی مدد آپ کا مرکزی خیال لکھیں جو پانچ جملوں سے زیادہ نہ ہو۔

ایک شخص میں اپنی مدد آپ کرنے کا جذبہ اس کی سچی ترقی کی بنیاد ہوتا ہے اور اگر یہ جذبہ ساری قوم میں پایا جائے تو ساری قوم ترقی کی راہ پر گامزن ہو جاتی ہے اس امید پر بیٹھے رہنا کہ گورنمنٹ یا کوئی بیرونی طاقت ہمیں ترقی کے راستے پر ڈال دے گی نادانی ہوگی عمر کی یہ نسبت عمل اور سوانح عمری کی نسبت عمدہ چال چلن انسان کو معزز اور قابلِ ادب بناتی ہے۔

بقول شاعر

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج دریا میں ہے بیرونِ دریا کچھ نہیں

اہم عبارات کی تشریح

جبکہ ہر شخص اور کل قوم خود اپنی اندرونی حالتوں سے آپ اپنی اصلاح کر سکتی ہے، تو اس بات کی امید پر بیٹھے رہنا کہ بیرونی زور، انسان کی یا قوم کی اصلاح و ترقی کرے، کس قدر افسوس، بلکہ نادانی کی بات ہے۔ وہ شخص درحقیقت غلام نہیں ہے جس کو ایک خدا ترس نے جو اس کا ظالم آقا کہلاتا ہے جو بداخلاقی، خودغرضی، جہالت، اور شرارت کا مطیع اور اپنی خودغرضی کو غلامی میں مبتلا اور قومی ہمدردی سے بے پرواہے۔

حوالہ متن:

سبق کا نام	اپنی مدد آپ
مصنف کا نام	سرسید احمد خان

سیاق و سباق:

اپنی مدد آپ میں سرسید احمد خان بتانا چاہتے ہیں کہ کسی بھی ملک کی ترقی کا انحصار وہاں کے لوگوں پر منحصر ہے۔ جو قومیں اپنی ضروریات اور مسائل کے حل کے لیے حکومتوں کو ذمہ دار سمجھتی ہیں وہ کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتی ہر فرد کو چاہیئے کہ وہ قوم کی سچی ہمدردی اور خیر خواہی کرے جن قوموں نے دنیا میں عزت اور بلند مقام حاصل کیا ہے وہ اپنی مدد آپ کی وجہ سے حاصل کیا ہے۔ عمدہ قوانین ترقی کا حل نہیں بلکہ لوگوں کے دلوں میں وطن سے محبت کا جذبہ ہونا چاہیئے اگر کسی قوم میں یہ خاصیتیں نہ ہو تو وہ قومیں بظاہر آزاد لیکن دلی طور پر غلام ہوتی ہیں۔

تشریح :

تشریح طلب عبارت

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

درجے کی نادانی اور جہالت ہے۔ بیرونی باہر سے آکر اسے ترقی کے راستے پر ڈالے گا پرلے عوامل کا سہارا نہیں لینا چاہیئے۔ حقیقت میں وہ شخص غلام نہیں جسے کسی خدا سے ڈرنے والے شخص نے خرید لیا ہے جو اس کا ظالم آقا کہلاتا ہے یا کسی ظالم حکمران کی رعایا ہونے کی بنا پر خود کو غلام سمجھتا ہو حقیقت میں وہ شخص غلام ہے جو بداخلاقی، خودغرضی، جہالت اور شرارت میں مبتلا ہو اور قومی ہمدردی سے بے نیاز ہو۔

مشقی سوالات

سوال نمبر ۱:۔ وہ کونسا آزمودہ مقولہ ہے جس میں انسانوں اور قوموں کی ترقی کا تجربہ جمع ہے؟

جواب: ''خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو آپ اپنی مدد کرتے ہیں'' یہ ایک نہایت عمدہ اور آزمودہ مقولہ ہے اس چھوٹے سے فقرے میں انسانوں کا اور قوموں کا اور نسلوں کا تجربہ ہے ایک شخص میں اپنی مدد کرنے کا جوش اس کی سچی ترقی کی بنیاد ہے اور جبکہ یہ جوش بہت سے شخصوں میں پایا جاوے تو وہ قومی ترقی اور قومی طاقت اور قومی مضبوطی کی جڑ بن جاتی ہے۔

سوال نمبر ۲: سرسید کے خیال میں کون سی قوم ذلیل و بے عزت ہو جاتی ہے؟

جواب: سرسید کے خیال میں وہ قوم ذلیل و بے عزت ہو جاتی ہے جس میں اپنی مدد آپ کا جذبہ نہ ہو کسی شخص یا کسی گروہ کے لیے کوئی دوسرا کچھ کرتا ہے تو اس شخص میں سے یا اس گروہ میں سے وہ جوش اپنی آپ مدد کرنے کی اس کے دل سے مٹی جاتی ہے اور اسی کے ساتھ غیرت جو ایک نہایت عمدہ قوت انسانی ہے از خود جاتی رہتی ہے جب کسی قوم کا یہ حال ہو تو وہ ساری قوموں کی نظر میں ذلیل اور بے عزت ہو جاتی ہے۔

سوال ۳: نیچر کا قاعدہ کیا ہے؟

جواب: نیچر کا قاعدہ ہے کہ جیسا مجموعہ قوم کی چال چلن کا ہوتا ہے یقیناً اس کے موافق اور اس کے ... نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے ... اسی طرح عمدہ رعایا پر عمدہ حکومت ہوتی ہے اور جاہل و خراب ... میں فطرت اس

پر اسی طرح حکومت مسلط کرتی ہے۔

سوال نمبر ۴: قومی ترقی کن خوبیوں کا مجموعہ ہے؟

جواب: قومی ترقی مجموعہ ہے شخصی محنت، شخصی عزت شخصی ایمانداری شخصی ہمدردی کا کسی بھی ملک میں رہنے والے افراد کے اندر شخصی ہمدردی کا جذبہ ہو وہ ملک کبھی بھی زوال پذیر نہیں ہوگا ذاتی مفاد کو نکال کر ملک کی ترقی کیلئے سوچنا چاہیئے۔

سوال نمبر ۵: قومی تنزلی کن برائیوں کا مجموعہ ہے؟

جواب: قومی تنزلی مجموعہ ہے شخصی سستی، شخصی بے عزتی، شخصی بے ایمانی، شخصی خودغرضی اور شخصی برائیوں کا تہذیبی اور بدچلنی جو اخلاقی و تمدنی یا باہمی معاشرت کی بدیوں میں شمار ہوتی درحقیقت وہ خود اس شخص کی آوارہ زندگی کا نتیجہ ہے اگر کسی قوم کے اندر ایسی خامیاں ہو تو وہ قوم یا وہ ملک نیست و نابود ہو جاتی ہے کیونکہ یہ اعمال ترقی کا راستہ روکتی ہے۔

سوال نمبر ۶: بیرونی کوشش سے برائیوں کو ختم کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: اگر ہم چاہیں کہ بیرونی کوشش سے ان برائیوں کو جڑ سے اُکھاڑ ڈالیں اور نیست و نابود کردیں تو یہ برائیاں کسی اور نئی صورت میں اس سے بھی زیادہ زور وشور سے پیدا ہو جاویں گی جب تک کسی شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کی حالتوں کو ترقی نہ دی جاوے بیرونی کوششوں سے برائیوں کو ختم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بیرونی مداخلت سے کئی اور پیچیدگیاں سامنے آجاتی ہے۔

سوال نمبر ۷ سرسید کے خیال میں اصلی غلام کون ہے؟

جواب: سرسید احمد خان کے خیال میں اصلی غلام وہ ہے جو بداخلاقی، خودغرضی، جہالت اور شرارت کا مطیع اور اپنی خودغرضی کی غلامی میں مبتلا ہو اور قومی ہمدردی سے بے پروا ہو وہ قومیں جو اس طرح دل میں غلام ہیں وہ بیرونی زوروں سے یعنی عمدہ گورنمنٹ یا عمدہ قومی انتظام سے آزاد نہیں ہو سکتی جب تک کہ غلامی کی یہ دلی حالت دور نہ ہو وہ قومیں جو دوسروں کے رحم و کرم پر چلتی ہے دراصل وہ اصلی غلامی ہے۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

سوال نمبر ۸ دنیا کی معزز قوموں نے کس خوبی کی وجہ سے عزت پائی؟

جواب: دنیا کی معزز قوموں نے اپنی مدد آپ کے آزمودہ مقولے پر عمل کر کے عزت پائی ہے۔ جس وقت لوگ اس کو اچھی طرح سمجھیں گے اور کام میں لاویں گے تو پھر خضر کو ڈھونڈ نا بھول جاویں گے اوروں پر بھروسے اور اپنی مدد آپ یہ دونوں اصول ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں اس مقولے پہ عمل کرنے والے اپنی مثال آپ ہے۔

سوال نمبر ۹: ولیم ڈراگن کے اصول کا مفہوم بیان کریں؟

جواب: ولیم ڈراگن کے اصول کا مفہوم کچھ یوں ہے کے ہماری محنت، ہماری آزادی ہمارے اوپر منحصر ہے میں یقین کرتا ہوں کہ اگر ہم محنت کی جاویں اور اپنی قوتوں کو ٹھیک طور پر استعمال کریں تو اس سے زیادہ ہم کوئی موقع یا آئندہ کی قوی توقع اپنی بہتری کیلئے نہیں ہے استقلال اور محنت سے کام کئے جائیں گے تو مجھے پورا یقین ہے کہ تھوڑے زمانے میں ہماری حالت بھی ایک عمدہ قوم کی مانند آرام وخوشی وآزادی کی ہو جاوے گی۔

سوال نمبر ۱۰: کون سی خوبی آدمی کو معزز اور قابل ادب بناتی ہے؟

جواب: مشاہدہ آدمی کی زندگی کو درست اور اس کے علم کو باعمل یعنی اس کے برتاؤ میں کر دیتا ہے علم کی بہ نسبت عمل اور سوانح عمری کی بہ نسبت عمدہ چال چلن آدمی کو زیادہ معزز اور قابل ادب بناتا ہے۔

﴿محاورہ (IDIOM)﴾

دو یا دو سے زائد الفاظ جو حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہو محاورہ کہلاتا ہے مثلاً مریض نے تارے گن گن کر رات گزاری۔ تار گننا کے لفظی معنی ہیں تاروں کو شمار کرنا اس کی تعداد گننا مگر یہاں محاورہ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے رات بھر نیند نہ آنا، آب آب ہونا، اوسان خطا ہونا، خون سفید ہونا، بال کی کھال کھینچنا۔

سوال نمبر ۲: اپنی مدد آپ کے متن کو مدنظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے درست جواب پر ✔ کا نشان لگائیں۔

(۱) خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو آپ اپنی مدد کرتے ہیں یہ ایک نہایت عمدہ اور آزمودہ۔

(۱) کہاوت ہے — (۱) مقولہ ہے ✔

(۳) ضرب المثل ہے — (۴) محاورہ ہے

ایک شخص میں اپنی مدد کرنے کا جوش اس کی سچی

(۱) تنزلی کی بنیاد ہے — (۲) شہرت کی بنیاد

(۳) عزت کی بنیاد ہے — (۴) ترقی کی بنیاد ہے ✔

سوال نمبر ۳: مدد آپ کو پیش نظر رکھتے ہوئے درج ذیل جملے مکمل کریں۔

(الف): خدا ان کی مدد کرتا ہے جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مدد کرتے ہیں (آپ اپنی)

(ب): جس طرح پانی خود۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں آجاتا ہے (پنسال)

(ج): قوم شخصی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا مجموعہ ہے (حالتوں)

(د) قوم کی سچی۔۔۔۔۔۔۔۔ کرو (ہمدردی خیرخواہی)

(ہ) ہم لوگوں کے یہ خیال ہیں کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ملے (خضر)

سوال ۴: سرسید کے مضمون اپنی مدد آپ کا خلاصہ لکھیں۔

جواب: خلاصہ پہلے لکھا جا چکا ہے وہی پڑھ لیں۔

سوال نمبر 4: سیاق وسباق کے حوالے سے درج ذیل اقتباس کی تشریح لکھیں۔

قومی ترقی مجموعہ ہے۔۔۔۔۔۔ حالتوں کو ترقی نہ کی جاوے

سوال نمبر ۵:

حوالہ متن

سبق کا نام — اپنی مدد آپ

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

مصنف کا نام سرسید احمد خان

سیاق وسباق

تمام تجربوں سے یہ ثابت ہوا کہ کسی کی خوبی، عمدگی اور قدر ومنزلت کا زیادہ انحصار رعایہ کے چال چلن اور اخلاق و عادات پر ہوتا ہے چونکہ قوم شخصی حالتوں کا مجموعہ ہوتی ہے جیسی قوم ہوتی ہے ویسی ہی اُن پہ حکومت کرنی پڑتی ہے عمدہ لوگوں پر عمدہ حکومت جبکہ جاہل اور خراب رعایا پر اکھڑ حکومت ہوتی ہے جس طرح لوگ ہوتے ہیں فطرت اس پر اسی طرح حکومت مسلط کرتی ہے۔

تشریح

تشریح طلب عبارت میں بتایا گیا ہے کہ قومی ترقی اس کے افراد کی ذاتی محنت، انفرادی عزت شخصی ایمانداری اور ہر ایک شخص کی دوسرے شخصوں کے ساتھ ایمانداری اور ہر ایک کے ساتھ نرم رویہ ہے قومی زوال انفرادی سستی، شخصی بے عزتی ایک دوسرے کے ساتھ بد دیانتی، خود غرضی اور انفرادی برائیوں کا مجموعہ ہے اگر افراد میں سستی بے غیرتی بے ایمانی خود غرضی جیسی برائیاں ہوتو قوم میں بھی یہی سب کچھ ہوگا بدتہذیبی، بدکرداری جن کو معاشرت کی برائیوں میں شمار کیا جاتا ہے درحقیقت سے ہی افراد کی آوارہ زندگی کا نتیجہ ہے اگر ہمیں ان برائیوں کو ختم کرنا ہے تو ابتداء اپنے آپ سے ضروری ہے اگر ہر فرد اپنے آپ کو ٹھیک کرے تو قوم خود بخود ٹھیک ہو جائے گی اور اسی طرح ایک بہترین اور مثالی معاشرہ قائم ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆

مولوی ذکاءاللہ

پیدائش: ۱۸۳۲ء وفات: نومبر ۱۹۱۰ء

حالات زندگی:

مولوی ذکاءاللہ دلّی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام ثناءاللہ تھا۔ بارہ برس کی عمر میں دہلی کالج میں داخل ہوئے۔ یہاں مولوی محمد حسین آزاد اور ڈپٹی نذیر احمد کا ساتھ ہو گیا اور ان تینوں

میں بڑے تعلقات پیدا ہو گئے۔ مولوی ذکاءاللہ کو ریاضی سے خاص مناسبت تھی۔ ماسٹر رام چندر ریاضی کے استاد تھے اور اپنے اس لائق شاگرد پر خاص عنایت فرماتے تھے۔ ذکاءاللہ اکثر اول آتے، وظیفے حاصل کرتے تھے۔ دو تمغے بھی اپنی اعلیٰ قابلیت کی بنا پر حاصل کیے۔

خدمات:

تعلیم سے فارغ ہو کر اسی کالج میں معلمِ ریاضی مقرر ہو گئے۔ پھر آگرہ کالج میں سات سال تک اردو اور فارسی کے معلم رہے۔ ۱۸۵۵ء میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس ہو گئے۔ گیارہ سال یہ فرائض انجام دے کر ۱۸۶۶ء میں نارمل اسکول دلّی کے ہیڈ ماسٹر ہوئے۔ تین سال کے بعد اورینٹل کالج کی لیکچراری کے لیے پروانۂ تقرر آیا لیکن اتفاق سے اس کے ساتھ ہی میور سنٹرل الہٰ آباد کی پروفیسری بھی انھیں پیش کی گئی۔ انھوں نے الہٰ آباد کو ترجیح دی اور ۱۵ سال اس کالج میں فارسی کے پروفیسر رہ کر ۱۸۸۵ء میں پنشن حاصل کی۔ پھر عمر کے باقی ۲۴ سال خانہ نشین رہ کر تصنیف و تالیف میں گزار دیے۔

ان کی وفات کے بعد ڈپٹی نذیر احمد کا ایک مضمون، ان کے متعلق، رسالہ تمدن دہلی (بابت اگست ۱۹۱۱ء) میں شائع ہوا تھا۔ اس میں مولوی ذکاءاللہ کے بعض خاص حالات لکھے گئے ہیں۔ اس مضمون کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''بعض مسلمان یہ بھی پوچھ بیٹھتے ہیں کہ مسلم یونیورسٹی کس قسم کے عالم پیدا کرے گی جو پانچ یونیورسٹیاں آج تک پیدا نہ کر سکیں۔ آج کو مولوی ذکاءاللہ زندہ ہوتے، تو میں انھیں کو پیش کر دیتا کہ مسلم یونیورسٹی درجۂ تکمیل کو پہنچ کر **وَمَا ذٰلِكَ علی اللّٰه بعزیز**، ان جیسے عالم پیدا کرے گی: کریم النفس، وسیع الاخلاق، منکسر المزاج، روشن دماغ، متنوع المعلومات، کثیر التصانیف، خیر خواہ عامۂ خلق، فیاض طبع۔۔۔ راسخ الاعتقاد، صلح کل، مرنجاں مرنج۔''

تصانیف:

تاریخ ہندوستان، کرزن نامہ، آئین قیصری، فرہنگِ فرنگ وغیرہ

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

مضمون: جھوٹے آدمی

مصنف: ذکاءاللہ

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
دروغ گوراحافظ نباشد	جھوٹے آدمی کا حافظہ نہیں ہوتا	قلعی کھولنا	بھید کھل جانا/راز فاش ہونا
بیج بیوپار	کاروبار کرنے والا	ملمع چڑھانا	کسی چیز پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھانا
فروغ	شہرت	منقش	نقش کیا گیا
دیوتا	خُدا	جنگ زرگری	دکھاوے کی لڑائی
ملکات نفسانی	نفس کے اعمال	ممتکن	قائم ہوا
کودن	احمق/بے وقوف	صلح کل	سب سے دوستی کرنیوالا
انوکھی	نیا/نئی/عجیب	فریب	دھوکہ/دغا
صدق دل	سچے دل سے	نفاق	نااتفاقی
اختراع	نئی بات نکالنا	پیرائے	پہلو
بھیس بدلنا	روپ بدلنا	اظہار رائے	رائے کا اظہار
موافق	مطابق	باہم	آپس
بھانڈا پھوٹنا	راز فاش ہونا	نطق	گویائی/بولنے کی طاقت
رئیس	سردار	کذب	جھوٹ

خادم	خدمت کرنے والا	بے باک	نڈر/بہادر
حکایت	کہانی	گوشمالی	کان کھینچنا
راستی	سچائی/ایمانداری	سرکشی	بغاوت/نافرمانی
نقش اول	ابتدائی نقش	چسکا	عادت/مزا
مستحکم	مضبوط	بھلے مانس	شریف آدمی
حافظہ	یادرکھنے کی طاقت	استوار	مضبوط
تعلّی	اپنی بڑھائی بیان کرنا	بھاؤ	قیمت
داستان	کہانی/قصہ	محاسن الاخلاق	کتاب کا نام (اخلاق کی خوبیاں)
عیب	خامی	شبہ	شک
پرلے درجے	انتہائی پست درجہ	شوخی	شرارت

(خلاصہ)

ایک ضرب المثل مشہور ہے کہ: دروغ گوراحافظ نباشد، مگر عقل یہ کہتی ہے کہ جب آدمی کا حافظہ اچھا نہ ہو وہ جھوٹ کو فروغ نہیں دے سکتا، حافظہ ایسی قوت ہے جس کو افلاطون نے تمام قوائے عقلیہ کا دیوتا کہا ہے، جبکہ اہل فرانس کو جب کسی پرلے درجے کا کُودن کہنا ہوتا ہے، تو اس کو کہتے ہیں کہ وہ حافظہ نہیں رکھتا ہے۔

جھوٹے لوگوں کی دو قسمیں ہیں ایک جھوٹے تو وہ ہوتے ہیں کہ بات تو جھوٹ کہتے ہیں مگر وہ اپنے صدق دل سے اس کو سچا جانتے ہیں دوسرے وہ جھوٹے ہیں کہ جھوٹی بات کہتے ہیں اور اس کو خود دل میں جھوٹ جانتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اور لوگ اس کو سچ جانیں

ان جھوٹوں کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ اپنے دماغ سے ایک جھوٹی بات کو سر سے پاؤں تک

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

تراش کر ایجاد و اختراع کریں۔ دوسرے یہ کہ ایک سچی حکایت کا بھیس بدل کر اپنے خیال کے موافق بدل بدل کر اس طرح بیان کریں کہ وہ جھوٹ ہو جائے تم نے بہت سے آدمی دیکھے ہونگے کہ وہ جیسا وقت اور موقع دیکھتے ہیں، ویسی باتیں بنا دیتے ہیں، کچھ جھوٹ سچ کا خیال نہیں کرتے ایک ہی معاملے میں ایک شخص سے کچھ کہتے ہے اور دوسرے سے کچھ۔ اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ان کے دل میں کوئی بات ایمان اور صداقت کے ساتھ ممکن نہیں ہوتی۔ فقط یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم لوگوں کی مرضی کے موافق باتیں بنا کے ان کا دل خوش کر دیں۔ ایسی باتوں کے کرنے سے وہ اپنا نام صلح کُل رکھتے ہیں۔ اور اس پر فخر کرتے ہیں۔

ہم انسانوں میں جو باہم رشتہ مندی ہے وہ فقط نطق (گویائی) کے سبب سے ہے جب اس نطق میں کذب (جھوٹ) شامل ہو تو انسانوں کے باہمی تعلقات میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی کہ جو فساد سے خالی ہو۔

اکثر والدین اپنے بچوں کو ان کے معمولی شرارتوں اور شوخیوں پر سزا دیتے ہیں مگر یاد رکھیں کہ بچوں کو صرف جھوٹ بولنے اور سرکشی کرنے پر سرزنش کرنی چاہیئے کیونکہ اگر اس عمر میں اُن کو جھوٹ کا چسکا لگ جائے تو اُن کے کردار اور اخلاق پر برا اثر کریں گا۔

بعض شریف لوگوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ جھوٹ بولنے کی عادت ایسی لگی ہوتی ہے اور اپنی بڑائی کے داستانیں نثر میں ایسے بیان کرتے ہیں جیسا کوئی شاعر اشعار میں مبالغہ آرائی سے کام لیتا ہے۔

بعض اہل پیشہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے لیکن جہاں اُن کو کوئی فائدہ ہوتا ہے وہ جھوٹ بولتے ہیں جیسے دوکاندار چیزوں کا بھاؤ جھوٹا بتلاتے ہیں۔

اہم عبارات کی تشریح

عبارت نمبر ۱:

اکثر ماں باپ اپنے بچوں کو ان کی معصوم خطاؤں پر اور بے باک شوخیوں اور گستاخیوں پر خوب گوشمالی کرتے ہیں مگر وہ یاد رکھیں کہ بچوں کو صرف ان دو قصوروں پر سزا دینی چاہیئے۔ ایک جھوٹ پر اور دوسری سرکشی پر۔ جب تک ان دونوں برائیوں سے ان کو وہ نہ چھٹائیں، سزا دینے سے ہاتھ کو نہ اُٹھائیں۔ اگر جھوٹ کا چسکا اس عمر میں زبان کو لگ گیا، تو وہ بڑے ہونے پر اور بڑھے گا۔

حوالہ متن:

مصنف: مولوی ذکاء اللہ

مضمون: جھوٹے آدمی

سیاق وسباق:

ہم انسانوں میں جو باہم رشتہ مندی ہے، وہ فقط نطق کے سبب سے ہے جب اس نطق میں کذب شامل ہو تو انسانوں کے باہمی تعلقات میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی کہ جو فساد سے خالی ہو بعض بھلے مانسوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ جھوٹ بولنے سننے کی بیماری ان کی پیچھے لگی ہوتی ہے اپنی تشخص و تعلی کی داستانیں نثر میں ایسی ہی گھڑا کرتے ہیں جیسے کوئی شاعر اشعار میں جھوٹا مضمون گانٹھتا ہے اگر یہ عیب ان میں نہ ہو تو پھر اُن کے لیے بے عیب ہونے میں کچھ شبہ نہیں رہتا۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے۔

ترجمہ: جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے،، (القرآن)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور بولنے کی طاقت سے نوازا تا کہ انسان اپنے جذبات و احساسات اور خیالات دکھ درد اور آرام و سکون کا اظہار ابنائے جنس سے کریں۔

اگر اس اظہار رائے میں جھوٹ شامل ہو جاتا ہے اعتبار اور اعتماد کا ڈور ٹوٹ جاتا ہے امن و سکون تباہ ہو جاتا ہے ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہوگا انسانوں کے باہمی تعلقات میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو فساد سے خالی ہو جن قوموں میں جھوٹ کا رواج ہو گیا ہے اُن میں کوئی برائی باقی نہیں جو نہ ہو جھوٹ آگ اور تلوار سے ذیادہ اُن کا نقصان کر رہا ہے۔

عبارت نمبر ۲:

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

سیدھی سادی سچی باتوں میں جھوٹ بولنے کے برابر کوئی لعنت کی ماری ہوئی برائی نہیں ہے ہم انسانوں میں جو باہم رشتہ مندی ہے، وہ فقط نطق کے سبب سے ہے جب اس نطق میں کذب شامل ہو، تو انسانوں کے باہمی تعلقات میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی کہ جو فساد سے خالی ہو جن قوموں میں جھوٹ کا رواج ہوگیا ہے اُن میں کوئی برائی باقی نہیں، جو نہ ہو جھوٹ، آگ اور تلوار سے زیادہ ان کا نقصان کر رہا ہے

حوالہ متن:

مصنف کا نام: مولوی ذکاء اللہ

مضمون: جھوٹے آدمی

سیاق وسباق:

جب ایک آدمی کسی ایک ہی معاملے میں مختلف اوقات میں مختلف پیرائیوں میں اظہار رائے کرتا ہے اور اصل حقیقت اس کے دل میں کچھ نہیں ہوتی تو اس لئے وہ اپنی کہی ہوئی بات کو بھول جاتا ہے اور اس کی حقیقت کھل جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بھی جھوٹ نہیں بولتے مگر ہاں وہاں جہاں اُن کو کچھ فائدہ ہو یہ بات زیادہ تر دکان داروں اور اہل پیشہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سب طرح بھلے مانس ہوتے ہیں، مگر اپنے پیشے میں اپنے فائدے کے لئے جھوٹ بولتے ہیں۔

تشریح:

مصنف ذکاء اللہ والدین کے بارے میں رہنے حالات کا اظہار کر رہے ہیں۔ کہ اکثر والدین اپنے بچوں کو ان کی چھوٹی شرارتوں پر سزا کا مستحق ٹھہراتے ہیں اور اُن کی تربیت کے لیے اُن کی گوشمالی کرتے ہیں

مصنف والدین پر واضح کر رہے ہیں۔ کہ بچوں کو اُن کی معصومانہ خطاؤں پر بے باک شوخیوں اور گستاخیوں پر سزا دینے سے گریز کرنا چاہیئے جبکہ اُن کو صرف دو باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔ ایک

یہ کہ اُن کو جھوٹ بولنے سے روکنا چاہیئے کیونکہ اگر اس عمر میں بچے کو جھوٹ بولنے کا چسکا لگ جاتا ہے تو عمر بھر اُن سے یہ عادت نہیں چھوٹے گی یہ برائی اُن کے کردار اور اخلاق پر برا اثر ڈالے گا۔ دوسری بات سرکشی ہے یعنی والدین کی نافرمانی کرنا مصنف واضح کر رہے ہیں کہ جب تک بچوں کو ان دو برائیوں سے نہ روکا جائے تب تک سزا سے ہاتھ نہیں اُٹھانا چاہیئے۔

مشقی سوالات

سوال نمبر ۱: جھوٹے آدمی کے حافظے کے بارے میں مولانا ذکاء اللہ نے جو ضرب المثل بیان کی ہے۔ اس کا مفہوم بیان کریں؟

جواب: مصنف ذکاء اللہ اپنے مضمون جھوٹے آدمی میں جو ضرب المثل بیان کی ہے اُس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ

جو انسان جھوٹ بولتا ہے۔ تو اُس کو اپنی باتیں یاد نہیں رہتی اور موقع و محل کو دیکھ کر جھوٹی باتیں بناتا ہے اور جب لوگ اُن کی باتیں بار بار سنتے ہیں۔ تو اُس آدمی سے اعتبار اُٹھ جاتا ہے اور پھر اُن کی باتوں پر یقین نہیں کرتے۔ جبکہ جھوٹے آدمی کو خود بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اُس نے کس محفل میں کونسی جھوٹی بات کہی تھی

سوال نمبر ۲: کس چیز کے نہ ہونے کی وجہ سے آدمی کو اپنے وعدے یاد نہیں رہتے؟

جواب: مولوی ذکاء اللہ جھوٹے آدمی کے بارے میں رقمطراز ہے چونکہ جھوٹے آدمی نے باتیں دل سے بنائی ہوتی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بھول جاتا ہے۔ کہ اُس نے کس محفل اور موقع پر کیا بات کہی تھی۔ اس لئے مصنف نے واضح کیا ہے کی جھوٹے آدمی کا حافظہ نہیں ہوتا اس لئے ایسے آدمی کو اپنے وعدے یاد نہیں رہتے۔

سوال نمبر ۳: مصنف نے جھوٹوں کی کتنی قسمیں بتائی ہیں؟

جواب: مصنف ذکاء اللہ نے اپنے مضمون جھوٹے آدمی میں جھوٹوں کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ ایک جھوٹے تو وہ ہوتے ہیں کہ بات تو جھوٹ کہتے ہیں مگر وہ اپنے صدق دل سے اس کو سچا جانتے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

ہیں۔

دوسرے وہ جھوٹے ہیں کہ جھوٹی باتیں کہتے ہیں، اور اس کو خود دل میں جھوٹ جانتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اور لوگ اس کو سچ جانیں۔

<u>سوال نمبر۴: انسانوں میں باہمی رشتہ مندی کس سبب سے ہے؟</u>

جواب: مصنف ذکاءاللہ اپنے مضمون جھوٹے آدمی میں رقمطراز ہے کہ انسانوں میں باہم رشتہ مندی کا بڑا سبب فقط نطق ہے۔ اور جب اس تعلق میں جھوٹ شامل ہوجائے تو انسانوں کے باہمی تعلقات میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی کہ جو فساد سے خالی ہو جن قوموں میں جھوٹ کا رواج عام ہوگیا ہے تو اُن میں کوئی برائی باقی نہیں جو نہ ہو یہ جھوٹ آگ اور تلوار سے زیادہ نقصان کررہا ہے۔

<u>سوال نمبر۵: درج ذیل الفاظ وتراکیب کو جملوں میں استعمال کریں؟</u>

اختراعی جھوٹ، نقش اوّل، سچی حکایت، اندیشہ جانشین، منقش، ملکات نفسانی

الفاظ وتراکیب	جملوں میں استعمال
اختراعی جھوٹ	عزیر اختراعی جھوٹ سے کام لے کر دوستوں کے لئے تفریح فراہم کرتے ہیں۔
نقش اوّل	زوہیب سے ملاقات کے تاثر کا نقش اول بہت اہم اور دیرپا تھے۔
سچی حکایت	سچی حکایت پڑ کر ہم اپنی زندگی سنوار سکتے ہیں۔
اندیشہ	انٹرنیٹ کی غیرضروری استعمال سے اندیشہ ہے کہ نئی نسل تباہ ہوجائے گی۔
جانشین	ہمیں قائداعظم کے سچے جانشین بن کر اس ملک کو ترقی پر گامزن کرنا چاہئے۔
منقش	کالج کے سالانہ تقریب میں طلباء نے منقش لباس زیب تن کئے تھے۔

ملکات نفسانی	قیامت کے دن ہر انسان کو ملکات نفسانی کا جواب دہ ہونا پڑے گا۔

<u>سوال نمبر۶: جھوٹ سے سچ کا جاننا کیوں مشکل ہوتا ہے؟</u>

جواب: مصنف مولوی ذکاءاللہ کے مطابق جھوٹ سے سچ جاننا اس لئے مشکل ہے کہ وہ محض اہل پیشہ لوگ جیسے وکیل دوکاندار حکیم وغیرہ ویسے تو بھلے مانس معلوم ہوتے ہے لیکن اپنے پیشے میں فائدے کے لئے جھوٹ بولتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کے جھوٹ اور سچ کا اندازہ نہیں ہوتا۔

<u>سوال نمبر۷: جھوٹے لوگوں کی جو خصلتیں مصنف نے بیان کی ہے انھیں مفصل بیان کریں؟</u>

جواب: مصنف مولوی ذکاءاللہ نے اپنے مضمون جھوٹے آدمی میں جھوٹے لوگوں کی خصلتیں بیان کی ہیں اُن کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ جھوٹے لوگوں کا چونکہ حافظہ نہیں ہوتا اس لئے اُن کو اپنے وعدے یاد نہیں رہتے۔ اور ایک ہی بات کو مختلف پیرائے میں بیان کرتے ہیں۔ جھوٹے لوگوں پر کوئی اعتبار نہیں کرتا جھوٹے لوگ سچی حکایت کا بھیس بدل کر اپنے خیال کے مطابق اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ جھوٹ ہوجائے جھوٹے لوگوں میں ہر قسم کی برائی ہوتی ہے جھوٹے لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ کہ ہماری کہانیاں سن کر لوگ ہمارے گرویدہ ہوگئے ہیں۔ بعض بھلے مانس تو اس انداز سے جھوٹ بولتے ہیں کہ اُن پر سچائی کا گمان ہوجاتا ہے۔

<u>سوال نمبر۸: جھوٹے آدمی میں جو مرکبات مستعمل ہوئے ہیں ان کی نشاندہی کریں۔</u>

جواب: جھوٹے آدمی میں مندرجہ ذیل مرکبات مستعمل ہوئے ہیں۔ دروغ گو۔ حوائے عقلہ، ضرب المثل، ملکات نفسانی اہل فرانس، صدق دل، اظہار رائے، نقش اوّل اختراعی جھوٹ، جھوٹ کی بنیاد، جھوٹا ملمع، جنگ زری، صلح کُل، جھوٹ کا رواج، اہل پیشہ۔

<u>سوال نمبر۹: مرکب مصادر کون سے ہوتے ہیں؟ پانچ مرکب مصادر تلاش کر کے لکھیں۔</u>

جواب: مرکب مصادر وہ ہوتے ہیں جن میں مصدر کے ساتھ کچھ اور الفاظ استعمال ہوئے ہو اور اس آخر میں،، نا،، آجائے جیسے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

باتیں بنانا، بھانڈا پھوٹ جانا، بھول جانا، قلعی کھل جانا، پیچھے لگی ہونا۔

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

پیدائش: ۲۳ر ستمبر ۱۹۱۲ء وفات: ۲۵ر ستمبر ۲۰۰۵ء

حالاتِ زندگی:

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان جبل پور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام گلاب خان تھا، جو نسلاً پٹھانوں کے یوسف زئی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم جبل پور سے حاصل کی، پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے علی گڑھ چلے گئے۔ وہاں سے اُنھوں نے فارسی، اردو اور قانون کا امتحان پاس کیا اور امراؤتی کالج ناگ پور میں بطور استاد مقرر ہوئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد وہ کراچی چلے آئے۔ یہاں وہ پہلے اردو کالج اور پھر سندھ یونیورسٹی میں صدر شعبۂ اردو مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کو بے شمار سرکاری وغیرہ سرکاری اعزازات سے نوازا گیا۔ وہ ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کی یونیورسٹیوں میں پی۔ ایچ۔ ڈی سطح پر لکھے جانے والے کئی مقالات کے ممتحن رہے۔

خدمات و اسلوب :

اردو تحقیق کی روایات کو مستحکم کرنے میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا اہم کردار ہے۔ اُنھوں نے خود بھی گراں قدر خدمات انجام دیں اور تحقیقی کام کرنے والوں کی سرپرستی بھی کی۔ اُنھوں نے زبان کے ساتھ ادبی اثرات کی دریافت کا فریضہ بھی انجام دیا۔ ڈاکٹر صاحب کا اسلوب سادہ اور سلیس ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملوں میں معنی اور مطلب کی پوری وضاحت کر دیتے تھے۔ دینی معلومات ہوں، علمی، ادبی یا تحقیقی، ان کا اندازِ بیان توضیحی اور تشریحی تھا۔ وہ دقیق خیالات کو بڑی آسانی اور روانی سے قلم بند کرتے تھے۔ انکسار اور سادہ بیانی ان کے اسلوب کا حصہ ہے۔ فارسی میں ان کی مہارت مُسلّم الثبوت ہے۔

تصانیف:

علمی نقوش، تاریخ اسلاف، ادبی جائزے، تحقیقی جائزے، تاریخ بہرام شاہ، سرگزشتِ کابل، چند فارسی شعرا، برصغیر میں فارسی ادب، اقبال اور قرآن، معارفِ اقبال، مطالب اقبال، مقدماتِ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، ہمارا تلفظ، جامع القواعد وغیرہ۔

نظریہ پاکستان

مصنف: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
رواداری	لحاظ	عناد	دشمنی
شیوہ	طریقہ	محض	صرف
کفر والحاد	بے دینی	فریب	دھوکہ
غلبہ	تسلّط	وسیع	پھیلا ہوا
عمل دخل	مداخلت	خلافت	حکومت
جھیلنا	برداشت کرنا	تحفظ	حفاظت
انتشار	افراتفری	شدھی	مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنانے کی ناپاک تحریک کا نام
میسور	جنوبی ہند کے مسلمان ریاست کا نام	سنگٹھن	مسلمانوں کو ختم کرنے کی تحریک کا نام
اقتدار	حکومت	معاشرت	طرزِ زندگی
مستحکم	مضبوط	عملی جامہ پہنانا	عمل کرنا

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

مفاہمت	صلح/ سمجھوتہ	ریاست	وطن
رفیق	دوست	وسعت	پھیلاؤ
تنظیم	ادارہ	اُستوار کرنا	قائم کرنا
زک	شکست	نظریہ	سوچ/ تصور/ خیال
حجاز	سعودی عرب کے ایک صوبے کا نام	قیاس	خیال
جمعیت	جماعت/ گروہ	فلاح	کامیابی
نسبت	نسل	بہبود	ترقی
عقیدہ	دل سے ماننا/ ایمان	طرزِ معاشرت	زندگی گزارنے کے طور طریقے
دورِ جدید	نیا دور	خادم	خدمت کرنے والا
ذہن نشین کرنا	ذہن میں بٹھانا	قدروں	عزت/ بزرگی
اخوت	بھائی چارہ	مساوات	برابری
عدل	انصاف	خداترسی	رحم
دیانت	ایمانداری	عظمتِ کردار	کردار کی بڑائی
فروغ	وسعت/ ترویج/ پھیلاؤ	محض	صرف/ فقط
ترویج	رواج دینا	ناگوار	ناپسندیدہ
اتحاد	اتفاق/ متحد	عملِ پیہم	مسلسل عمل
مفاد	فائدہ		

(خلاصہ)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان لکھتے ہے کہ مسلمان ایک امن پسند اور تاریخ سے سبق سیکھنے والی قوم ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ رواداری کو اپنا شیوہ بنایا، لیکن جب کفر و الحاد اپنا غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے، تو مسلمان اس کے مقابلے کے لئے ڈٹ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب بادشاہ اکبر کی طرزِ حکومت اور نئے دین (دینِ الٰہی) کے اجراء کے بعد ملکی سیاست میں ہندوؤں کی عمل دخل کی وجہ سے ملک میں کافرانہ طور طریقے اس قدر عام ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کو زندگی گزارنی مشکل ہو گئی تھی۔ لیکن اکبر کے سامنے مجدّد الف ثانی ڈٹ گئے۔ اکبر کے آخری دور میں اسلام کی سربلندی کے لیے حضرت مجدّد الف ثانی ڈٹ گئے قید و بند کی سختیاں بھی جھیلنا پڑی۔ چنانچہ آپ کی محنت رنگ لے آئی اور شاہ جہاں اور اس کے بیٹے اورنگزیب عالمگیر نے اسلام کو فروغ دیا اور دین کے خادم بنے اورنگزیب عالمگیر کے مرنے کے بعد مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ اورنگزیب عالمگیر کے نااہل بیٹوں کے مابین نفاق پیدا ہوا۔ اور دونوں کے درمیان لڑائی ہونے لگی۔ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے مرہٹوں، ہندوؤں اور دوسرے کئی گروہوں نے سر اُٹھایا۔ انگریز جو کہ تجارت کے غرض سے ہندوستان آئے تھے۔ اُنہوں نے اپنے قدم جمائے۔ میسور کے سلطان حیدر علی اور اُن کے بیٹے سلطان ٹیپو نے انگریزوں اور ہندوؤں کا مقابلہ کیا بلکہ افغانستان ترکی اور فرانس کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی، لیکن ملک کے دوسرے سرداروں نے ساتھ نہیں دیا اور ابھی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں مسلمانوں نے پھر اپنے قدم جمانے کی کوشش کی لیکن انگریزوں نے ہندوستان کی حکومت کی بھاگ ڈور اپنے قبضے میں کر چکے تھے اس لئے مسلمانوں کو کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

اس کے بعد سر سید احمد خان نے انگریزوں کے ساتھ سمجھوتہ کرنے میں ہی عافیت جانی اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لئے کمر کس لی۔ سر سید احمد خان نے مسلمانوں کی تہذیبی اور معاشرتی اصلاح پر

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

توجہ دی۔ مسلمانوں کی احساس کمتری دور کرنے کی کوشش کی ملکی سیاسی حالات کو دیکھتے ہوئے ہندوؤں نے ۱۸۸۵ء میں کانگرس کی بنیاد ڈالی۔ کانگریس کے قیام کا مقصد ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ نمائندگی کرنا تھی۔ لیکن بہت جلد ہندوؤں کے مقاصد مسلمانوں پر آشکارا ہوئیں۔

ہندوؤں نے اپنے تئیں مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں سے نکالنے اور مسلمانوں کی مشترکہ زبان اُردو کے بجائے ہندی کو قائم کرنے کی کوشش کی۔

سرسید احمد خان نے اپنے تحریک میں اور دوستوں کو بھی ملایا اور اُن کو مختلف کام سونپے جیسے ایک دوست مولانا محمد قاسم سے دیوبند میں مسلمانوں کی دینی تعلیم کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی۔ پھر اس کے بعد اس کے بعد ایک رفیق نواب وقار الملک نے ۱۹۰۶ء میں کُل ہند مسلم لیگ کے نام سے مسلمانوں کی ایک الگ تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ اس زمانے میں پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی، جس میں انگریزوں کا مقابلہ جرمنی سے ہوا اور ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا۔

حکومت برطانیہ نے مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا کہ اگر ہمیں اس جنگ میں فتح حاصل ہوگئی تو ہم کسی طرح بھی ترکی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ لیکن یہ وعدہ محض فریب تھا اور فتح حاصل ہونے کے بعد اُنھوں نے ترکی کے وسیع سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اس دھوکے سے مسلمان سخت خفا ہوئے اور مسلمانوں نے مولانا محمد علی جوہر اور اس کے بڑے بھائی مولانا شوکت علی جوہر کی رہنمائی میں تحریک خلافت شروع کی اسی زمانے میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے شدھی اور سنگھٹن تحریکیں شروع کیں۔

آخر کار ۱۹۳۰ء کو علامہ اقبال نے آلہ آباد کے مقام پر مسلمانوں کو ایک علیحدہ وطن کی تجویز دی اور پھر ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور کے اجلاس میں واضح طور پر اعلان کر دیا کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں پر ایک آزاد اور خود مختار مسلم ریاست قائم کیا جائے۔ اس اعلان کو قرارداد پاکستان کہتے ہیں نظریہ پاکستان کا مقصد پاکستان کو ایک اسلامی اور فلاحی مملکت بنانا ہے ہمیں ایسا کوئی قدم نہیں اُٹھانا چاہیے، جس کی وجہ سے خدا اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے شرمندہ ہونا

پڑے۔ ہمارا مرنا جینا پاکستان کے لیے ہونا چاہیے۔ قومی مفاد کے سامنے ذاتی مفاد کو دل سے نکالنا چاہیے۔

اہم عبارات کی تشریح

عبارت نمبر ۱:

اسی زمانے میں شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے صاحبزادوں نے مسلمانوں کی اخلاقی اور ان معاشرتی برائیوں کو دور کرنے کی تحریک شروع کی پھر ان کے پوتے شاہ اسماعیل نے اپنے مرشد، سید احمد بریلوی کے ساتھ اسلامی اصولوں کو دوبارہ رائج کرنے اور ملک کو غلامی سے آزاد کرانے کی کوشش میں ۱۸۳۱ء میں اپنی جانیں قربان کر دیں، تاہم انھوں نے مسلمانوں کے دلوں میں جوش اور ولولہ پیدا کر دیا تھا۔

حوالہ متن:

سبق کا نام: نظریہ پاکستان

مصنف کا نام: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

سیاق و سباق:

میسور کے سلطان حیدر علی اور اس کے بیٹے سلطان ٹیپو نے نہ صرف ہندوؤں اور انگریزوں کا مقابلہ کیا بلکہ افغانستان، ترکی اور فرانس کو بھی اپنے اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی لیکن ملک کے دوسرے سرداروں نے ساتھ نہیں دیا اور انھیں کامیابی حاصل نہ ہو سکی چنانچہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں نے پھر اپنے قدم جمانے کی کوشش کی لیکن انگریز اقتدار مستحکم ہو چکا تھا اس لئے انھیں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ اس زمانے میں سرسید نے مجبوراً انگریزوں سے مفاہمت کو غنیمت جانا اور مسلمان قوم کی اخلاقی اور تہذیبی اصلاح پر توجہ دی اور ان کے دلوں سے احساس کمتری کو دور کرنے کی کوشش بھی کی۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

تشریح:

اکبر بادشاہ کے زمانے میں کفروالحاد نے زور پکڑا ملک میں بے دینی کی ایک لہر چلی جہانگیر کے زمانے میں اس کو اور بھی تقویت ملی لیکن مجدّد الف ثانی نے ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا اور عالمگیر کے زمانے میں اسلام کی سربلندی قائم کی۔

عالمگیر کے وفات کے بعد اُن کے نا اہل بیٹوں میں نفاق پیدا ہوا، اور مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا مرہٹوں اور ہندوؤں نے ملکی حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے سر اُٹھایا اور انگریزوں نے بھی حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ہندوستان پر حملہ کیا حیدر علی اور اُن کے بیٹے سلطان ٹیپو نے اُن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اسی زمانے میں شاہ ولی اللہ اور اس کے پوتے شاہ اسماعیل نے اپنے مرشد سید احمد بریلوی کے ساتھ مل کر ملک میں اصلاحی اقدار رائج کرنے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے اور جام شہادت نوش کیا اور مسلمانوں کے دلوں میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کیا۔

عبارت نمبر۲:

پاکستان قائم کرنے کا فیصلہ ہندوؤں کو بہت ناگوار گزرا انھوں نے پوری کوشش کی کہ یہ مملکت قائم نہ ہونے پائے ان کے پاس دولت اور طاقت تھی۔ جنوبی ایشیا میں ان کی اکثریت تھی ،لیکن چونکہ قیام پاکستان کا مطالبہ حق اور انصاف پر مبنی تھا، اس لئے حکومت برطانیہ کو مجبور ہونا پڑا اور قائداعظم محمد علی جناح کی پرخلوص قیادت ،مسلمانوں کی یقین ،اتحاد اور عمل پیہم کی وجہ سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔

حوالہ متن:

سبق کا نام: نظریہ پاکستان

مصنف کا نام: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

سیاق وسباق:

نظریہ پاکستان کا مقصد محض ایک حکومت قائم کرنا نہیں تھا، کیوں کہ مسلمانوں کی

حکومتیں ایشیاء اور افریقہ میں پہلے سے موجود تھیں نظریہ پاکستان کا مقصد اسلامی اصولوں کی ترویج و اشاعت اور اہل عالم کے لئے مثالی مملکت کا نمونہ فراہم کرنا ہے چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح کی پر خلوص قیادت مسلمانوں کی یقین، اتحاد اور مسلسل عمل کی وجہ سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔ نظریہ پاکستان کا مقصد پاکستان کو ایک اسلامی اور فلاحی مملکت بنانا ہے۔ ہمیں ایسا کوئی قدم نہیں اُٹھانا چاہئے جس کی وجہ سے خدا اور رسول ﷺ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔

تشریح:

مصنف ڈاکٹر غلام مصطفیٰ رقمطراز ہے کہ جب پاکستان دُنیا کے نقشے پر ایک مسلمان ریاست کے نام سے نمودار ہوا تو ہندوؤں کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔ لہذا اُنھوں نے پوری کوشش کی کہ یہ نوزائیدہ ملک کو پھلنے پھولنے سے روکیں چونکہ ایشیاء میں ہندوؤں کی اکثریت تھی اور اُن کے پاس دولت اور طاقت بھی تھی اس لئے اُنھوں نے اپنے تیئں بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکیں اور کامیاب بھی کیونکر ہوتے قیام پاکستان کا مطالبہ حق و انصاف پر مبنی تھا اور حکومت برطانیہ نے بھی مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈالے اور آخر کار قائداعظم محمد علی جناح کے پر خلوص قیادت سے پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آیا۔

مشقی سوالات

سوال نمبر۱: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

(الف) بادشاہ اکبر کی بے جا رواداری سے کیا نقصان ہوا؟

جواب: مصنف ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے مطابق بادشاہ اکبر کی بے جا رواداری اور ملکی سیاست میں ہندوؤں کی عمل دخل کی وجہ سے ملک میں کافرانہ طور طریقے اس قدر رائج ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کی آزادی خود ان کے دینی معاملات میں بھی ختم ہو گئی تھی۔ اکبر کے دین کی وجہ سے ہندوستان میں ہر طرف کفر کی ایک لہر چلی ہندووانہ رسومات نے زور پکڑ لیا کیونکہ اکبر بادشاہ ہندوؤں کی ہمدردیاں سمیٹنا چاہتے تھے اور اپنی حکومت کو دوام بخشنا چاہتے تھے۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

<u>سوال نمبر (ب): مجدّد الف ثانی نے اسلام کی کیا خدمات انجام دی۔</u>

مصنف غلام مصطفیٰ کہتے ہیں کہ جب ہندوستان میں دین اکبری کا ہر طرف چرچا تھا تو اکبر کے آخری دور میں اسلام کی سربلندی کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کھڑے ہوئے آپ نے جہانگیر کے زمانے میں محض دین کی خاطر قید و بند کی سختیاں بھی جھیلیں اور اسلامی قدروں کو نئے سرے سے فروغ دیا۔ ان کے اثر سے شاہ جہاں اور اس کا بیٹا اورنگزیب دین کا خادم بنا۔

<u>سوال نمبر (ج): حیدر علی اور سلطان ٹیپو انگریزوں کے خلاف جنگ کیوں ناکام ہوئے؟</u>

جواب: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ کے مطابق جب اورنگزیب عالمگیر وفات ہوئے تو مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ اس دوران مرہٹوں، ہندوؤں اور انگریزوں نے سر اُٹھایا اور ملک میں ہر طرف انتشار پھیل گیا چنانچہ میسور کے سلطان حیدر علی اور اس کے بیٹے سلطان ٹیپو نے نہ صرف ہندوؤں اور انگریزوں کا مقابلہ کیا، بلکہ افغانستان، ترکی اور پھر فرانس کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی لیکن ملک کے دوسرے سرداروں نے ساتھ نہیں دیا اور انھیں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

<u>سوال نمبر (د): کانگریس کا قیام کب عمل میں آیا اور اس کے بنیادی مقاصد کیا تھے؟</u>

جواب ۱۸۸۵ء میں ہندوؤں نے کانگریس کی بنیاد ڈالی اور ظاہر یہ کیا کہ وہ ملک کی تمام قوموں کو ان کے حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کی مشترکہ زبان اُردو کے مقابلے میں ہندی کو قائم کر دیا اور وہ سرکاری ملازمتوں پر بھی قابض ہو گئے۔

<u>سوال نمبر (ہ): شدھی اور سنگھٹن جیسی انتہا پسند تحریکیں چلانے کا مقصد کیا تھا؟</u>

جواب: مصنف غلام مصطفیٰ کے مطابق پہلی جنگ عظیم میں جب برطانیہ کو فتح ہوئی تو اُنھوں نے ترکی کی وسیع سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیے تو اس لئے مسلمانوں نے مولانا محمد علی جوہر اور اس کے بڑے بھائی مولانا شوکت علی جوہر کی رہنمائی میں تحریک خلافت شروع کی لیکن اسی زمانے میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے شدھی کی تحریک شروع کی اور ان کو ختم کرنے کے لیے سنگھٹن کی تحریک بھی شروع کی

<u>سوال نمبر (و): نظریہ پاکستان سے کیا مُراد ہے؟</u>

جواب: نظریہ پاکستان سے مراد یہ ہے کہ مسلمان اور ہندو دو علیحدہ قومیں ہیں مسلمان ایک اللہ کی عبادت کرتے ہے جبکہ ہندو کئی خداؤں (بتوں) کو پوجتے ہیں مسلمانوں کے عقائد، مذہب، معاشرت اور تمدن، تہذیب و ثقافت اور اسلامی اقدار ہندوؤں سے یکسر مختلف ہے۔ نظریہ پاکستان درحقیقت میں انگریزوں اور ہندوؤں مسلم دُشمن پالیسیوں کے خلاف ردعمل ہے اس لیے مسلمانوں نے ایک آزاد اور خودمختار ریاست کا مطالبہ کیا تا کہ اپنی زندگی آزادانہ اور اسلامی عقائد کے مطابق گزار سکے۔

<u>سوال نمبر (ز): نظریہ پاکستان کے مقاصد کے حصول کے لئے آپ کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟</u>

جواب: یہ پیارا ملک پاکستان بہت قربانیوں کی بدولت معرض وجود میں آیا ہے لہذا بطور ایک پاکستانی ہمیں اس ملک میں امن و آمان قائم کرنا چاہئے آپس میں رنگ، نسل، کی امتیازات کو ختم کر کے اتفاق، اتحاد قائم کرنا چاہیئے اس ملک میں ہر طرف عدل و انصاف قائم کریں قومی مفاد کیلئے ذاتی مفاد کو قربان کر دیں پاکستان کے تحفظ کے لئے تن من دھن کی قربانی سے دریغ نہ کریں۔

<u>سوال نمبر۲: درست جواب کا انتخاب کریں۔</u>

(ا) مصنف کے خیال کے مطابق مسلمانوں نے ہمیشہ کس چیز کو اپنا شیوہ بنایا؟

(انسانیت) (رواداری) (صداقت) (نفرت)

(ب) حضرت مجدد الف ثانی نے کس کے عہد میں سختیاں جھیلیں؟

(جہانگیر) (اکبر) (اورنگزیب) (شاہ جہاں)

(ج) شاہ اسماعیل کا شاہ ولی اللہ دہلوی سے رشتہ تھا۔

(بھائی کا) (والد کا) (پوتے کا) (بیٹے کا)

(د) تحریک خلافت کے رہنما تھے۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

(مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر) (مولانا شوکت علی، قائداعظم)

(مولانا محمد علی جوہر، علامہ اقبال) (قائداعظم، علامہ اقبال)

(ہ) مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنانے کی ناپاک تحریک کا نام تھا۔

(آریہ سماج) (برہمو سماج) (شُدھی) (سنگھٹن)

(و) آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا:

(۱۹۰۳ء میں) (۱۹۰۵ء میں) (۱۹۰۶ء میں) (۱۹۳۰ء میں)

(ز) علامہ اقبال نے سب سے پہلے خطبہ آلہ آباد میں آزاد وطن کا نظریہ پیش کیا۔

(۱۹۰۳ء میں) (۱۹۳۰ء میں) (۱۹۳۵ء میں) (۱۹۴۰ء میں)

(خ) نہرو رپورٹ شائع ہوئی۔

(۱۹۴۴ء) (۱۹۲۷ء) (۱۹۲۹ء) (۱۹۳۰ء)

جوابات (ا) رواداری (ب) جہانگیر (ج) پوتے کا

(د) مولانا شوکت، مولانا محمد علی جوہر (ہ) شُدھی

(و) ۱۹۰۶ء (ز) ۱۹۳۰ء (ح) ۱۹۲۸ء

سوال نمبر ۳: درج ذیل الفاظ و تراکیب کو جملوں میں استعمال کریں۔

الفاظ و تراکیب	جملوں میں استعمال
کفر و الحاد	جب کفر و الحاد نیا میں غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو مسلمان اس کے مقابلے کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں۔
رائج	ہمیں اپنی طرز معاشرت میں ہندوانہ رسومات کے بجائے اسلامی تعلیمات رائج کرنا چاہئے۔
تہذیبی اصلاح	مسلمانوں کو اپنی تہذیبی اصلاح کرنے کے لئے قرآن و سنت سے رہنمائی حاصل کرنا چاہیئے۔

خلیفہ اسلام	حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے خلیفہ اسلام تھے۔
قومیت	مسلمانوں کی قومیت رنگ، نسل، زبان اور جغرافیائی قیود سے آزاد ہے
انتشار	مسلمانوں میں انتشار کی بنیادی وج اسلام سے دوری ہے۔
مثالی مملکت	پاکستان کو اپنی محنت کے بل بوتے پر ایک مثالی مملکت بنائیں گے۔
مستحکم	پاکستان آرمی ایک مستحکم ادارہ ہے۔
معرض وجود	پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آیا۔

سوال نمبر ۴: اس مضمون سے کم از کم پانچ ایسے جملے تلاش کر کے لکھیں جن میں امدادی فعل کا استعمال ہو۔

جواب: ۱۔ جب کفر و الحاد دنیا پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

۲۔ مسلمانوں نے پھر قدم جمانے کی کوشش کی۔

۳۔ اُردو کے مقابلے میں ہندی کو قائم کر دیا۔

۴۔ انہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں جوش اور ولولہ پیدا کر دیا تھا۔

۵۔ ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا۔

سوال نمبر ۵: نظریہ پاکستان کا خلاصہ تحریر کریں؟

جواب: نظریہ پاکستان کا خلاصہ پہلے تحریر کیا جاچکا ہے طلباء و طالبات وہ دوبارہ پڑھ لیں۔

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر سید عبداللہ

پیدائش: ۵ اپریل ۱۹۰۶ء وفات: ۱۴ اگست ۱۹۸۶ء

حالات زندگی:

ڈاکٹر سید عبداللہ ضلع ہزارہ کے گاؤں منگور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

حاصل کی۔ قرآنِ مجید کے ساتھ اردو کی درسی کتب، حساب، خوش خطی، ابتدائی فارسی اور خطوط نویسی کی تعلیم گھر پر پائی۔ پھر مقامی سکول میں داخلہ لے کر مڈل پاس کیا۔ ۱۹۲۳ء میں میٹرک کا امتحان انھوں نے اسلامیہ ہائی سکول لاہور سے پاس کیا۔ ۱۹۲۴ء میں ایف اے اور ۱۹۲۶ء میں بی اے کرنے بعد ۱۹۲۷ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے ایم اے فارسی کیا۔ یہاں انھوں نے پروفیسر حافظ محمود شیرانی، قاضی فضلِ حق اور پروفیسر اسمٰعیل جیسے اساتذہ سے فیض پایا۔ ۱۹۳۲ء میں ایم اے عربی کا امتحان بھی امتیاز سے پاس کیا۔ ۱۹۳۲ء میں ہی جرمن سرٹیفکیٹ اور ۱۹۳۴ء میں لائبریری سرٹیفکیٹ کے امتحان پاس کیے۔

خدمات:

سید عبداللہ پنجاب یونیورسٹی میں عربک اسسٹنٹ کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۱۹۳۸ء میں ان کی تقرری اورینٹل کالج لاہور میں استاد کی حیثیت سے ہوئی۔ ۱۹۴۰ء میں وہ شعبۂ اردو میں منتقل ہو گئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۵۲ء میں اسی شعبے میں پروفیسر اور پھر صدرِ شعبہ مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں یونیورسٹی اورینٹل کالج میں پرنسپل کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ انھیں اردو سے بے پناہ لگاؤ تھا اور وہ دن رات، بلکہ آخری سانس تک اردو کے نفاذ کے لیے کوشاں رہے۔ ۹/ مارچ ۱۹۸۶ء کو شعبۂ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں اپنے دفتر میں کام کر رہے تھے کہ ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ کئی ماہ اس مرض میں مبتلا رہنے کے بعد آخر یہ نامور استاد، ادیب، صحافی، عالم اور محسنِ اردو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

تصانیف: نقدِ میر، سر سید اور ان کے رفقاء، وجہی سے عبدالحق تک، مباحث اور اشاراتِ تنقید وغیرہ۔

پاکستانی قومیت کا مسئلہ

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
قومیت	ایک قوم ہونا	سالم	پورا/ تمام
مقروروں	اندازہ لگانے والے	عُنصر	جز
محرروں	تحریر کرنے والے	شوشہ	شرارت کی بات/ افواہ
شب و روز	دن رات	گمراہ کن	بہکنا
مصروف	سرگرم	لازم وملزوم	لازمی/ ضروری
دلیل	ثبوت	محض	صرف
حجت بازی	تکرار کرنا/ جلد بازی	عرف عام	عام طور میں
قطعی	واقعی/ یقینی	تضاد	اُلٹ
شک	شبہ	رہبانیت	تارک دنیا ہونا
گنجائش	جگہ	مخالفت	اختلاف
تعجب	حیرانگی	مصائب	تکالیف دکھ / مصیبت کی جمع
متفقہ	اکھٹا/ مشترکہ	سراغ	کھوج
مخصوص	خاص	پس جی بائید کردائے اقوام شرق	اس کے بعد کیا کرو گے مشرق والوں
مشترک نظام	ایک جیسا نظام	وحدت	ایک ہونا
مضطرب	بے چینی	حب الوطنی	وطن کی محبت
تصور حیات	زندگی کا تصور	مفادات	فائدہ/ مفاد کی جمع
پہلو بہ پہلو	ساتھ ساتھ	پارہ پارہ کرنا	ٹکڑے ٹکڑے کرنا

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

تحفظ	حفاظت	منتشر	بکھرا ہوا
متحدہ	اکھٹی / اکھٹا	لسانی تحریک	زبان کے متعلق تحریک
باطن	پوشیدہ / چھپا ہوا	ذی فہم	سوچ رکھنے والا
تخیل	خیال	تعصب	جھگڑا / حسد
متحرک	حرکت میں	مشترکہ روایات	مشترکہ طور طریقے
مداح	تعریف	مسلمہ	مانا ہوا
خلل	خرابی / رکاوٹ	حقائق	حقیقت
خواب شرمندہ	جس کی تعبیر ہو	امن و آسائش	امن و آمان کی زندگی
اصول	قاعدہ	ظہور	ظاہر ہونا
یکجا	ایک ساتھ / اکھٹا	یگانگت	اتحاد
وسیلہ	ذریعہ	نسلی تعصب	خاندان یا قبیلے وغیرہ کی بنیاد پر طرف داری
نہج	ڈھنگ / طور / طریقہ		

(خلاصہ)

ڈاکٹر سید عبداللہ پاکستانی قومیت کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پاکستان کو بنے ہوئے ۱۴ سال ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک پاکستانی قومیت کا مسئلہ حل نہ ہو سکا حالانکہ قومیت کا ہر مسئلہ 1947ء سے پہلے ہی حل ہو چکا تھا، اس وقت مسلمانوں کی الگ قومیت کی دلیل کافی واضح اور مضبوط تھی کہ انگریزوں اور ہندوؤں کی سب حجت بازیاں اس کے سامنے ناکام ہو گئی تھی۔ اب اس سوال کا دوبارہ اٹھایا جانا حیران کن اور پریشان کن ہے تحریک پاکستان مسلمانان ہند کی متفقہ تحریک تھی ہندوستان کے مسلمان جب ہندوؤں کی تہذیبی تسلط سے تنگ آئے اور مسلمانوں کو

جب اپنی روایات کے ختم ہونے کا احساس ہوا تو اُنہوں نے ایک الگ وطن حاصل کرنے کیلئے تحریک شروع کردی جہاں وہ اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرسکیں۔ مسلمانوں کی زندگی اسلام پر قائم تھی اس اسلامی عقیدے کیساتھ ساتھ جغرافیائی حدود اور تقاضوں کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے ہمارے ملک کی جغرافیائی حدود مقرر ہیں اور اس کا نام پاکستان ہے پاکستانی قومیت کا دوسرا ستون وطن یا وطنیت ہے بغیر وطن کے عقیدے کا نفاذ ممکن نہیں۔

بعض لوگ بددیانتی سے یا سادگی سے پاکستان میں حب الوطنی کے پردے میں علاقہ پرستی کی تحریک چلا رہے ہیں مگر یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ علاقہ پرستی اور وطنیت پرستی میں بہت بڑا فرق ہے یوں عام حالات میں کس شخص کا کسی خاص علاقے سے محبت رکھنا یا اس کے متعلق اچھے جذبات رکھنا بالکل فطری امر ہے مگر علاقائی محبت کا وطن کے وسیع تر مفادات سے ٹکراؤ نہیں ہونا چاہیئے ورنہ علاقہ پرستی ایک ایسا مرض ثابت ہو سکتا ہے جو وطن عزیز کی ہستی کے لیے خطرناک ہوگا۔

پاکستان میں بہت سی نسلیں آباد ہیں اور بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں ان زبانوں کے ادب میں ہمارے لئے بہت سا قابل قدر سرمایہ فکر و تہذیب موجود ہے۔ یہاں بہت سے لوگ مقامی زبانوں کی محبت کا واسطہ دے کر خطے کا تعصب ابھار رہے ہیں جو کہ بہت بری بات ہے میں پاکستان کی سب اقوام کا مداح و معترف ہوں۔ اسی طرح پاکستان کی ہر زبان کی ترقی کا خواہاں ہوں اور زبان کے فروغ کیلئے کوشاں بھی ہوں مگر یہ سب اس شرط پر کہ ہر علاقہ کی خوشحالی مجموعی قومی خوشحالی میں اور ہر خطے کی زبان ملک کی مسلمہ قومی وحدت میں کوئی خلل نہ ڈالے بلکہ سب اپنے انفرادی رنگوں کے باوجود ملک کی وحدت کو مستحکم کرنے میں پورا پورا اشتراک کریں

پاکستان قومیت اور وحدت کیلئے اسلام اور ان تاریخی احساسات کو زندہ رکھنا لازم ہے جن سے یہ ملک ظہور میں آیا خدا نے ہمیں جو جغرافیہ عطا فرمایا اس کو یکجا رکھنے کیلئے اسلامی جذبہ بہت حتمی ہے اس کے علاوہ اردو زبان بھی یکجہتی اور یگانگت کا بہت بڑا وسیلہ ہے۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

اہم عبارات کی تشریح

عبارت نمبر ۱:

میں پاکستان کی سب اقوام کا مداح و معترف ہوں اور ہر زبان کی ترقی کا خواہاں ہوں اور ہر زبان کے فروغ کیلئے کوشاں بھی ہوں۔ مگر یہ سب اس شرط یہ کہ ہر علاقے کی خوشحالی مجموعی قومی خوشحالی میں اور ہر خطے کی زبان ملک کی مسلمہ قومی وحدت میں کوئی خلل نہ ڈالے بلکہ سب اپنے انفرادی رنگوں کے باؤجود ملک کی وحدت کو مستحکم کرنے میں پورا پورا اشتراک کریں یہ ان تاریخی حقائق کا تقاضہ ہے جن کے ذیراثر ایک الگ ملک خواب شرمندہ تعبیر ہوا تھا۔

حوالہ متن:

سبق کا نام	پاکستانی قومیت کا مسئلہ
مصنف کا نام	ڈاکٹر سید عبداللہ

سیاق وسباق:

پاکستان کے قیام کے وقت سب لوگ متحد تھے اور سب نے مسلمانان ہند کیلئے ایک علیحدہ وطن کی حمایت کی تھی اس لئے اس وقت علاقایت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پاکستان کسی قبیلے یا علاقے کی بنیاد پر قائم نہیں ہوا تھا پاکستان کا قیام اس تاریخ کی حقیقت یہ ہوا تھا کہ اس ملک میں پٹھان، پنجابی، بلوچی، سندھی یا بنگالی کے نام کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی بلکہ اس مشترکہ روایات، تہذیبی وحدت اور دین و مذہب کو اوّلیت حاصل ہوگی اور سب لوگ مشترکہ روایات کی حفاظت کریں گے جبکہ ہندوستان میں ان کی روایات ان کی زبان اور دین کے مخصوص طرز زندگی کے زندہ رہنے کے امکانات کم ہوں گے انہیں یہ ڈر تھا کہ کسی مشترک نظام میں ان کی ساری تہذیبی ہستی مٹ جائے گی۔

تشریح:

ڈاکٹر سید عبداللہ فرماتے ہیں کہ انہیں پاکستان میں رہنے والی سب اقوام سے محبت ہے

اور وہ پاکستان میں بولی جانے والی سب زبانوں کی ترقی چاہتے ہیں انہیں پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے ہیں اور ان کی یہ کوشش ہے کہ یہ سب اقوام اور زبانیں ترقی کریں۔ مگر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئیے کہ کسی بھی علاقے کی زبان ملک کی قومی وحدت میں بگاڑ کا سبب نہ بنے بلکہ سب زبانیں اپنی شناخت قائم رکھتے ہوئے ملک کو مضبوط کرنے میں اپنا حصہ ڈالیں پاکستان میں رہنے والی تمام اقوام قابل احترام اور کابل شناس ہیں پاکستان میں بولے جانی والی ہر زبان ملک کی وحدت کو مستحکم کر کے یہاں ہم سب کو یکجا رکھتے ہیں اسلامی جذبہ بہت قیمتی چیز، اور اس کے علاوہ اُردو زبان یک جہتی اور یگانگت کا برا وسیلہ ہے ہر فرد ملک کی ترقی میں اپنا کردار ادا کرتا ہے وطن پاکستان بنانے میں کامیاب ہوئے تھے۔

عبارت نمبر ۲:

اس تشبیہ سے یہ واضع ہو جاتا ہے کہ پاکستان کی روح یعنی اس کا تخیل تبھی زندہ رہ سکتا ہے جب روح کیساتھ بدن کی بھی حفاظت کی جائے اس طرح اس کا بدن تب ہی صحیح معنوں میں ایک زندہ ہستی بن سکے گا، جب اس کے اندر کی روح سالم اور برقرار رہے گی اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح پاکستانی قومیت کے مرکزی عقیدے (اسلامی تخیل) کو محکم بنانا اور محفوظ رکھنا لازمی ہے اس طرح اس تخیل کو اس کے جغرافیائی تخیل سے وابستہ رکھنا بھی لازمی ہے اس لحاظ سے پاکستانی قومیت کا دوسرا بڑا عصر وطن یا وطنیت ہے۔

حوالہ متن:

سبق کا نام	پاکستانی قومیت کا مسئلہ
مصنف کا نام	ڈاکٹر سید عبداللہ

سیاق وسباق:

پاکستان میں بعض لوگ بد دیانتی یا سادگی سے پاکستان میں اپنے وطن سے محبت کے نام پر علاقہ پرستی کی تحریک چلا رہے ہیں اس بات کو سمجھنے کی اشد ضرورت ہے کہ علاقہ پرستی اور وطنیت

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

میں زمین و آسمان کا فرق ہے علاقے سے محبت رکھنا یا اس کے متعلق اچھے جذبات رکھنا انسان کی فطرت میں شامل ہے ہم اپنے علاقے سے محبت کرتے ہیں مگر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ علاقائی محبت کا وطن کے مفادات سے ٹکراؤ ہونا نہیں چاہیئے۔ وطن کی محبت علاقے کی محبت سے مقدم ہے اپنے علاقے کیساتھ حد سے بڑھتی ہوئی محبت پاکستانی تو سب سے رنگی کے برابر ہے قومی وحدت کا خیال رکھا جائے وطن سے محبت ہماری ہی ترجیح ہو جاتی ہیں

تشریح:

اب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ روح کے لیے بدن کا ہونا ضروری ہے روح بدن کے بغیر اور بدن روح کے بغیر زندہ اور برقرار نہیں رہ سکتی کیونکہ دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزم ہیں اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ روح کیلئے بدن کی حفاظت ضروری ہے جس طرح روح جسم کے بغیر بے معنی ہے اسی طرح بدن روح کے بغیر نامکمل ہے اسلامی نظام اسلامی ثقافت اور تہذیب و تمدن روح ہے تو اس کا بدن پاکستان ہے جس کی حفاظت ضروری ہے علاوہ ازیں پاکستانی قومیت کے مرکزی عقیدے کی حفاظت بہت ضروری ہیں اسی طرح عقیدے کو سالم اور برقرار رکھنے کیلئے جغرافیائی حدود سے وابستگی بھی ضروری ہے پس ثابت ہوا کہ عقیدے اور وطن کا چولی دامن کا ساتھ ہے ایک مثالی مملکت کا بقاء کیلئے عقیدے اور وطن کا ہونا دونوں ضروری ہے اس طرح پاکستانی قومیت عقیدے اور وطنیت دونوں سے عبارت ہے۔

مشقی سوالات

سوال نمبر۱:۔ صحیح یا غلط پر نشان لگائیں۔

(ا) پاکستان کے بعض خطوں کی تحریک دراصل نسلی تحریک ہے۔ ص / غ

(ب) پاکستانی قومیت بالکل غیر واضح چیز ہے۔ ص / غ

(ج) پاکستانی قومیت کی اب پھر تعریف پوچھی جانے لگی ہے۔ ص / غ

(د) مسلمان اپنی تہذیب اور زندگی کے نقطہ نظر کو چھوڑنے کیلئے تیار تھے۔ ص / غ

(ہ) اقبال عقائد اور وطن کی وحدت میں گہرا عقیدہ رکھتے تھے۔ ص / غ

سوال نمبر۲: درج ذیل الفاظ و تراکیب کو جملوں میں استعمال کریں۔

الفاظ	جملے
متحدہ قومیت	علامہ محمد اقبال ابتداء میں متحدہ قومیت کے حامی تھے۔
حجت بازی دلری بازی	کسی بھی کام میں حجت بازی اچھی نہیں ہوتی۔ حجت بازی سے ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔
مستحکم	ہم اپنے وطن پاکستان کو مستحکم اور توانا دیکھنا چاہتے ہیں۔
نقطہ نظر	برصغیر پاک و ہند میں رہنے والے مسلمان اپنی تہذیب اور زندگی کے نقطہ نظر کو نہیں چھوڑنے۔
شکوک وشبہات	ایسی کوئی بات بلکل نہیں کرنی چاہئیے جس سے شکوک وشبہات جنم لے۔
تہذیبی وراثت	اُردو زبان مسلمانان ہند کی تہذیبی وراثت ہے۔
نیک نیتی	ہمیں چاہیئے کہ ہم ہر کام نیک نیتی سے کریں۔

سوال نمبر۳: ڈاکٹر سید عبداللہ نے پاکستانی قومیت کا جو مسئلہ بیان کیا ہے۔ آپ اس سے کس حد تک متفق ہیں؟

جواب: ڈاکٹر سید عبداللہ نے پاکستانی قومیت کا جو مسئلہ بیان کیا ہے میں اُس سے سو فیصد متفق ہوں کیونکہ اُن کا خیال ہے کہ عقیدے کی مثال روح اور وطن کی مثال بدن یا جسم کی طرح ہے جو ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم ہیں جس طرح جسم کے بغیر روح بے معنی ہے اس طرح بدن بھی روح کے بغیر نامکمل ہے ڈاکٹر سید عبداللہ کی اس بات سے بالکل اتفاق کیا جاسکتا ہے کہ ایک آزاد اور خود مختار مملکت میں ہی اپنے عقیدے اور روایات کی حفاظت کی جاسکتی ہے اقلیت اور اکثریت مل کر ملک کی فلاح و بہبود کا سوچے کیونکہ دنیاوی لحاظ سے مسلم اور غیر مسلم کے حقوق برابر ہیں غیر

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

مسلموں کو بھی اپنے وطن سے گہری محبت ہو سکتی ہے۔

سوال نمبر۴: قومیت اور علاقائیت کے مابین جو امتیاز مصنف نے واضح کیا ہے اسے اپنے لفظوں میں لکھیں؟

جواب: **قومیت اور علاقائیت کے مابین امتیاز**: قومیت کا مطلب ہے ایک قوم جیسے پاکستانی ہندوستانی، جاپانی، وغیرہ وغیرہ قومیت کا مفہوم ہے کہ بلا امتیازی رنگ، نسل، زبان اور مذہب لوگوں کو مساوی حقوق حاصل ہو۔

قومیت سے مراد یہ بھی ہے کہ کسی قوم کی ایک جغرافیائی حدود بھی ہو جس میں وہ اپنے عقیدے تہذیب ثقافت اور روایات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں ان میں رنگ نسل کا امتیاز نہ ہو سب کے حقوق برابر کسی کے ساتھ نہ انصافی نہ ہو اور سب خوشحالی سے زندگی گزار سکے۔

2) علاقائیت نسلی، لسانی یا علاقائی عصبیت کا نام ہے مصنف کے خیال میں اپنے نسل یا زبان کی ترقی کیلئے کوشش کرنا جرم نہیں لیکن اس کو قومیت پہ فوقیت دینا جرم ہے۔ علاقائیت کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ہمارا تعلق ایک مخصوص زبان بولنے اور ایک علاقے میں رہنے والے ہیں کشمیر میں بسنے والے کشمیری اور پنجاب میں رہنے والے پنجابی ہیں عام حالات میں کسی شخص کا کسی خاص علاقے سے محبت کرنا یا اس جگہ کے بارے میں اچھے جذبات رکھنا فطری امر ہے لیکن علاقائی محبت کا وطن کے وسیع مفادات سے ٹکراؤ نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ ٹکراؤ ملک کی ترقی کیلئے نقصان دہ ہے۔

سوال نمبر ۵:۔ خالی جگہیں اصل متن کے مطابق پر کریں۔

۱) جن کے تصورات کو میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پر محمول نہیں کرتا۔ (بدنیتی)
۲) پاکستان کیلئے جُدا قومیت کا جو ۔۔۔۔۔۔۔۔ اُٹھایا جاتا ہے۔ (سوال)
۳) پاکستانی ۔۔۔۔۔۔۔۔ بالکل واضح چیز ہے۔ (قومیت)
۴) قوم کو ابھی خود بھی معلوم نہیں کہ ہم ۔۔۔۔۔۔۔۔ بھی ہیں یا نہیں۔ (قوم)
۵) جس کی کسی نے ۔۔۔۔۔۔۔۔ کر دی تھی۔ (وضاحت)

سوال نمبر۶:۔ فعل متعلق کیا ہوتا ہے۔

تمیز یا متعلق فعل:

وہ الفاظ جو فعل کی کیفیت یا حالت میں تھوڑی سی کمی پیشی کرتا ہے چند تمیزی الفاظ درج ذیل ہیں

کبھی کبھی، کبھی نہیں، کبھی نہ کبھی، ہمیشہ اکثر، عموماً، آئے دن، روز روز، یکا یک اچانک، جلدی جلدی وغیرہ وغیرہ۔

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر عبادت بریلوی

پیدائش: ۱۹۲۰ء — وفات: ۱۹۹۸ء

حالات زندگی:

ڈاکٹر عبادت بریلوی نے پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز اینگو عربک کالج دلی سے کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد لاہور آئے اور اورینٹل کالج لاہور سے منسلک ہو گئے اور ترقی کرتے ہوئے شعبۂ اُردو کے صدر بن گئے۔ ڈین فیکلٹی آف آرٹس بھی رہے اور اورینٹل کالج کے پرنسپل بھی ۱۹۸۰ء میں وہ ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔

اُسلوب:

وہ اُردو کے ایک نامور محقق تھے۔ اُن کی بیشتر کتابیں ہندو پاک کی مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب کا حصہ رہی ہیں لیکن بطور نقاد بھی اُن کی حیثیت مُسلّمہ ہے۔ ان کی تنقید کا انداز وضاحتی تجزیے کا ہے۔ ایسے تجزیے میں کسی مصنف کے ابتدائی احوال سے لے کر ارتقائی مرحلے بھی کچھ زیرِ بحث آ جاتے ہیں۔ اُن کا تجزیہ عام طور پر ہمدردانہ ہوتا تھا۔ وہ ادبی مسائل کی پیچیدگیوں میں نہیں اُلجھتے، بلکہ معنوی سطح پر رہتے ہوئے ادب پارے کا تمام احوال قاری کے سامنے رکھ دیتے تھے۔ وہ اپنے تجزیے کو درجہ بہ درجہ قاری کے سامنے کھولتے ہوئے اسے اپنے منطقی استدلال سے

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

قائل کرتے ہیں۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی کے ہاں تحقیق اور تنقید کا رشتہ زیادہ مضبوط نظر آتا ہے۔ ایک محقق کی حیثیت سے اُنھوں نے فورٹ ولیم کالج کے اساتذہ کے تصنیفی کارناموں اور غیر معمولی نوادر کو تلاش کیا۔ اُنھوں نے گلکرسٹ کی نظمیں، حیدری کی کہانیاں، وَلی، میرؔ اور مومنؔ کے حالات زندگی تلاش کی، جو ایک گرانقدر تخلیقی کارنامہ ہے۔

تصانیف:

اُردو تنقید کا ارتقا، تنقیدی زاویے، غزل اور مطالعۂ غزل، غالبؔ کا فن، روایت کی اہمیت، جدید شاعری، جدید اُردو ادب اور میر تقی میرؔ وغیرہ

کچھ ادب کے بارے میں

مصنف ڈاکٹر عبادت بریلوی

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
صدی	سو سال	مادیت	مادے سے بنی ہوئے چیزیں جن کا وجود ہو
ازل	ابتداء	نوعیت	قسم
شعور و ادراک	سمجھ بوجھ	ماسوائے	بغیر
ہزارہا	ہزاروں	بادِ سموم	بہت گرم ہوا
سانچوں میں ڈھلنا	مختلف شکل اختیار	متلاطم موجیں	طوفانی موجیں
حوادث	حادثہ کی جمع	نقوش	نقش کی جمع / علامت / نشان

شادابی	ہریالی / سرسبز ہونا	مشاطگی	سجانا سنوارنا
قدامت	عظمت	تغیرات و انقلابات	تبدیلی
لطف	مزہ	موضوعات	موضوع کی جمع / عنوان
مسرت	خوشی / مسکراہٹ	مدوجذر	اُتار چڑھاؤ
سانحات	سانحہ کی جمع / حادثہ	جمالیات	خوبصورتی / حُسن
اضطراری	بے چینی	شیدائی	چاہنے والا / عاشق
آفاقیت	عالمگیریت	ذہنی رجحان	فکری خیالات
نکھار	چمک	ہم آہنگی	باہم ملنا
فقدان	قلت	کریہہ	بدصورت
جگ بیتی	جو واقعات دنیا پر گزرے ہیں	رعنائی	خوبصورتی
صناعانہ	کاریگرانہ	قوی	مضبوط
منغض	ناراض / رنجیدہ	آراستہ پیراستہ	سجا سجایا / خوبصورت
شستگی	عمدگی / پاکیزگی	سماج	معاشرہ
عالم آشکارا	جو دُنیا پر ظاہر ہو	دل موہ لینا	دل کش / پسندیدہ
افتادِ طبع	طبعیت کی اُٹھان	حائل ہونا	رُکاوٹ ڈالنا
نو وارد	نیا آنے والا	دھارے	بہاؤ
آفرینش	پیدائش	فطری	قدرتی
سوتا پھوٹنا	چشمہ جاری ہونا	فنونِ لطیفہ	شاعری، مصوری خطاطی، سنگ تراشی وغیرہ

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

(خلاصہ)

زمانے بیت گئے، صدیاں گزر گئیں، لیکن ازل سے ادب کا جو سوتا انسانی ذہن و دماغ، شعور و ادراک اور جذبات و احساسات سے پھوٹا تھا۔ وہ آج بھی اس طرح بہ رہا ہے۔ اس درمیان میں ہزار ہا انقلابات آئے، زمانے نے کئی کروٹیں لیں اور دنیا کے نقشے کو بدل کر رکھ دیا لیکن کوئی انقلاب، کوئی تبدیلی، کوئی حادثہ ادب کے اس بہتے ہوئے چشمے کو خشک نہ کر سکا۔

یہی وجہ ہے کہ ہمیں ادب میں ہر زمانے کی تہذیب کے اثرات کارفرما ملتے ہیں۔ ادب زمانے کا ایک عکس معلوم ہوتا ہے، اُس زمانے کی سماجی، معاشی اور اقتصادی حالات کا، زندگی کی ساری تصویریں اُس میں ہمیں چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی نظر آتی ہے لیکن یہاں پر کئی سوالات جنم لیتے ہیں۔ کہ آخر ادب کیوں پیدا ہوا؟ کیوں اس چشمہ دریاؤں کی صورت اختیار کرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ ہر دور میں برابر بہتا رہا؟ کیوں اس کو زمانے کی تغیرات خشک نہ کر سکا؟

انقلابات و تغیرات کیوں اس کی راہ میں حائل نہ ہو سکے؟ وہ کیوں ہر زمانے کی زندگی کو سرسبزی و شادابی سے روشناس کرتا رہا اور کیوں اس نے بعض اوقات خود زمانے کہ بہتی ہوئی ندی کے دھارے کے رُخ کو بدل دیا؟

یہ سوالات ہر اُس شخص کے لئے ضروری ہے جو ادب کی سمجھ بوجھ رکھتا ہو۔ ان سوالات کی تہہ تک جانے کے بغیر ادب کو پوری طرح سمجھا نہیں جا سکتا۔ یہ اس کی اہمیت کا نتیجہ ہے کہ ادب کے ساتھ ساتھ ہر زمانے میں ان سوالات پر تحقیق ہوتی رہی اور تحقیق نگاروں نے مختلف زاویوں سے ان پر روشنی ڈالی تخلیق کا جوہر اور تخلیق کی خواہش انسان کے اندر بالکل فطری ہے۔ انسان نہ صرف ادب بلکہ ہر نئی چیز کی تخلیق میں لطف محسوس کرتا ہے لیکن دوسری تخلیقات میں مادے کو دخل نہیں انسان کے جذبات و احساسات میں جو متلاطم موجیں برابر اُٹھتی رہتی ہیں اُن کو خوبصورت الفاظ کا جامہ پہنا دینا ادب کہلاتا ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان جذبات و احساسات کو انسان نے خود اپنے تک محدود کیوں نہیں

رکھا۔ اور عالم آشکارا کرنے کی کوشش کیوں کی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان میں یہ خواہش بھی بالکل فطری ہے کہ جو خیالات اُس کے دل میں ہو وہ دوسرے لوگوں تک پہنچائیں اور اس تخلیق میں اُس کو ذاتی سکون ملتا ہے اور سماج کے دوسرے افراد اس میں دلچسپی لیتے ہیں۔ انسان کے اندر حُسن کا احساس سب سے قوی ہے اور وہ ہر لمحہ ہر گھڑی اس حُسن کی تلاش میں رہتا ہے۔ تو پھر جہاں تک ادب کا تعلق ہے، اس میں تو حُسن ہوتا ہی ہے چاہیے اس کے موضوعات بذاتِ خود حسین نہ ہو بلکہ کریہہ اور بدصورت ہو تو پھر یہ فن کار کا کمال ہے کہ وہ بدصورت سے بدصورت چیز میں بھی حُسن اور دل کشی پیدا کردے پس انسانی زندگی میں اس کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔

اہم عبارات کی تشریح:

عبارت نمبر ا:

لیکن آخر ادب کیوں پیدا ہوا؟ کیوں اس کا سوتا پھوٹا اور پھوٹ کر چشموں دریاؤں کی صورت اختیار کرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ ہر زمانے ہر دور اور ہر ماحول میں برابر بہتا رہا؟ کیوں اس کو حوادثِ زمانہ کی بادِ سموم خشک نہ کر سکی؟ انقلابات و تغیرات کیوں اس کی راہ میں حائل نہ ہو سکی؟ وہ کیوں ہر زمانے کی زندگی کو سرسبزی و شادابی سے روشناس کرتا رہا؟

حوالہ متن:

سبق کا نام :	کچھ ادب کے بارے میں
مصنف کا نام :	ڈاکٹر عبادت بریلوی

سیاق و سباق:

ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں کہ ہمیں ادب میں ہر زمانے کی تہذیب کے اثرات کار فرما ملتے ہیں وہ بالکل ایک عکس معلوم ہوتا ہے اس زمانے کے سماجی، معاشی اور اقتصادی حالات کا زندگی کی ساری تصویریں اس میں ہمیں چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی نظر آتی ہیں۔
یہاں پر کچھ سوالات بھی جنم لیتے ہیں یہ سوالات ادب کے ہر اس طالب علم کے لیئے ضروری اور

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

اہم ہیں جو ادب کے بارے میں سوچنا سمجھنا اور اس کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ادب کیوں پیدا ہوا؟ کیوں صدیاں گزرنے کے بعد بھی یہ ختم نہیں ہوا بلکہ اس کا سوتا پھوٹا اور پھوٹ کر چشموں اور دریاؤں کی صورت اختیار کیا؟

تشریح:

تشریح طلب عبارت میں ڈاکٹر عبادت بریلوی ادب کی تخلیق اور فروغ کے بارے میں مختلف زاویوں سے کئی سوالات اُٹھاتے ہیں اور پھر اُن کے جوابات بھی خود تلاش کر کے اپنا نقطہ نظر پڑھنے والے کے ذہن میں بٹھا دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ادب آخر کیوں پیدا ہوا۔ اس کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟

کیوں ازل سے ادب کا جو سوتا پھوٹا تھا ابھی تک جاری و ساری ہے اور دریاؤں اور سمندروں کا شکل اختیار کر چکا ہے؟ وہ کونسے عناصر ہیں جس کے سبب اس سمندر کو روز بروز فروغ مل رہا ہے۔

کیوں زمانے کی انقلابات وتغیرات نے اس سوتے کو خشک نہ کیا؟

کیوں وقت کے ساتھ ساتھ ادب کے فروغ میں اضافہ ہوتا رہتا ہے؟

ادب کیوں ہر زمان و مکان کو اپنے آغوش میں لے کر اس کی زندگی کو سرسبزی و شادابی سے روشناس کراتی رہی؟

عبارت نمبر۲:

سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان جذبات و احساسات کو انسان نے خود اپنے تک محدود کیوں نہیں رکھا اور عالم آشکارا کر دینے کی کوشش کیوں کی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان میں یہ خواہش بھی بالکل فطری ہے کہ جو خیالات اس کے دل میں پیدا ہو۔ ان کو وہ بہتر سے بہتر طریقے سے دوسروں تک پہنچائے انسان ایک سماجی مخلوق ہے ایک دوسرے سے مل جل کر رہتا ہے اور جو کچھ اس پر گزرتا ہے۔ اُن سب کو کسی نہ کسی صورت میں ساتھیوں تک پہنچا دینا، اس کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے۔

حوالہ متن:

سبق کا نام	کچھ ادب کے باری میں
مصنف کا نام	ڈاکٹر عبادت بریلوی

سیاق وسباق:

ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں کہ ابتدائی زمانہ میں ادب کے نشانات ہمیں اُن گیتوں کی شکل میں ملتے ہیں، جو انسان کے وقتی تاثر کے زیر اثر تخلیق کئے گئے تھے لیکن یہاں ایک سوال جنم لیتا ہے۔ کہ آخر کار انسان نے اپنے جذبات و احساسات عالم آشکارا کر دینے کی کوشش کیوں کی۔ تو انسان کی یہ خواہش بالکل فطری ہے۔ ایک طرف تو تخلیق کی فطری خواہش اور دوسری طرف اپنے آس پاس کے آفراد سے دل پر بیتی ہوئی حالت کو ظاہر کر دینے کا خیال ان دونوں عناصر نے مل کر ادب کو پیدا کیا۔ اسی لیے ادب بہ یک وقت انسان کا ایک اضطراری اور سماجی فعل ہوا جس میں آفاقیت کی جھلکیاں بسیرا لیتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

تشریح:

مصنف ڈاکٹر عبادت بریلوی نے مضمون کچھ ادب کے بارے میں ادب کی تخلیق پہ مختلف زاویوں سے کئی سوالات اُٹھائیں ہیں کہتے ہے کہ انسان آخر کیوں اپنی جذبات و احساسات کا اظہار بابانگ دہل کرتا ہے۔ وہ کونسے وجوہات ہیں کہ انسان کو ایسا کرنے پر مجبور کرتا ہے؟ مصنف کہتے ہے کہ انسان ایک سماجی مخلوق ہے اپنا دُکھ درد ایک دوسرے سے شریک کرتا ہے لہذا جب وہ کوئی نئی چیز تخلیق کرتا ہے تو اس کا اظہار مختلف صورتوں میں اپنے ساتھیوں سے کرتا ہے اور اُن سے داد وصول کرتا ہے۔ مصنف کہتے ہے کہ یہ انسان کی ایک فطری خواہش ہے۔ کہ جو کچھ اُس پر بیتا ہو اُن واقعات وسانحات کو مختلف پیرائے میں دوسروں تک پہنچائیں۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

مشقی سوالات

سوال نمبر 1:۔متن کی مدد سے خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) انسان کے اندر ------ کا احساس سب سے زیادہ قوی ہے۔

(ب) زمانے کی ------ اس کو بناتی سنوارتی ہے۔

(ج) ان جذبات واحساسات کو ------ نے خود اپنے تک محدود کیوں نہیں رکھا۔

(د) ادب سے انسان کی ------ کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے۔

(ہ) بہر حال یہ ------ کے ابتدائی نقوش تھے۔

(و) ادب کے قدم ترقی کی ------ پر برابر آگے بڑھتے گئے۔

(ز) احساس جمال کا ہونا ہر ------ کے اندر لازمی ہے۔

جوابات

(ا)	حسن	(ب)	مشاغل
(ج)	انسان	(د)	دلچسپی
(ہ)	ادب	(و)	شاہراہ
(ز)	انسان		

سوال نمبر 2:۔عبادت بریلوی نے اس مضمون میں کن زاویوں سے ادب کی افادیت پر روشنی ڈالی ہے؟

جواب: ادب کسی معاشرے کی تہذیب وثقافت ،تمدن و معاشرت کی عکاسی کرتا ہے ۔ زیرِ نظر مضمون کچھ ادب کے بارے میں مصنف نے خوبصورت اور عمدہ انداز میں ادب کی افادیت پر اظہار خیال کیا ہے مصنف کہتے ہیں کہ ادب میں ہر زمانے کی تہذیب کے اثرات کار فرما ہوتے ہیں مصنف کہتے ہیں کہ زمانے بیت گئے صدیاں گزر گئیں لیکن ازل سے ادب کا جو آغاز ہوا ہے وہ آج بھی اُسی طرح جاری وساری ہے کیونکہ ادب ایک ایسا مقام ہے جہاں فنکار کا کمال صناعی

بدصورت چیز کو بھی حسین بنا دیتا ہے ادب کے ذریعے انسان اپنے خیالات ،جذبات واحساسات بہتر سے بہتر طریقے سے دوسروں تک پہنچا سکتا ہے ۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان زندگی میں ادب کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کر سکتا۔

سوال نمبر 3:۔تنقید کی تعریف کریں۔ نیز بتایئے کہ زیرِ نظر مضمون کچھ ادب کے بارے میں کہاں تک اس پر پورا اُترتا ہے؟

جواب: **تنقید کی تعریف** :۔تنقید عربی زبان کے لفظ نقد سے نکلا ہے۔ جبکہ انگریزی میں اس کو (کریٹیسزم) کہتے ہیں جس کی معنی کھری اور کھوٹے کا پرکھنا ہے ۔ادبی اصطلاح میں اس کا مطلب شاعر یا ادیب کے فن پارے کی حُسن وقبیح کا احاطہ کرتے ہوئے اُس کا مقام متعین کرانا اور خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی کر کے اس بات کو ثابت کرنا مقصود ہے کہ شاعر یا ادیب نے اپنے فن پارے کے ساتھ کس حد تک انصاف کیا ہے۔

زیرِ نظر مضمون کچھ ادب کے بارے میں ایک عمدہ تنقیدی تحریر ہے کیونکہ اس مضمون میں مصنف نے ادب کی افادیت اور اہمیت پر مختلف پیرائے میں اظہار خیال کیا ہے۔

سوال نمبر 4:۔ادب کی اہمیت پر نوٹ لکھیں؟

جواب: ادب سے مُراد یہ ہے کہ انسان کے جذبات واحساسات کو مؤثر اور خوبصورت انداز میں تحریری ہوئی شکل میں پیش کرنا ادب کہلاتا ہے۔

ادب کی اہمیت:۔

ظاہر ہے انسان جذبات واحساسات کا پتلا ہے اور چونکہ وہ اپنے اردگرد ماحول کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ اپنے معاشرے کی سماجی ،معاشرتی ،اقتصادی حالات کا عکاسی کرتا ہے ۔ خارجی چیزیں اور ان سے پیدا ہونے والے واقعات اُن کے جذبات کے ٹھہرتے ہوئے سمندر میں ایک ایسی ہوا کا کام کرتے ہے جس سے اس میں مدوجذر اور تلاطم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے ۔ جذبات کی سمندر کی اندر متلاطم موجوں کو وہ الفاظ کا روپ دے دیتا ہے ۔جس کو ہم ادب میں شمار

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

کرتے ہیں۔ جہاں تک ادب کا ادب کا تعلق ہے تو اس میں حُسن ہوتا ہے چاہے اس کے موضوعات بذاتِ خود حسین نہ ہو بلکہ کریہہ اور بدصورت ہو یہ تو فن کار کا کمال ہے کہ وہ بدصورت سے بدصورت چیز میں بھی حُسن کی رعنائی پیدا کرتا ہے۔ پس انسانی زندگی میں اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

سوال نمبر 5:۔ فعل کی فاعل سے مطابقت کے حوالے سے درست کر کے لکھیں:

☆ میری کتابیں، قلم اور کاپیاں سب کچھ کھو گئے۔

☆ چار کپ، ایک گلاس اور دو پلیٹیں ٹوٹ گئے۔

☆ شاہ جہاں نے عمارتیں بنوائی۔

☆ ہم نے پہاڑ کے پتھروں کو کالے پائے۔

☆ فضول خرچی کی وجہ سے اُس کا سرمایہ اور احترام لُٹ گئے۔

جواب درست جملے

☆ میری کتابیں، قلم اور کاپیاں سب کچھ کھو گیا۔

☆ چار کپ، ایک گلاس اور دو پلیٹیں ٹوٹ گئیں۔

☆ شاہ جہاں نے عمارتیں بنوائیں۔

☆ ہم نے پہاڑ کے پتھروں کو کالا پایا۔

☆ فضول خرچی کی وجہ سے اُس کا سرمایہ اور احترام لُٹ گیا۔

سوال نمبر 6: سیاق وسباق کے حوالے سے درج ذیل جملوں کی تشریح کریں۔

ا) ایک طرف تو تخلیق کی فطری خواہش اور دوسری طرف اپنے آس پاس کے افراد سے دل پر بیتی ہوئی حالت کو ظاہر کردینے کا خیال۔ ان دونوں عناصر نے مل کر ادب کو پیدا کیا۔

حوالہ متن:

سبق کا نام کچھ ادب کے بارے میں

مصنف کا نام: ڈاکٹر عبارت بریلوی

سیاق وسباق:

ڈاکٹر عبارت بریلوی نے عمدہ انداز میں ادب کی تخلیق پر بحث کیا ہے کہتے کہ ادب چونکہ جذبات واحساسات کا مظہر ہے اس لئے انسان اس کو اپنی حد تک نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ انسان کے فطرت میں یہ بات شامل ہے کہ وہ ہر نئی چیز کی تخلیق کے بعد اس کی تشہیر آس پاس موجود لوگوں کے سامنے کرتا ہے اس لیے ادب بہ یک وقت انسان کا ایک اضطراری اور سماجی فعل ہوا جن میں آفاقیت کی جھلکیاں بسیرا لیتی ہوئی نظر آتی ہے۔

تشریح:

ڈاکٹر عبارت بریلوی کہتے ہیں کہ ادب کی تخلیق میں کئی عناصر کارفرما ہوتے ہیں پہلا عنصر یہ ہے کہ تخلیق کی خواہش انسان کا فطری عمل ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ انسان چاہتا ہے کہ اُس پر بیتے گئے واقعات کو تحریری شکل میں بیان کر کے اسکا پرچار کریں تاکہ اس کے پاس کے لوگ بھی اس تحریر سے مستفید ہو سکے۔ دوسرا عنصر انسان زندگی میں تبدیلی چاہتا ہے۔ نئے نئے تجربات کرتا ہے۔ جس کو بنیا بنا کر ادب تخلیق ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

مشتاق احمد صدیقی

پیدائش: ۲راگست ۱۹۶۰ء

حالات زندگی:

صوبہ خیبر پختونخوا کے مردم خیز شہر ایبٹ آباد میں پیدا ہوئے۔ پشاور یونیورسٹی سے ایم۔اے (اُردو) کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا اور دوسری پوزیشن حاصل کی۔ 1987ء سے صوبے کے مختلف کالجوں میں درس و تدریس میں مصروف رہے اور آج کل گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج نمبر 1 ایبٹ آباد میں بحیثیت صدر شعبۂ اُردو اپنے فرائض منصبی ادا کررہے ہیں۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

اُنھوں نے ایم۔فل اُردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے مقالہ مرزا عزیز احمد داراپوری، احوال و آثار، لکھ کر مکمل کیا جب کہ اسی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کے ریسرچ سکالر رہے اور ان کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا عنوان ''ممتاز شیریں کا ذہنی ارتقا'' ہے۔

ان کا طبعی رجحان تحقیق اور تنقید نگاری کی طرف رہا۔ان کی نگارشات مختلف ادبی رسائل و جرائد اور کالج میگزینز میں چھپتے رہے،ان کے اہم مطبوعہ مضامین درج ذیل ہیں۔

۱۔ پیروڈی اور اُردو ادب　　۲۔ تحقیق وتنقید کا رشتہ

۳۔ پنیاں انگارے ایک جائزہ　　۴۔ تصورِ خدا اور مفہوم دُعا

۵۔ صحرائیت و بدویّت اقبالؒ کی نظر میں　　۶۔ ایہام گوئی کی تحریک کے اسباب

لمحہ فکریہ

مصنف: مشتاق احمد صدیقی

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
وطن عزیز	پیارا وطن	متجاوز	حد سے زیادہ
مالا مال	دولت مند	آلودگی	آلائیش/ناپاکی
تحفظ	حفاظت	زرخیز	سرسبز
حالیہ	موجودہ	بہتات	کثرت
مصائب	تکالیف /مصیبت	افراط	کثرت/ذیاتی
بے تحاشا	حد سے زیادہ	آبی	پانی کا
فقدان	کمی	ہمدرد معاون	مددگار
تخلیق	پیدائش	انتشار	افراتفری /پریشانی

سکڑنا	تنگ ہونا	شرح	تناسب
نجی	ذاتی/پرائیویٹ	منصوبہ ساز	منصوبہ بنانے والا
لمحہ فکریہ	سوچنے کا وقت	آگاہی	خبر ہونا
جنم لینا	پیدا ہونا	سہولیات	آسانیاں
شیرئی	فریاد کی محبوبہ	جوئے خون	خون کی ندی
دہر	زمانہ /زمین	ابتر	خراب
سماج	معاشرہ	مفلسی	غربت

(خلاصہ)

وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے۔ جسے اللہ تعالٰی نے قدرتی وسائل سے مالا مال کیا ہے لیکن روز بڑھتی ہوئی آلودگی اور آبادی نے اس کی ترقی میں رکاوٹیں ڈالی ہیں۔ جب کسی ملک یا معاشرے میں آبادی اور وسائل کے درمیان عدم توازن پیدا ہوتا ہے۔تو معیار زندگی بری طرح متاثر ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ بالآخر انگلستان کے مشہور معیشت دان تھامس مالتھس نے نظریہ آبادی پیش کیا جس کا تعلق آبادی میں کمی سے ہے۔ملک کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی خطرے کی گھنٹی ہے آبادی کے دباؤ کی وجہ سے خوراک،روزگار،تعلیم اور رہائشی مسائل کے ساتھ ماحولیاتی مسائل میں بھی اضافہ ہوتا ہے آبادی میں اضافے کی وجہ سے ملک میں ترقی کی رفتار سست ہو جاتی ہے اگر ہم جائزہ لیں تو پاکستان بھی اسی مسئلے سے دوچار ہے اگر آبادی کی شرح میں کمی نہ کی گئی تو آئندہ 37 سالوں میں آبادی دگنا ہو جائیگی اور 2050ء تک 349 ملین تک پہنچ جائے گی گزشتہ تین صدیوں کے دوران میں آبادی میں اضافے کی وجہ سے کئی مسائل جنم لے رہے ہیں۔اگر مناسب منصوبہ بندی سے کام لیا جائے تو ان درپیش مسائل میں کمی کی جا سکتی ہے اور عوام کے معیار زندگی کو بہتر کیا جا سکتا ہے معیار زندگی کا تعلق مادی اشیاء وسہولیات کے حصول

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

کے ساتھ ساتھ اس کے سماجی ماحول اور ذہنی کیفیت سے بھی ہے مثلاً تعلیم اور اس کی شرح خواندگی صحت اور حفظانِ صحت کے اصولوں پر عمل، جمہوری اقدار، آزادی اظہار، سماج میں خواتین کا مقام ترقی کے یکساں مواقع، قانون کی پاسداری اور کتب بینی کی طرح معیار زندگی کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوتے ہیں اس وقت ضروری ہے کہ انسان خود اعتمادی اور خود اعتدالی سے کام لے اور حقوق و فرائض میں توازن پیدا کرے عقائد اسلامی پر مکمل ایمان اور حقوق و فرائض کی اگاہی اور بہترین وابستگی بہت سے مسائل کو کم کر سکتی ہے۔

اہم عبارات کی تشریح:

عبارت نمبر1:

بہتر معیار زندگی ہر فرد کا بنیادی حق ہے لیکن آبادی اور مسائل میں عدم توازن اس حق کو متاثر کرتا ہے۔ اس سے محبت، احترام، دردمندی اور رازداری کی جگہ خودغرضی، ابتری، بے اطمینانی اور انتشار پھیلتا ہے جرائم میں اضافہ ہو جاتا ہے اور سماجی بنیادیں کھوکھلی ہو جاتی ہے بے روزگاری کی شرح میں بے حد اضافہ ہو جاتا ہے۔

حوالہ متن:

سبق کا نام : لمحہ فکریہ

مصنف کا نام: مشتاق احمد صدیقی

سیاق وسباق:

موجودہ چالیس پچاس سالوں میں ترقی کی راہ پر سفر کرنے والے کئی ممالک جن میں بھارت، سری لنکا، اور پاکستان شامل ہیں آبادی کی زیادتی کا شکار ہیں ان ممالک کی آبادی میں ہر سال اتنا اضافہ ہوتا ہے جتنی دنیا کے پچاس چھوٹے ملکوں کی کل آبادی میں ہوتا ہے اس بے تحاشہ اضافے سے فی کس آمدنی متاثرہ ہوتی ہے خوراک، رہائش، تعلیم اور طبی سہولتوں کا فقدان پیدا ہوتا ہے آبادی کی وجہ سے کسی ملک کی ترقی کی رفتار سست ہو جاتی ہے عوام آبادی کی کثرت کی وجہ سے

مہنگائی کے عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

تشریح:

حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ہر شہری کو وہ تمام سہولتیں فراہم کرے جن کی اسے ضرورت ہے کیونکہ خوشحال زندگی گزارنا ہر شہری کا بنیادی حق ہے لیکن حکومت کیلئے یہ کام اس وقت مشکل ہو جاتا ہے جب آبادی میں عدم توازن ہو اور آبادی بے تحاشا بڑھ رہی ہو۔ اس صورت حال میں شہریوں کے حقوق متاثر ہوتے ہیں محبت احترام ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونا اور رواداری جو ایک مثالی معاشرے کے سنہری اصول ہوتے ہیں یہ نہ صرف ناپید ہوتے ہیں بلکہ ہر طرف افراتفری اور انتشار پھیل جاتا ہے ہر طرف لوٹ مار۔ رشوت اور سفارش کا بازار گرم ہو جاتا ہے اور معاشرے میں توازن قائم نہیں رہتا ملک کے باشندے ایک دوسرے کے جانی دشمنی بن جاتے ہیں اور جرائم میں بے پنا اضافہ ہو جاتا ہے۔

عبارت نمبر2:

آبادی کے دباؤ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ممالک جہاں آبادی کا دباؤ کم ہے اور دوسری ان ممالک کی جہاں آبادی کا دباؤ بہت زیادہ ہے آبادی کے دباؤ کی یہ اقسام ہر ملک کی شرح پیدائش کو مدنظر رکھ کر متعین کی جاتی ہے جن ممالک میں آبادی کا یہ دباؤ کم ہے وہاں عموماً شادیاں زیادہ عمر میں کی جاتی ہیں جسکی وجہ سے آبادی کے دباؤ میں اضافہ نہیں ہوتا لیکن جن ممالک میں کم عمری میں شادیاں کر دی جائیں وہاں آبادی کے دباؤ میں بے تحاشا اضافہ ہو جاتا ہے۔

حوالہ متن:

سبق کا نام: لمحہ فکریہ

مصنف کا نام: مشتاق احمد صدیقی

سیاق وسباق:

پاکستان کی بڑھتی ہوئی آبادی اس ملک کی ترقی میں بڑی رکاوٹ ہے جن ممالک کی

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

آبادی کم ہے وہ خوشحال اور آسودہ حال ہیں لیکن زیادہ تر ممالک میں بھارت، سری لنکا، اور پاکستان پیش پیش ہیں ان ممالک میں فی کس آمدنی کم جبکہ مہنگائی بہت زیادہ ہے کسی بھی ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی اس ملک کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے آبادی کے دباؤ کی وجہ سے خوراک، روزگار تعلیم اور صحت کے ساتھ ساتھ ماحولیاتی مسائل پیدا ہوتے ہے بہتر معیار زندگی کے لیے بنیادی سہولیات اور ضروریات کا، میسر ہونا نہایت ضروری ہیں۔

تشریح:

دور حاضر میں آبادی میں اضافہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے آبادی میں اضافے کی وجہ سے کئی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو ہمیں معلوم ہوجائیگا کہ آبادی کا دباؤ کی دو قسمیں ہیں۔ بعض ممالک میں آبادی کا دباؤ کم جبکہ بعض میں آبادی کا دباؤ زیادہ ہے آبادی کے دباؤ کی یہ دونوں قسمیں ہر ملک کی شرح پیدائش یعنی پیدائش کے تناسب کے لحاظ سے مقرر کی جاتی ہیں آبادی کے کم دباؤ والے ممالک میں شادیاں تاخیر سے کی جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اُن کے ہاں شرح پیدائش کم ہوتا ہے یعنی لوگ کم ہوتے ہے اور اس طرح وہ خوشحال زندگی گزارتے ہیں اور اس سے آبادی میں تیزی سے اضافہ بھی نہیں ہوتا لیکن وہ ممالک جہاں کم عمری میں شادیاں کی جاتی ہیں تو وہاں آبادی میں بے تحاشہ اضافہ ہوتا ہے۔

مشقی سوالات

سوال نمبر ۱:۔ سبق کی مدد سے خالی جگہ پر کریں۔

ا: وطن عزیز ایک ------ ملک ہے۔ (ترقی پذیر)

ب: تخلیق آدم کے بعد نسل انسانی ------ پھیلنی شروع ہوئی۔ (تیزی)

ج: درختوں کے بے تحاشہ ---------- سے جنگل سکڑ گئے۔ (کٹاؤ)

د: تا کہ پوری ------ کے معیار زندگی کو بہتر کیا جا سکے۔ (نواع انسانی)

ہ: وطن عزیز کبھی ایسی طرح کے ---------- سے دوچار ہے۔ (پیچیدہ حالات)

ج: درختوں کے بے تحاشہ ---------- سے جنگل سکڑ گئے۔ (کٹاؤ)

د: تا کہ پوری ------ کے معیار زندگی کو بہتر کیا جا سکے۔ (نواع انسانی)

ہ: وطن عزیز کبھی ایسی طرح کے ---------- سے دوچار ہے۔ (پیچیدہ حالات)

و: بہتر معیار زندگی ہر فرد کا ------ حق ہے۔ (بنیادی)

ز: جس میں ہماری ------ اقدار نے سب سے اہم کردار ادا کیا ہیں (قومی)

سوال ۲: معیار زندگی سے کیا مراد ہے؟ اس کو کس طرح بلند کیا جا سکتا ہے؟

ج: معیار زندگی سے مراد کسی قوم یا ملک کے لوگوں کو حاصل کردہ وہ سہولیات ہیں جو زندگی گزارنے کیلئے ناگزیر ہیں۔ اس میں خوراک، تعلیم، رہائش، طبی سہولیات وغیرہ شامل ہیں علاوہ ازیں معیار زندگی بلند کرنے کیلئے ضروری ہے کہ آبادی کو کنٹرول کیا جائے کسی بھی ملک کے عوام کے معیار زندگی کو بلند کرنے کیلئے خوراک، رہائش، تعلیم، طبی سہولتوں ہونا بہت ضروری ہوتا ہے اور پھر اس کا مناسب فقدان میں میسر ہونا ضروری ہوتا ہے قومی نقطہ نظر سے بہتر زندگی کیلئے قوم کے ہر فرد کو اس کی ضروریات اور سہولیات کا میسر ہونا ناگزیر ہے اگر زندگی کے شعبے میں سرکاری اور نجی سطح پر منصوبہ بندی سے کام لیا جائے تو ان درپیش مسائل میں خاطر خواہ کمی کی جا سکتی ہے عوام کے معیار زندگی کو بلند کیا سکتا ہے اور وطن عزیز کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا جا سکتا ہے۔

۳: مندرجہ ذیل الفاظ کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں ان کا مفہوم واضح ہوجائے

الفاظ	جملے
دباؤ	پاکستانی ٹیم دباؤ میں آکر ہمیشہ ہارتی جاتی ہے۔
منصوبہ بندی	معیار زندگی کو بہتر کرنے کے لیے منصوبہ بندی نہایت ضروری ہے۔
خود اعتدالی	خود اعتدالی سے کام کرنے والا کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔
انتشار	دہشت گرد ہر جگہ انتشار پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

پاسداری	ہمیں قانون کی پاسداری کرنی چاہیے

۴: درج ذیل الفاظ کو اعراب لگا کر درس لفظ کیساتھ لکھیں۔

تَشکیل ،مَغیَاز ،اَمرَ ،آخرِ ث ،تَوَازُن

شہر کے میونسپلی کے ایڈمنسٹریٹر کو خط لکھیں اور شاپنگ بیگ کے نقصانات سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں تلف کرنے کی تجاوز دیں۔

احمد آباد سیلائی روڈ پیر غالب بابا

پشاور

۳۱ مارچ ۲۰۱۶ء

ایڈمنسٹریٹر میونسپل کارپوریشن پشاور

السلام وعلیکم!

میں آپ کی توجہ ایک اہم اور سنجیدہ مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ وہ مسئلہ شاپنگ بیگ کا استعمال ہے جو کہ موجودہ دور میں بنی نوع انسان کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ ہے آپ بخوبی جانتے ہیں کہ موجودہ دور میں شاپنگ بیگ کا استعمال بہت زیادہ ہے کسی بھی چیز کی خریداری اس کے بغیر ادھوری ہے لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ یہ شاپنگ بیگ بہت زیادہ نقصان دہ اور مضر صحت ہے یہ شاپنگ بیگ آسانی سے تلف بھی نہیں ہوتے ہم ان کا استعمال کر کے ان کو گلی کوچوں میں پھینک رہے ہیں اور اسی طرح گلی محلّے کی نالیاں بند ہو جاتی ہے ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ صفائی کا عملہ وقت پر نہیں آتا اسی طرح گندگی نالیوں سے نکل کر باہر گلیوں میں پھیل جاتی ہے اور اس سے پورا علاقہ تعفن کا شکار ہو جاتا ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اول تو پلاسٹک کے بیگ پر پابندی لگائی جائے یا شاپنگ بیگ کو ٹھکانے لگانے کیلئے کوئی معقول بندوبست کیا جائے کاغذ کے تھیلوں کو متعارف کیا جائے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو محکمہ صفائی کو ہدایت کی جائے کہ وہ روزانہ گلی کوچوں کا صفائی کر کے دور میدانوں میں لے جا کر اس کو پھینکے امید کرتا ہوں آپ اس اہم مسئلے پر سنجیدگی

سے غور فرما کر مثبت اقدامات کریں گے

محب وطن جہانگیر

☆☆☆☆☆

رتن ناتھ سرشار

پیدائش: ۱۸۴۶ وفات: ۱۸۹۵ء

حالات زندگی

پنڈت رتن ناتھ سرشار کا شمار اُردو ادب کے ممتاز ادیبوں میں ہوتا ہے۔ وہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد درس و تدریس سے وابستہ ہو گئے۔ تخلیق نگاری کا شوق اُنھیں اخبارات اور رسائل کی طرف کھینچ لایا، وہ مختلف رسالوں اور اخبارات کے مدیر رہے۔ مہاراجہ کرشن پرشاد کی دعوت پر حیدر آباد چلے گئے اور ''دبدبہ آصفی'' کے ایڈیٹر بن گئے۔ اُن کا انتقال ۱۸۹۵ء میں حیدر آباد میں ہوا۔

اسلوب:

اُردو ناول کے ارتقا اور فروغ میں سرشار کا کردار نا قابل فراموش ہے۔ اُن کی تخلیقات فسانۂ آزاد، جامِ سرشار، اور سیر کہسار نے ایسی شہرت پائی کہ بہت سے نامی گرامی مصنفین اور مصلحین قوم ناول نگاری کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کا ابتدائی ناول ''فسانۂ آزاد''، اخبارِ اودھ میں قسط وار شائع ہوتا رہا۔ ان کے ناولوں میں پیر سپائے، ہنسی مذاق اور عجیب و غریب کمالات موجود ہیں۔ ان کا قلم رواں دواں تھا اور انداز اتنا پختہ تھا کہ محیر العقول واقعات پر بھی حقیقت کا گماں ہوتا تھا۔

دراصل اُن کا نظریہ تھا کہ ناول محض حظ اٹھانے اور وقت گزاری کا وسیلہ ہے۔ اُن کے ناولوں میں بالواسطہ مقصدیت اور اصلاح کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اُنھوں نے اپنی نثر کو آرائش سے محفوظ رکھا ہے۔ تاہم محاورات، روزمرہ اور تمثیل و تشبیہ کی معاونت سے اس کا رشتہ قدیم طرزِ

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

تحریر سے جُڑتا نظر آتا ہے۔

تصانیف:

شمس الضحیٰ، اعمال نامۂ روس، کامنی، الف لیلہ اور خُدائی فوجدار وغیرہ۔

داروغہ جی کی پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں

پنڈت رتن ناتھ سرشار

فرہنگ

خد وخال	شکل وصورت	در چوم کے	منت سماجت کر کے
والیانِ اودھ	اُودھ کے حاکم	اول مال	ایک نمبر مال
شاہ خرچیاں	فضول خرچیاں	گلام	غلام
کھری تصویر	واضح تصویر	اندھیر نگری چوپٹ راج	بدانتظامی کی وجہ سے نظام درہم برہم ہونا
نوابین	نواب کی جمع/امیر	گدے بازیاں	عقل دوڑانا/دھوکا کرنا
بٹورنا	جمع کرنا	کتر بیونت	کانٹ چھانٹ/ کمی بیشی
شکست ریخت	ٹوٹ پھوٹ	دوج	قمری مہینے کی دوسری تاریخ
بھائی بند	ہم قوم	گیدی	بے غیرت/ بے عزت
راندے جانا	دھتکارنا	اُلٹی آنتیں گلے پڑنا	نیکی کا بدلہ بدی میں دینا
کھداوند	خداوند	بونی	دن کا پہلا سودا
چاشنی	مٹھاس	پرچہ جڑنا	خبر چھاپنا
پھٹکار	لعنت/ نحوست	کائیاں	چالاک/مکار
روسا	رئیس کی جمع	ہتھے پر ٹوکنا	شروع میں روکنا

شیر مادر	ماں کا دودھ	مطلب ضبط ہونا	بات بے معنی ہونا
بھنگ	ایک نشہ آور بوٹی	بے بھاؤ کی پڑنا	مار کھانا بے عزت ہونا
سدک خر	گدھے جیسا حقیر	چہرہ شاہی	سرکاری سکہ جس پر بادشاہ کی تصویر ہو
تابہ کے باشند	کب تک ایسا ہوگا	کھپریل	کھپروں سے بنائی چھت/چوپال
کڑی	سخت	نیاریا	خاک سے سونے کے ذرے تلاش کرنے والا
بکھیڑا	جنجال/ مصیبت	ٹیڑھی کھیر	مشکل کام
گٹھڑی	یکمشت/ بنڈل	چین وچناں	ایسا ویسا
وارے نیارے	مزے	بیدھا	جادو کے اثر میں مبتلا شخص
کچا چٹھا جڑنا	صحیح صحیح حال بتانا	پنجے جھاڑ کر	مکمل طور پر
ہجور	حضور	بے ٹے کرنا	گڑبڑ کرنا
بھید	راز	تگڑم	تین افراد کا گھٹ جوڑ
گرج	غرض	لپاڈگی	ماردھاڑ/لڑائی
مُل وجن	ساراوزن	نکر گدوں	بھیک مانگنے والوں
کورنمک	نمک حرام	قرولی	شکاری چاقو
کان پر جوں نہ رینگنا	بالکل اثر نہ ہونا		
ساجھا	شریک	گھاس نہیں چھیلا	بے کار نہیں رہا
ورہی تباہی بکنا	بکواس کرنا	پھوٹی قسمت	خراب قسمت

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

لکھ لُٹ	لاکھوں روپے لُٹانے والا	مردود	ردکیا گیا
رقم پیرنے	پیسے جمع کرنے / رقم اُڑانے	بزاز	کپڑا بیچنے والا
ولایتی	غیرملکی	دھپائے گئے	تھپیڑ مارے گئے
مول	قیمت	دست پنا	چمٹا
مردنی	زردی	چوب دار	چوکیدار
پٹیلے	لے اُڑا	بھگتانا	فارغ کرنا
مونڈھے	بانس کی بنی گول کرسی	ہوائیاں اُڑنا	پریشان ہونا
دہائی	فریاد	تاڑ گیا	دیکھ لیا
خاصدان	گلوریاں رکھنے والا برتن	پٹی	بازو
شنوائی	بات سننا	صلواتیں سنانا	بُرا بھلا کہنا
کھب جانا	گھس جانا	گراں	مہنگا
ارزاں	سستا	چوکنا	خبردار ہونا
تلوہ اُڑانا	بغیر محنت کے فائدہ اُٹھانا	نامدار	بڑے نام والا
چین چپڑ کرنا	تکرار کرنا	ڈھارس	اُمید
کاؤدی	احمق / نادان	پچھواڑے	پیچھواڑے کی جانب
موکھا	سوراخ	مستعد	تیار / چاک و چوبند
السیٹھ	دھوکہ / دغا	اسرار	بھید / راز
لام کاف بکنا	گالیاں دینا	بزمِ عشرت	خوشی کی محفل
مینڈھے لڑانا	فساد کرنا	پٹ پٹا کر	مار کھا کر
جھیلے آدمی	چڑچڑے مزاج کا آدمی	للو پتو	خوشامد

کدورت	بغض / کینہ	ازخرس موئے بس است	ریچھ سے بال ملنا بھی غنیمت ہے / کنجوس سے تھوڑا ملنا بھی بہت ہے۔

(خلاصہ)

داروغہ کی پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں پنڈت رتن ناتھ سرشار کے ناول فسانہ آزاد سے انتخاب ہے فسانہ آزاد میں فنی لحاظ سے ناول کے خدوخال ملتے ہیں ۔اس ناول میں لکھنو کی معاشرتی زندگی کی عکاسی ملتی ہے لکھنوی معاشرت کو ہلکے پھلکے طنز و مزاح کیساتھ پیش کیا گیا ہے اس ناول میں والیانِ اودھ کی شاہ خرچیاں مالی معاملات اور کاروبار سلطنت سے غفلت کی سچی اور کھری تصویر پیش کی گئی ہے۔

کہانی کچھ اس طرح شروع ہوتی ہے کہ نواب صاحب نے داروغہ سے کہا کہ حلوائی کیساتھ حساب کتاب کریں اور اُن کو یہ بھی بتائے کہ وہ باسی مٹھائی نہ بیچے اس پر حلوائی نے اپنی مٹھائی کی تعریف شروع کر دی ۔داروغہ حلوائی کو ایک طرف لے جا کر کہتا ہے کہ اچھی مٹھائی بیچھو اور ہمارے حصے کا بھی خیال رکھو حساب کرنے کے بعد حلوائی نے داروغہ کو بتایا کہ کل ایک سو بیالیس روپے بنتے ہیں داروغہ نے اپنے حصہ کے بارے میں پوچھا حلوائی نے کہا سو روپے مجھے دو اور بیالیس تم رکھو داروغہ نے کہا کہ بیالیس کے باون کر دو اس طرح دونوں نے مل کر ازتمیں روپے کی جگہ ایک سو باؤن روپے کی رسید بنائی اس طرح سو روپے حلوائی نے اور باون روپے داروغہ جی نے اپنی جیب میں ڈال دیئے حلوائی اور داروغہ جی جب وارے نیارے کر رہے تھے تو اس طرح خوجی کیسے پیچھے رہ سکتے تھے انہوں نے داروغہ اور حلوائی کی تمام باتیں سنی تھی اپنا حصہ لینے کے لیے داروغہ سے درخواست کی کہ ان کو بھی اپنا حصہ دیں ۔اس پر داروغہ کو غصہ آیا اور خوجی کو بُرا بھلا کہا لیکن خوجی نے بھی تہیہ کیا تھا کہ وہ اپنا حصہ لے کے رہے گا لہذا داروغہ جی نے مجبوراً 15 روپے خوجی کو دیئے کیونکہ انہیں خوف تھا کہ کہیں بھانڈا پھوٹ نہ جائے اور نواب صاحب کو پتہ نہ چلے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

حلوائی کے بعد بزاز آتا ہے۔ داروغہ جی اس کیساتھ بھی اپنی کمیشن کی بات کرتا ہے لیکن اس دوران پھر خوجی نازل ہو جاتا ہے۔ داروغہ اور بزاز باہر کھپریل میں بیٹھ جاتے ہیں دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہیں لیکن خوجی وہاں سے جانے کیلئے تیار نہیں اس پر بزاز کو غصہ آجاتا ہے اور دونوں گھتم گھتا ہو جاتے ہیں داروغہ جی صلح و صفائی انتہائی خوبصورتی سے کرتے ہیں داروغہ جی نے خوجی کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور کمر دبائے ہوئے ہیں اور بزاز اوپر سے ان کو ٹھونک رہے ہیں داروغہ صاحب گلا پھاڑ پھاڑ کر غل مچاتے ہیں کہ کیوں لڑتے مرتے ہو۔ داروغہ اور بزاز نے خوجی کی خوب درگت بنائی لڑائی کی خبر نواب صاحب کو ہوتی ہے۔ وہ تینوں کو بلاتے ہیں باز پرس کرتے ہیں داروغہ اور خوجی نواب صاحب کو اصل صورت حال نہیں بتاتے وہاں سے فراغت کے بعد داروغہ بزاز کے معاملات طے کرتا ہے بزاز نے حساب لگایا اور پھر سات سو ترپن کا مطالبہ کیا داروغہ نے کہا کہ اصلی کتنے ہیں اور اس میں میرا کیا حصہ ہے اس نے کہا کہ دو سو چھپن تو مجھے ایک دو جو اصلی رقم ہے اور تین سو اوپر باقی تمھارے داروغہ نے حساب لگایا تو دو سو ساٹھ روپے اس کے حصہ میں آ رہے تھے داروغہ خوشی خوشی بزاز کو پیسے دے کر رخصت کر رہا تھا اتنے میں خوجی کی آواز آئی جب دیکھا تو خوجی حاضر اور اپنا حصہ طلب کر رہا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک سو روپے سے اس مرتبہ کم نہیں لوں گا داروغہ خوجی کو چالیس روپے دیتا ہے اور اس سے اپنی جان چھڑتا ہے داروغہ صاحب خوجی کی مستعدی اور چالاکی کو دیکھ کر کہتا ہے کہ ہم سمجھتے تھے کہ بس ہم ہی ہم ہیں مگر یہ ہمارے بھی گرو پیدا ہو گئے جب دیکھو سا جھے کو مستعد اچھا مگر اب ان کے دن بھی پورے ہو گئے۔ خوجی چالیس وصول کرنے کے بعد داروغہ جی سے کہتے ہیں کہ آپ کی پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں ہیں جب بھی دیکھو ہر چیز میں تمھارا حصہ ہے اور ہر وقت پیسے بٹورتے رہتے ہو۔

اہم اقتباسات کی تشریح

عبارت نمبر ا:

داروغہ اور بزاز چلے جب داروغہ صاحب کی کھپریل میں دونوں کے دونوں جا کر بیٹھے تو میاں خوجی بھی رینگتے ہوئے چلے اور دن سے موجود۔ داروغہ نے جو دیکھا تو کاٹو تو بدن میں لہو نہیں مردنی سی چہرے پر چھا گئی جب ہوائیاں اُڑی ہوئیں سمجھے کہ یہ خوجہ بھی دنیا بھر کا نیاریا ہے اس سے خدا پناہ میں رکھے صبح کو مردود نے بتے ہی میں ٹوک دیا اور پندرہ پٹیلے اب جو دیکھا کہ بزاز آیا تو پھر موجود آج رات کو اس کی نہ توڑی ہو تبھی ٹھہر تو جاؤ تو چچا ہی بنا کر چھوڑوں تو سہی۔

حوالہ متن:

سبق کا نام: داروغہ جی کی پانچوں گھی میں سر کڑاہی میں

مصنف کا نام: پنڈت رتن ناتھ سرشار

سیاق و سباق:

نواب صاحب نے داروغہ جی سے حلوائی کا حساب کرنے کو کہا تو حلوائی نے ایک سو باون کی رسید بنائی حلوائی نے داروغہ کو بتایا کہ کل ایک سو بیالیس روپے بنتے ہیں داروغہ نے اپنے حصے کے بارے میں پوچھا حلوائی نے کہا ایک سو باون کر دو اس طرح دونوں نے مل کر ایک سو باون کی رسید بنائی تقسیم کے اس عمل میں سو روپے حلوائی نے اور باون روپے داروغہ نے حاصل کئے حلوائی اور داروغہ جی جب وارے نیارے کر رہے تھے تو اس طرح خوجی کیسے پیچھے رہ سکتے تھے انہوں نے داروغہ اور حلوائی کا تمام باتیں سن رکھی تھی اپنا حصہ لینے کیلئے داروغہ سے درخواست کی ان کو بھی اپنا حصہ دیں اس پر داروغہ جی کو غصہ آیا اور خوب بُرا بھلا کہا لیکن خوجی نے تہیہ کر رکھا تھا کہ وہ اپنا حصہ لے کے رہے گا لہذا داروغہ جی نے مجبوراً 15 روپے خوجی کو تھمائے کیونکہ ان کو خوف تھا کہ نواب صاحب کو کہیں سچائی کا پتہ نہ چلے اس کے بعد کپڑا والا آیا نواب صاحب نے اسے بھی داروغہ کے پاس بھیجا۔

تشریح:

داروغہ اور بزاز دونوں روانہ ہوئے تا کہ تنہائی میں بیٹھ کر حسن طریقے سے مشورہ کر سکے۔ دونوں گھاس پوس کی بنی ہوئی ایک چھپر کے نیچے بیٹھ گئے ان کا خیال تھا کہ معاملات یہاں پر طے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

ہو جائے تو بہتر رہے گا لیکن دونوں کو معلوم نہیں تھا کہ میاں خوجی نے ان کی تمام باتوں کو سن لیا تھا اور اچانک وہاں پر آدھمکے جب دونوں نے خوجی کو وہاں دیکھا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے دونوں کے چہرے زرد پڑ گئے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے بدن میں خون ہی نہیں۔ دونوں کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے۔ داروغہ نے دل میں سوچا کہ یہ خوجی بڑا مکار اور چالاک شخص ہے ہمیں کیا معلوم تھا کہ وہ بال کی کھال نکالنے میں بھی ماہر ہے ہوشیار ایسا کہ لومڑی شرما جائے خدا ہمیں ایسے بندے سے بچائے آج صبح سویرے اس نے مجھ سے پندرہ روپے ہتھا لئے اب جو کپڑا بیچنے والا آیا ہے تو یہ پھر یہاں نازل ہے آج رات کو میں نہیں چھوڑوں گا آج رات میں نے اس کی ٹانگیں نہ توڑی تو میرا نام بدل دینا آج اس کو بیوقوف بنا کر ہی دم لوں گا۔

عبارت نمبر 2:

الغرض داروغہ نے حلوائی کو راضی کر لیا اس داروغگی کے صدقے اڑتیس روپے کے ایک سو باون دلوائے اور بیالیس سے زیادہ ہی خود ہضم کئے اے پھٹکار کو رنمک ایسے ہی ہوا کرتے ہیں جن روسا کے یہاں ایسے ایسے داروغہ اور اہلکار ہوں اس کا خدا ہی حافظ ہے مگر نواب صاحب کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ وہ خبر ہی نہ ہوئے کہ کیا دیا اور کیا لیا اور یار لوگوں نے حلوائی سے بالائی رقم اڑا لیں پھر وہ تو شیر مادر ہے

حوالا متن:

سبق کا نام: داروغہ جی کی پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں

مصنف کا نام: پنڈت رتن ناتھ سرشار

سیاق وسباق:

فسانہ آزاد میں فنی لحاظ سے ناول کے خدوخال ملتے ہیں اس کا پلاٹ ڈھیلا ڈھالا ہے اس ناول میں لکھنو کی معاشرتی زندگی کی عکاسی ملتی ہے پنڈت رتن ناتھ سرشار نے اس ناول میں لکھنو معاشرت کو ہلکے پھلکے طنز ومزاح کیساتھ پیش کیا ہے جس سے قاری کی دلچسپی مین اضافہ ہوتا ہے والیان اودھ کی شاہ خرچیاں، مالی معاملات اور کاروبار سلطنت سے غفلت کی سچی اور کھری تصویر پیش کی گئی ہے اودھ کے نوابین کی غفلت اور عیش کوشی کا یہ عالم تھا کہ ان کے معمولی ملازمین روزمرہ اخراجات کی مدم میں ان سے ہزاروں روپے بٹور رہے تھے چاہے داروغہ جی ہو بزاز ہو یا پھر خوجی داروغہ نے جب حلوائی کیساتھ بات کی تو اس میں داروغہ کا اچھا خاصا حصہ تھا لیکن پھر بھی داروغہ نے حلوائی سے کہا کہ چالیس کے باون کر دو کون پوچھتا ہے کتنے کی آئی تھی۔

تشریح:

نواب صاحب نے داروغہ کو حکم دیا کہ حلوائی کے ساتھ حساب بے باق کرو تو داروغہ نے فورا حلوائی کے ساتھ حساب شروع کر دی کافی بحث ومباحثے کے بعد دونوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ سو روپے حلوائی کو ملے گے جبکہ باون روپے داروغہ کو ملیں گے داروغہ جی نے اپنے عہدے کا خوب فائدہ اُٹھایا اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوا ڑتیس کے ایک سو باون بنالئے تقسیم کے اس عمل میں داروغہ نے باون روپے اپنی جیب میں ڈال دیئے جبکہ سو روپے حلوائی کے نذر کئے لعنت ہے ایسے لوگوں پر نمک حرام ملازمین ایسے ہی ہوتے ہیں یہ آستین کے سانپ ہوتے ہیں جب موقع ملتا ہے تو ڈسنے کی کوشش کرتے ہیں جن امرء کے گھر ایسے ہی داروغہ اور اہلکار ہوں اُن کا خدا ہی حافظ ہے داروغہ نے جب نواب صاحب سے مٹھائی کے ایک سو باون روپے لئے تو ان پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ یہ بات بھی گوارہ نہیں کی کہ اتنے زیادہ روپے کیسے بنے اس مہینے میں کتنی مٹھائی آئی تھی اور کس نے منگائی تھی اصل رقم کو کئی گنا بڑھا کہ حلوائی کو بھی زیادہ رقم ادا کی اور باقی روپے اپنے جیب میں رکھ لئے انہیں اس اقدام پر ذرا بھی شرمندگی محسوس نہ ہوئی کیونکہ وہ یہ رقم اپنے لئے حلال سمجھتے تھے جیسا کہ ماں کا دودھ اولاد کیلئے حلال ہوتا ہے اسی طرح یہ مال بھی نوکروں کیلئے حلال ہے اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مشقی سوالات

سوال نمبرا: داروغہ اور میں خوجی کے درمیان ہونے والے معاملے کو اپنے الفاظ میں لکھیں۔؟

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

جواب: بزاز اور داروغہ کھپریل میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپس میں معاملات طے کر رہے تھے کہ اچانک خوجی آدھمکے خوجی ان دونوں کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہاں پر وہ وارے نیارے کرنے کیلئے بیٹھے ہوئے ہیں اس پر بزاز کو غصہ آیا اور خوجی کو یہاں سے جانے کے لیے کہا لیکن خوجی نے انکار کر دیا خوجی کے انکار پر بزاز نے مزاحمت کی اور اس طرح دونوں دست و گریبان ہو گئے داروغہ نے خوجی کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور بزاز نے مکوں کی بارش شروع کر دی بزاز نے خوجی کی خوب درگت کی داروغہ بظاہر صلح وصفائی کی کوشش کر رہا تھا لیکن دل میں خوجی کیلئے سخت نفرت تھی وہ اسی کوشش میں تھے کہ خوجی خوب مار کھائے بزاز نے نواب صاحب سے خوجی کی شکایت کی داروغہ جی بھی بزاز کی حمایت کیلئے آگے بڑھے بزاز نے کہا نواب صاحب جس قیمت پر میں آپ کو کپڑا دیتا ہوں وہ کسی کو نہیں دیتا لیکن خوجی کو یہ بات گوارہ نہیں اسی وجہ سے یہ لڑائی ہوئی نواب صاحب نے معاملے کو رفع دفع کیا اصل میں بزاز اور داروغہ ملے ہوئے تھے نواب صاحب کے لیے جو کپڑا لایا تھا پہلے سے معلوم تھا یہی وجہ تھی کہ وہ بار بار داروغہ کے سامنے آیا اور داروغہ مجبوراً خوجی کو کچھ حصہ دیتا تھا اس وجہ سے خوجی کی شامت آئی تھی اور مار بھی کھائی لیکن خوجی اپنے کام سے باز نہ آیا۔

<u>سوال نمبر۲: داروغہ اور حلوائی میں کیا معاملہ طے پایا۔؟</u>

جواب: داروغہ اور حلوائی میں یہ معاملہ طے پایا کہ حلوائی کی طرف سے مٹھائی اڑتیس روپے کی آئی تھی جبکہ داروغہ نے وارے نیارے کرنے کیلئے ایک سو باون روپے کی رسید بنائی۔ اس طرح داروغہ نے حلوائی کو ایک سو روپے دیے اور خود باون روپے ہتیا لئے جبکہ ڈکار بھی نہ لی اس کے بعد خوجی اپنا حصہ لینے کیلئے داروغہ کے پاس آئے داروغہ جی نے مجبوراً پندرہ روپے خوجی کے نذر کئے کیونکہ اگر اس معاملے کا علم نواب صاحب کو ہوتا تو اس کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اسی طرح داروغہ کے پاس سینتیس 37 روپے بچے

بل ملاحظہ کیجئے

152 روپے کی رسید

100 دکاندار کا حصہ

52 ٹوٹل رقم

15 خوجی کا حصہ

(37) داروغہ کا حصہ

<u>سوال نمبر۳:۔ اس اقتباس کی روشنی میں، داروغہ کے کردار پر ایک پیراگراف لکھیں۔؟</u>

جواب: داروغہ ایک نمک حرام، دھوکہ باز، مکار اور چالاک آدمی ہے جو اپنے مفاد کیلئے ہر وقت اس جتن میں رہتا ہے کہ وہ کسی طرح اپنے مالک کے مال سے پیسے بٹورے داروغہ لکھنوی نواب صاحب کا ایک ادنیٰ ملازم ہے اور مختلف حیلوں بہانوں سے اپنے مالک کے مال کو ہڑپ کرنے کیلئے مستعد ہے ملازمت کرتے ہوئے جب اپنے مالک کا دل جیتنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ اپنے رحم وکرم کے دروازے اس پر کھول دیتا ہے نواب اس پر مکمل اعتماد کرتا ہے گھر کے تمام ضروریات کا ناسک اس کے سپرد کرتا ہے اس طرح یہ عام دکانداروں سے ملی بھگت سے کام لینا ہے ہر چیز میں دکاندار سے کمیشن لیتا ہے حرام خور اور دھوکہ باز ہے اپنے مالک پر بالکل ترس نہیں کھاتا اپنے مالک کے پیسوں کو آگ لگائی ہے نواب صاحب کی بے پروائی سے خوب فائدہ اُٹھایا۔

<u>سوال نمبر۴: درج ذیل محاورات اور ضرب امثال کو اس طرح جملوں میں استعمال کریں کہ ان کا مطلب واضح ہو جائے؟</u>

الفاظ ومحاورات	جملوں میں استعمال
پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں	الیکشن جیتنے پر حکمران کے پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں ہوتا ہے
ہوائیاں اڑنا	قاتل کو جب پولیس نے پکڑا تو اس کی ہوائیاں اُڑ گئیں۔
مینڈھے لڑانا	اشفاق سٹاف روم میں ٹیچرز کو لڑاتا ہے کیونکہ مینڈھے لڑانا اسکی عادت ہے۔
اندھیری نگری چوپٹ راج	ہمارے ملک میں غریبوں کو اس کا حق نہیں ملتا کیونکہ یہاں اندھیری نگری چوپٹ راج ہے۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

وارے نیارے کرنا	جو لوگ اپنی ذاتی مفاد کیلئے وارے نیارے کرتے ہیں اُن کا آخرت میں اللہ ہی حافظ ہے۔

سوال نمبر ۵: اس عبارت کی روشنی میں بتائیے کہ اس وقت لکھنو کے نوابوں کے کیا رنگ ڈھنگ ہے؟

جواب: پنڈت رتن ناتھ سرشار نے فسانہ آزاد میں نہایت ہی خوبصورت انداز میں لکھنو معاشرت کی عکاسی کی ہے۔ اس ناول میں لکھنو معاشرت کیساتھ ساتھ والیان اودھ کی شاہ خرچیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اودھ کے نوابین کی غفلت اور عیش کوشی کا یہ عالم تھا کہ ان کے معمولی ملازمین روزمرہ اخراجات کی مد میں ان سے ہزاروں روپے بٹور رہے تھے چاہے وہ داروغہ ہو بزاز ہو یا پھر خوجی، نوابان اودھ عیش و عشرت میں ڈوبے تھے عام لوگ عیش و عشرت کے دلدادہ تھے ناچ گانے اور موسیقی کا راج تھا طوائفوں کے کوٹھے پر جانا فخر سمجھا جاتا تھا جب حکمران اور رعایا ایسے معاملات اپنائے تو اس کا انجام نہایت برا ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۶: کسی پیشے یا طبقے کے لوگ تبادلہ خیال کیلئے الفاظ کو وضعی کی بجائے : کچھ اور مخصوص معانی کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ ایسے الفاظ کو سلینگ کہا جاتا ہے جیسے سیاسی وفاداری بدلنے والے شخص کو لوٹا لینا آپ ایسے ہی کوئی سے پانچ سلنگ تلاش کر کے نئے معانی کی وضاحت کیساتھ لکھیں۔

نیز درج ذیل سلنگ الفاظ کے معنی لکھیں۔

اڑی ڈالنا

رکاوٹ ڈالنا / رکاوٹ پیدا ہونا / ضد کرنا

اُگرائی

واجبات کی رقم جمع کرنا قرض مال دے کر قسطوں میں وصول کرنا / رقم کی وصولی

باقیات

باقی چیزیں کسی چیز بچا کھچا حصہ

بچہ پارٹی

نااہل لوگ / بچوں کا شرارتی ٹولا / چھوٹے بچوں کی جماعت / نئی سیاسی پارٹی

بڑی مچھلی

امیر آدمی / مالدار اور اشرف المخلوق والا شخص

فلائنگ کوچ

گاڑی تیز رفتار سواری

پانچ سلینگ الفاظ اور اس کے معانی

ایزی لوڈ	رشوت دینا
گلوبٹ	فسادی / بدمعاشی / ظالم
ڈھیلا رام	سست / کاہل آدمی
چمچہ	کارخانی / تابعدار /

سوال نمبر ۷: آپ کو اس ناول کا کون سا کردار اچھا لگا اور کیوں؟

جواب: فسانہ آزاد کے مختلف کرداروں میں مجھے خوجی کا کردار اچھا لگا کیونکہ اس ناول میں خوجی کا کردار ایک جاندار کردار ہے خوجی چھپ کہ لوگوں کی باتیں سنتا ہے اور جھوٹ مال میں سے اپنے لئے بھی حصہ لیتا ہے بذات خود دھوکہ باز نہیں بلکہ دھوکہ بازوں کی خوب خبر لیتا ہے مار کھانے کے بعد بھی اپنا حصہ کسی کو نہیں چھوڑتا معلوم ہے کہ تھوڑی سی رقم پر بھی راضی ہو جاتا ہے لوگوں کو اپنے چاقو سے ڈراتا ہے اور کہتا ہے کہ لانا میری قرولی یہی وجہ ہے کہ جہاں خوجی قاری کو مسرت بہم پہنچاتا ہے

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

سوال نمبر ۸: اس ناول پر زبان وبیان کے حوالے سے تبصرہ کریں؟

جواب: فسانہ آزاد پنڈت رتن ناتھ سرشار کا انتہائی خوبصور ناول ہے جسمیں انہوں نے لکھنو معاشرت کی بھر پور عکاسی کی ہے ۔اس ناول کی سب سے اہم خوبی اسکی زبان وبیان ہے کیونکہ انہوں نے نے لکھنو میں بولی جانے والی زبان کونہایت مہارت کے ساتھ پیش کیا ہے سرشار نے فسانہ آزاد میں معاشرے کی خامیوں کوخوبصورت الفاظ کا جامہ پہنادیا ہے اگر چہ اس میں ثقیل الفاظ بھی استعمال کئے گئے ہیں روزمرہ اورمحاورات کا استعمال بڑی زبردستی کیساتھ کیا ہے اس میں جو مکالمے ادا کئے گئے ہیں وہ موقع مناسبت سے بالکل درست ہے ایسے موقعوں پر وہ لکھنوی تہذیب ومعاشرت کی سچی تصویریں ،کمال درجے کی کردانگاری اور لاجواب منظرکشی پیش کرتے ہیں یہاں پرمحاورات کی کثرت کیساتھ مزاج نگاری کا بھی خیال رکھا گیا ہے ناول کا ان مضبوط ہے قاری کواس جستجو میں رکھا ہے کہ آگے کیا آئے گا۔

☆☆☆☆☆

خدیجہ مستور

پیدائش ۱۲ / دسمبر ۱۹۲۷ء وفات: ۱۹۸۲ء

حالات زندگی:

خدیجہ مستور بریلی کے ایک پٹھان گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں ۔وہ لکھنؤ میں پیدا ہوئیں ۔اُن کی والدہ انور جہان خود ایک اچھی شاعرہ اور مضمون نویس تھیں ۔اس طرح دونوں بہنوں خدیجہ مستور اور حاجرہ مسرور کو علمی وادبی ماحول ملا ۔خدیجہ کی ابتدائی زندگی سخت مشکلات میں گزری۔ انھوں نے ادبی زندگی کی ابتدا ۱۹۳۶ء میں افسانہ نگاری سے کی ،لیکن ان کی اصل شہرت آدم جی انعام یافتہ ناول ''آنگن'' کی وجہ سے ہے ۔اس ناول میں انھوں نے سماجی حقیقت نگاری سے کام لیتے ہوئے ایک پورے عہد کی آویزش اور کشمکش کو بڑی کامیابی اور خوب صورتی سے پیش کیا ہے۔

خدمات اور اسلوب:

قیام پاکستان کے پس منظر میں بے شمار ناول اور افسانے لکھے جا چکے ہیں ۔لیکن آنگن کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں ایک متوسط مسلمان خاندان کی سماجی زندگی کو موضوع بنایا گیا ہے ۔اس ناول کا کینوس اور پلاٹ بہت مختصر ہے ،لیکن اس کے باوجود یہ ناول اُس عہد کی سماجی اور معاشی ناہمواری کی ایک مکمل اور سچی تصویر پیش کرتا ہے ۔یہ ایک عام گھرانے کی کہانی ہے ۔جو سادہ اور عام فہم انداز میں بیان کی گئی ہے ۔خدیجہ نے اپنی کہانیوں میں زیادہ تر عورتوں کے مسائل کو پیش کیا ہے ۔انھوں نے اس نظام کے خلاف آواز اُٹھائی ہے ۔جو عورتوں کو ایک خاص جبر کے تحت رکھتا ہے ۔ان کا اندازِ تحریر بہت سادہ اور دلکش ہے۔

تصانیف:

آنگن، زمین، بوچھاڑ، چندروز اور، تھکے ہارے، ٹھنڈا میٹھا پانی وغیرہ

آنگن:

مصنف: خدیجہ مستور

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
آنگن	صحن / میدان	چڑا کر	بہت تنگ کرنا
چھکے چھوٹنا	گھبرا جانا، اوسان خطا ہونا / ہوائیاں اُڑنا	کوفت	پریشانی / دقت / مشکل
ٹھاٹ	شان وشوکت / آن بان	سر اٹھایا	فراغت
ممنونیت	احسان مندی / شکر گذاری	کھیت	خرچ
مبہم	شکوک، غیر واضح ابہام	ہولے ہولے	آہستہ آہستہ

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

ڈھیلے	مٹی کے ٹکڑے	سہلانے	دبانے
بجیا	باجی / بہن / بڑی بہن	لتے ہونا	خراب ہونا
چنٹ	کپڑوں کو مروڑ کر ڈزائن بنانا / کپڑے کی سلوٹ	کٹر	سخت
انگلیاں مروڑنا	تھکاوٹ / بے چینی / پریشانی	بٹے گا	تقسیم ہوگا
آلو چھیلنا	آلو کو کاٹنا / چھلکا اُتارنا	فساد	جھگڑا / لڑائی
منڈیر	دیوار کا اوپری حصہ	آنکھیں کھل جائیں	راز معلوم ہو جائیں
جھڑتی	گرتی	سوانگ رچانا	روپ بدلنا / بھید کھولنا
پنکھیا	دستی پنکھا	دادطلب	شاباش وصول کرنا
اودھم مچائی	شور / ہنگامہ برپا کرنا	ڈیرہ	ٹھکانا / جگہ
بے نقط سنانا	کھری کھری سنانا / گالیاں / بُرا بھلا	سرک کر	ہٹ کر
دھتیا راج	دھوتی پہننے والے ہندوں کی خدمت	قاری	پڑھنے والا
ددھیال	باپ کی طرف سے رشتہ دار	منہ سرخ ہونا	بہت زیادہ خوش ہونا
ناس جائے	برباد ہو جائے	چبوترہ	مربع یا مستطیل اونچی بنائی ہوئی جگہ / جہاں لوگ بیٹھتے ہو۔
بھدر بھدر	اس طرح چلنا کہ پاؤں سے بھرا بھر کی آواز نکلے	پلو	انچل / دوپٹہ

کواڑوں	دروازہ	کڑھا کرتی	اداس ہو جاتی

(خلاصہ)

خدیجہ مستور کا ناول آنگن ایک کرداری ناول ہے۔ یہ ناول تحریک پاکستان سے قیام پاکستان تک کے زمانے پر محیط ہے۔ عالیہ اس ناول کا مرکزی کردار ہے اور ساری کہانی عالیہ کے گرد گھومتی ہے۔ عالیہ سرکاری ملازم باپ کی موت کا بعد اپنے ددھیال کے آبائی گھر میں اپنی اماں کے ساتھ آجاتی ہے چھمی عالیہ کی چچازاد بہن ہے چھمی کی ماں کی موت کے بعد اس کا باپ دوسری شادی کر لیتا ہے اور اسے اپنے بڑے بھائی کے گھر چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور کبھی پلٹ کر خبر نہیں لیتا، بس ہر مہینے برائے نام خرچ بھیج دیتا ہے۔ گویا حالات عالیہ اور چھمی کو بڑے چچا کے آنگن میں لے آتا ہے۔ جو ملک کی تقسیم کا گواہ ہے۔ کیونکہ اُس آنگن میں اُس دور کے مختلف سیاسی خیالات کے نمائندے چلتے پھرتے نظر آتے ہیں مثلاً بڑے چچا کٹر کانگری سوچ کے مالک ہین جبکہ جمیل بھیاں اور چھمی اس دور کے عام مسلمان نوجوانوں کے نمائندگی کرتے ہیں۔ وہ مسلم لیگ اور پاکستان سے محبت کرنے والے کردار ہے۔ عالیہ کی اماں ذہنی طور پر انگریز نواز کردار ہے کریمن بُوا کوئی سیاسی نظریاتی کردار تو نہیں لیکن مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی یادگار ضرور ہے کہانی کچھ یوں شروع ہوتی ہے۔

امتحان دینے کے بعد عالیہ کو جب فراغت ملی تو اس وقت بہار کا موسم گزر چکا تھا۔ ہواؤں میں گرمی بس گئی تھی۔ سارا ماحول جل رہا تھا۔ عالیہ کو اپنی چچازاد بہن چھمی سے انتہائی لگاؤ تھا اور ہر وقت چھمی کی اچھے نصیب کیلئے دعا گو تھی۔ گرمیوں کے ان دنوں میں بڑی چچی نے چھمی کے جہیز کے پانچ جوڑے اس کے حوالے کر دیئے تھے دوپہر میں جب سناٹا چھا جاتا تو وہ مشین پر کپڑے سینے بیٹھ جاتی ادھر چھمی تھی کہ اپنے نصیب کی بازی لگنے سے بے خبر سارے گھر میں اُدھم ڈھاتی پھر رہی تھی۔ چھمی عالیہ کے پاس تنگ کرنے آتی اے بجیاں! یہ کس کے کپڑے سل رہے ہیں۔ اللہ یہ کتنے پیارے ہیں یہ کون پہنے گا وہ اٹھلا کر پوچھتی عالیہ بہانہ کرتی کہ کہیں سچائی کا پتہ نہ چلے۔

شام کے وقت جمیل بھیاں کُرسی پر بیٹھا تھا اور بڑے چچا برآمدے میں ٹہل رہے تھے۔ باپ بیٹے

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

کے درمیان نظریاتی اختلافات ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے بات تک گوارہ نہیں کرتے عالیہ کو باپ بیٹے کے درمیان کشیدگی سے سخت کوفت ہوتی، جمیل بھیا کو نوکری سے فارغ کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے گھر میں بڑی چچی پریشان تھی لیکن جمیل بھیا اُن کو تسلی دیتا کہ ایک اچھی جگہ پر نوکری ملنے والی ہے۔ اس بات سے بڑی چچی اپنے گمشدہ بیٹے شکیل کے بارے میں دریافت کرتی تو جمیل صفائی سے جھوٹ بولتے ہوئے کہتا کہ اماں فکر نہ کیجئے وہ بڑے مزوں میں ہیں فکر کی کوئی ضرورت نہیں وہ بہت خوش ہے۔ اس دوران گلی سے کانگریسی بچوں کا ایک جلوس گزرا بڑے چچا کو بہت خوشی محسوس ہوئی یہ دیکھ کر چھمی کو غصہ آیا اور پھر مسلم لیگ کے جلوس کی ٹھان لی، کیونکہ کانگرس کا جلوس دیکھ کر چھمی سے برداشت نہ ہوا اس نے اسی وقت برقعہ اوڑھا اور گھر سے نکل پڑی گلی کے بچوں کو ادھر اُدھر سے اکٹھا کیا ان کیلئے مشعلیں تیار کیں اور یہ تنبیہ بھی دی کہ ہمارے دروازے پر پہنچ کر خوب نعرے لگانا تھوڑی دیر بعد چھمی کا تیار کردہ جلوس انکے دروازے پر پہنچ گیا۔ بچے بڑے زور سے نعرے لگا رہے تھے مسلم لیگ زندہ باد قائداعظم زندہ باد چھمی کہہ رہی تھی کہ بڑے چچا یہ برداشت بھی کر سکیں گے یا نہیں اس پر عالیہ نے چھمی کو ڈانٹا کہ تم اپنے چچا کو جلانے کیلئے یہ سوانگ رچا رہی ہو۔ جلوس گلی کے موڑ پر غائب ہو گیا۔ عالیہ چھمی کے مستقبل کے بارے میں سوچنے لگی۔ اتنے میں کریمن بوا کی آواز آئی کہ دونوں کھانا کھانے آجائیں دونوں جلدی جلدی نیچے چلی گئیں۔

اہم عبارات کی تشریح

عبارت نمبر ا:

اے بجیا! میں نے وہ شاندار جلوس تیار کرایا ہے کہ آپ دیکھتی رہ جائیں گی۔ بس ذرا دیر میں ادھر سے گزرنے والا ہے۔ عذراں کی اماں نے جھنڈا بنایا۔ طاہرہ کی اماں نے ایک بوتل مٹی کا تیل دیا تھا۔ میں نے مشعلیں تیار کیں۔ سارے محلے کے لڑکوں کو جمع کر دیا ہائے بڑے چچا دیکھیں گے تو آنکھیں کھل جائیں گی میں نے سارے لڑکوں کو سمجھا دیا ہے کہ میرے دروازے میں آکر خوب نعرے لگانا۔ چھمی ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ گئی اور پھر برقعہ پھینک کہ جلوس کے انتظار میں ٹہلنے لگی۔

حوالہ متن:

سبق کا نام: آنگن

مصنف کا نام: خدیجہ مستور

سیاق وسباق:

انگن ایک کرداری ناول ہے اس میں تحریک پاکستان سے لیکر قیام پاکستان تک کے سفر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس ناول کا جاندار کردار عالیہ ہے جبکہ ثانوی اور اُبالی کردار چھمی کا ہے۔ چھمی عالیہ کی چچازاد بہن ہے۔ اور اس ناول میں سب سے شوخ شریر اور لااُبالی کردار ہے چھمی کی والدہ کے وفات کے بعد اس کا والد دوسری شادی رچاتا ہے اور اپنی بیٹی کو اپنے بڑے بھائی کے ہاں چھوڑتا ہے۔ حالات کی جبر اسے بڑے چچا کے انگن میں لے آگئی ہے بڑے چچا کانگرسی ہے جو کہ اپنے بیٹے سے بھی صحیح طریقے سے بات نہیں کرتے اس کی وجہ بیٹے کا مسلم لیگ سے وابستگی ہے باپ بیٹے کے اپنے نظریات اور خیالات میں اس سلسلے میں خونی رشتوں کو بھی خاطر میں نہیں لایا جا سکتا مگر ایک چھمی ہے جو ساری باتوں سے بے نیاز گھر میں اُدھم ڈائی پھرتی ہے اور چچا کو جلانے کے لئے مسلم لیگ کا جلوس بھی تیار کرتی ہے۔

تشریح:

چھمی جلوس کی تیاریوں کا ذکر کرتے ہوئے عالیہ سے کہتی ہے کہ میں نے ایک شاندار جلوس تیار کیا۔ اس جلوس کو اگر تم دیکھوں گی تو دنگ رہ جاؤ گی تھوڑی دیر میں وہ جلوس یہاں سے گزرے گا۔ جلوس کیلئے جھنڈوں کا انتظام عذراں کی اماں کے سپرد کیا گیا اُنہوں نے نہایت ہی کم وقت میں بہترین جھنڈے تیار کئے طاہرہ کی اماں نے مشعلیں جلانے کیلئے ایک بوتل مٹی کا تیل دیا اور میں خود مشعلیں تیار کرنے کیلئے بیٹھ گئی۔ محلے کے تمام لڑکوں کو جمع کر دیا گیا۔ بڑے چچا یہ جلوس دیکھیں گے تو اُن کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ یہ سب وہ اس لئے کر رہی تھی کیونکہ وہ اپنے آپ کو مسلم لیگ کا علمبردار ظاہر کر رہی تھی۔ اور اپنے چچا کیلئے اس نے یہ جلوس تیار کیا تھا۔ چھمی نے تمام

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

لڑکوں کو سمجھا دیا تھا کہ جلوس جب ان کے دروازے کے قریب پہنچ جائے تو بآواز بلند نعرے لگا دینا۔ چھمی نے یہ تمام باتیں فرفر ایک ہی سانس میں کہہ ڈالی اور بہت بے چینی سے جلوس کا انتظار کرنے لگی

عبارت نمبر۲:

آج دوپہر میں کیسا سناٹا ہے۔ وہ چھمی کے دوپٹے میں کرن ٹانک رہی تھی اور اپنے مستقبل کے خیالوں کو جان پر نازل کیے جا رہی تھی۔ اگر وہ فیل ہوگئی تو کیا ہوگا اگر پاس ہوگئی تو لے دے کے ایک ہی بات رہ جاتی کہ بی ٹی کرے، اُستانی بن جائے مگر کیا وہ بی ٹی کر سکے گی کیا اماں اسے علی گڑھ جانے دیں گی اور کیا ماموں اسے اتنے روپے بھجواتے رہیں گے؟

حوالہ متن:

سبق کا نام: آنگن

مصنف کا نام: خدیجہ مستور

سیاق وسباق:

یہ سبق کا ابتدائی حصہ ہے اس حصہ میں خدیجہ مستور نے نہایت ہی خوبصورت انداز میں عالیہ کا کردار پیش کیا ہے۔ عالیہ کہانی کا مرکزی کردار ہے اور ساری کہانی عالیہ کے گرد گھومتی ہے۔ عالیہ ایک سمجھدار اور منجھی ہوئی لڑکی ہے کیونکہ اپنے والد کی موت کے بعد وہ اپنی والدہ کے ساتھ اپنے بڑے چچا کے ہاں آجاتی ہے عالیہ یہاں پر اپنے چچا اور چچی کا دل موہ لیتی ہے۔ اپنے چچا کے گھر کو اپنا گھر سمجھتی ہے اور ہر کام میں اپنا ہاتھ ڈالتی ہے۔ گرمیوں کے دنوں میں وہ چھمی کے کپڑے سینے کیلئے بیٹھی ہے۔ چھمی آتی ہے اور پوچھتی ہے کہ کس کے کپڑے سیئے جا رہے ہیں۔ لیکن عالیہ حقیقت بتانے سے کتراتی ہے چھمی ایک چنا ہوا دوپٹہ اُٹھاتی ہے اور اسے مروڑنے لگتی ہے چھمی کہتی ہے کہ یہ کون خوش نصیب پہنے گا عالیہ اس کو منع کرتی ہے۔ عالیہ جب اپنا رعب ڈال لیتی ہے تو چھمی پیش کر آرام سے دوپٹہ رکھ لیتی ہے۔

تشریح:

چھمی کے چلے جانے کے بعد عالیہ گہری سوچ میں جاتی ہے دوپہر کا وقت ہے گرمیوں نے ڈیرے ڈالے ہیں ہر طرف خاموشی اور سناٹا ہے۔ عالیہ چھمی کے دوپٹے میں کرن ٹانکا ڈال رہی تھی کہ بار بار اس کے ذہن میں ایک خیال آتا کہ اس کا مستقبل کیا ہوگا۔ اسے دقت ہو رہی تھی کہ کہیں اس کا مستقبل تباہ نہ ہو جائے کیونکہ اگر وہ فیل ہوگی تو بہت بُرا ہوگا۔ اگر وہ پاس ہوگئی تو کیا وہ بی۔ٹی کر سکے گی۔ بی ٹی کرنے کے بعد ایک سکول میں اُستانی بن جائے گی لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ بی ٹی کرلے گی کیا اماں اسے علی گڑھ کالج میں داخلہ لینے کی اجازت دے گی۔ بل فرض اگر ماں نے اجازت دے بھی دی تو کالج کے اخراجات کیسے برداشت کریگی کیا ماموں میرے کالج کے اخراجات برداشت کر پائے گے۔

مشقی سوالات

<u>سوال نمبر۱: درج ذیل سوالوں کے مختصر جوابات تحریر کریں۔</u>

<u>۱: عالیہ کس کے جہیز کے کپڑے سی رہی تھی؟</u>

ج: عالیہ اپنی چچا زاد بہن چھمی کے کپڑے سی رہی تھی کیونکہ چھمی کی والدہ کی وفات کے بعد ان کا باپ دوسری شادی کر لیتا ہے اور چھمی کو اپنے بڑے بھائی کے گھر چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ اور کبھی پلٹ کر خبر نہیں لیتا۔ بس اس کو ہر مہینے برائے نام خرچہ بھیج دیتا ہے۔ اسی طرح بڑے چچا دونوں بھتیجیوں کی پرورش کرتا ہے۔ گھر میں بڑی چچی نے چھمی کے جہیز کے پانچ کپڑے اس کے سپرد کر دیئے تھے۔ دوپہر میں جب سناٹا چھا جاتا ہے تو وہ مشین پر کپڑے سلانے بیٹھ جاتی۔ بڑی چچی سے تو اب کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔ ہر وقت بجھی بجھی سی رہتی اُن کا کسی کام میں جی نہ لگتا اور اماں تو ویسے بھی چھمی کو برداشت نہ کر سکتی۔ ان کا بس چلتا تو جہیز کے کپڑوں سے چھمی کا کفن سی ڈالتی۔ بس ایک عالیہ رہ گئی تھی جو بڑے خلوص سے جہیز کے کپڑے سی رہی تھی۔ اور ہر وقت چھمی کے اچھے نصیب ہونے کی دُعائیں کر رہی تھی۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

س۲: بڑے چچا کو دیکھ کر چھمی کو کیا خیال ستانے لگتا؟

ج: بڑے چچا کو دیکھ کر چھمی کو یہ خیال ستانے لگتا کہ کس طرح چچا کے دل کو جلائے اور اسے تنگ کریں۔ کیونکہ اگر دیکھا جائے تو بڑے چچا کٹر کانگرسی ہے اور ہر وقت کانگرس کی حمایت کرتے رہتے ہیں۔ بڑے چچا پاکستان بننے کے بھی سخت مخالف تھے۔ چھمی مسلم لیگ کی حمایتی اور پاکستان بننے کے خواہاں تھیں تو لہٰذا وہ اپنے چچا کو تنگ کرتی اور انگریزوں نقط سناتی۔ بڑے چچا کو دیکھ کر چھمی کو پاکستان کا خیال ستانے لگتا۔

س۳: جمیل اور بڑے چچا میں اختلاف کی کیا وجہ تھی؟

ج: جمیل اور بڑے چچا میں اختلاف کی وجہ ان کے نظریاتی اختلافات ہیں بڑے چچا کانگرس کے حمایتی جبکہ جمیل مسلم لیگ کے حمایتی ہیں۔ باپ بیٹے اپنے نقطہ نظر پر اتنی سختی سے قائم تھے کہ انہیں اپنے درمیان خون کا لازوال رشتہ بھی یاد نہ رہا اور دونوں اپنے مؤقف پر سختی سے ڈٹے رہے۔ بڑے چچا نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ اور خودمختار ملک عالم وجود میں آئے وہ ہندوستان کی تقسیم اور پاکستان بننے کے سخت مخالف تھے۔ جبکہ جمیل چاہتے تھے کہ کانگرس کا خاتمہ ہو یا کانگرس کمزور ہو جائے اور ہر حال میں پاکستان بن جائے۔ یہی اختلاف کی وجہ تھی۔

س۴: کانگرسی جلوس دیکھ چھمی نے کیا ردعمل ظاہر کیا؟

ج: کانگرسی جلوس دیکھ کر چھمی دیوانوں کی طرح بھدر بھدر کرتی اپنے کمرے سے نکل پڑی اگر میرے دروازے کے پاس سے جلوس نکلا تو ڈھیلے ماروں گی وہ دروازے کی طرف لپکی خبردار! جو آگے بڑھیں بیٹھ جاؤ چپکے سے۔ جمیل بھیاں زور سے گرجے اور چھمی جانے کیسے رعب میں آ گئی اس نے جمیل بھیا کو گھور کر دیکھا اور بڑبڑانے لگی بڑے آئے بیچارے آج ہی مسلم لیگ کا جلوس نہ نکالا ہو تو میرا نام بھی چھمی نہیں پھر اس نے جلدی سے مسلم لیگی بچوں کا جلوس تیار کروایا۔

س۵: کیا چھمی واقعی مسلم لیگی تھی؟

ج: چھمی واقعی مسلم لیگی تھی کیونکہ چھمی اس دور کے نوجوانوں کی نمائندگی کر رہی تھی اس ناول کے آخر میں جب عالیہ اور ان کی والدہ پاکستان جانے لگتی ہے تو چھمی ان سے درخواست کرتی ہے کہ پاکستان پہنچنے پر پاکستان کی مٹی میرے لیے چوم لینا اور اگر ہو سکے تو پاکستان کی سرزمین تھوڑی سی مٹی میرے لیے بھیج دینا۔

س۶: بڑے چچا کو چبوترے پر لیٹے دیکھ کر عالیہ کے دل میں کیا خواہش پیدا ہوئی؟

ج: عالیہ نے کواڑوں کی اوٹ سے جھانک کر باہر دیکھا بڑے چچا صاف ستھرے بستر پر پاؤں پھیلائے سکون سے لیٹے تھے۔ سامنے پیپل کے گھنے درخت سے چاند کی روشنی اُبھرتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ عالیہ کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ بھی باہر چبوترے پر جا بیٹھے۔ یعنی بڑے چچا کو چبوترے پر لیٹے دیکھ کر عالیہ کے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ بھی باہر جا کر چبوترے پر بیٹھ جائے۔

س۷: چھمی کے کردار پر چند سطریں لکھیں۔

ج: چھمی ایک ناسمجھ لڑکی ہے۔ سارے گھر میں اودھم ڈائی پھرتی ہے۔ کبھی ایک طرف بھاگتی ہے اور کبھی دوسرے طرف مناسب تربیت نہ ہونیکی وجہ سے وہ چڑچڑے پن کا شکار بن جاتی ہے۔ گھر میں ہر بندے کے ساتھ ان کی نوک جوک ہوتی رہتی ہے۔ چھمی کا ایک ظاہر ہے جبکہ ایک باطن ہے ظاہر میں وہ ایک تیز ترار اور بدمزاج لیکن باطن میں انتہائی اچھی۔ دل میں کسی کیلئے کدورت نہیں رکھتی بڑے چچا کو جلانے کیلئے مسلم لیگ کا جلوس تیار کروایا۔ تاکہ وہ نعرے سن کر پریشان ہو جائے۔ گھر میں عالیہ سے گہری دوستی اور گہرا ناطہ ہے اپنے دل کی ہر بات عالیہ سے شیئر کرتی ہے۔ اپنے غم کو خوشی میں بدلتے فن کو چھمی سے سیکھتی۔

سوال نمبر۲: درج ذیل عبارت کی تلخیص کریں جو اصل عبارت کی ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔

موجودہ دور میں یوں تو ہزارہا مسائل ایسے ہیں جن کا تسلی بخش اور کسی قدر کارمراحل تلاش نہیں کیا جا سکا لیکن دو مسائل ایسے ہیں جو دنیا کے سائنس دانوں کی توجہ کا خاص مرکز بنے ہوئے ہیں، پہلا مسئلہ خلائی تحقیق اور دوسرے سیاروں تک پہنچنے کی کوشش ہے انسان جاننا چاہتا ہے کہ ہماری اس زمین سے پرے کون کونسی دنیائیں آباد یا غیر آباد ہیں اور اگر ضرورت پڑے تو انسان زمین کو چھوڑ

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

کر کس دنیا میں آسانی سے پناہ لے سکتا ہے۔ دوسرا مسئلہ قطعی داخلی نوعیت کا ہے یعنی کرہ ارض پر رہتے ہوئے ہم اپنے لیے کس قدر مزید آسانیاں بہم پہنچا سکتے ہیں۔ دنیا سے بھوک جہالت افلاس اور امراض کا خاتمہ کرنے کیلئے ابھی ہمیں کن کن مراحل سے گزرنا ہے۔ اور وہ کون سے طریقے ہیں جن کی مدد سے بنی نوع انسان خوشگوار، محفوظ، اور آرام دہ زندگی گزار سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کرہ ارض کا داخلی مسئلہ خارجی مسئلے کی نسبت کہیں زیادہ مشکل اور اہم ہے۔ چاند یا مشتری پر کوئی سٹیشن قائم کرنا آسان ہے۔ لیکن دنیا سے افلاس، جہالت، اور امراض کا خاتمہ کرنا سخت مشکل دشوار اور پریشانی کا باعث ہے۔

جواب: ترقی کے اس دور میں انسان کو کئی مسائل کا سامنا ہے۔ لیکن ان مسائل میں دو اہم مسائل ایسے ہیں جن پر سائنسدان توجہ دے رہے ہیں۔ ان میں سے ایک زمین کے علاوہ دوسری دنیا کی تلاش ہے۔ جہاں ضرورت پڑنے پر انسان اپنی زندگی آباد کر سکے۔ مسئلہ یہ ہے کہ دنیا میں انسان کیلئے بنیادی سہولیات میسر پر انسان ہو۔ نئی دنیاؤں کے متعلق معلومات حاصل کرنا بہت سہل ہے لیکن جو مسئلہ انتہائی پریشان کن ہے۔ وہ دنیا سے بھوک، افلاس، جہالت اور بیماریوں کا خاتمہ ہے۔

<u>سوال نمبر ۳: درج ذیل الفاظ و محاورات کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کے معنی واضح ہو جائیں۔</u>

بے نقط سنانا	قاسم نے غصے میں نذیر کو خوب بے نقط سنائی۔
تجسس	علم حاصل کرنے کا تجسس سب طلباء میں ہونا چاہیئے
کوفت ہونا	بہت زیادہ شور سے مریض کو کوفت ہوتی ہے۔
بے ہنگم	ٹریفک کا بے ہنگم شور اعضاء کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔
مبہم	سر عرفان کی مبہم گفتگو سمجھ سے بالاتر ہے۔
سوانگ رچانا	اسلم فیل ہونے پر سوانگ رچا تھا رہا کہ وہ پاس ہوا ہے۔

<u>سوال نمبر ۴: درج ذیل جملوں کی وضاحت کریں۔</u>

<u>(ا) باپ بیٹے دونوں اپنے اپنے طنز کی آگ میں جل کر خود بخود بجھ گئے اور دونوں نے اس طرح منہ پھیر لیا جیسے ایک دوسرے کو بات کرنے کے لائق نہ سمجھ رہے ہوں۔</u>

ج:۔ وضاحت: جمیل کا تعلق مسلم لیگ سے تھا جبکہ اس کے والد کا تعلق کانگرس سے تھا۔ باپ بیٹے کے درمیان سیاسی اختلافات تھے۔ اکثر اوقات باپ کانگرس کی حمایت کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو خوب سناتا جبکہ بیٹے کا صبر تمام ہو جاتا تو وہ بھی اپنے والد کو کھری کھری سناتا اس کے بعد دونوں خاموش ہو جاتے اور پھر باپ بیٹے ایک دوسرے کی شکل کو دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتے۔ ایسا ماحول بن جاتا کہ وہ ایک دوسرے کو بات کرنے کے قابل نہیں سمجھتے۔

<u>(ب) پہلے آزادی تو مل جائے پھر سب ہوتا رہے گا اور پھر یہ ہندوستانی لوگ پہلے حکومت کرنا بھی تو سیکھ لیں۔</u>

ج:۔ وضاحت: یہ جملہ عالیہ کی اماں کے متعلق ہے۔ جب گلی سے کانگرس کا جلوس گزر رہا تھا لوگ گاندھی جی، جواہر لال نہرو اور متحدہ ہندوستان کے حق میں نعرے لگا رہے تھے۔ تو بڑے چچا کو دلی خوشی محسوس ہوئی ان کی آنکھیں چمک رہی تھی کیونکہ وہ کٹر کانگریسی تھے۔ آخر کار عالیہ کی اماں سے ضبط نہ ہو سکا اور وہ بھی بول پڑی کہ پہلے تو آزادی مل جائے پھر ہوتا رہے گا۔ پہلے ہندوستان تو آزاد ہو جائے اور پھر ہندوستانیوں کو حکومت چلانا بھی سیکھنا ہے۔

<u>(ج) خوشیوں کا کوئی پیمانہ اُس وقت چھمی کی مسرت کو ناپ نہیں سکتا تھا۔</u>

ج: کانگرس کا جلوس دیکھ کر چھمی سے برداشت نہ ہوا۔ اس نے اسی وقت برقعہ اوڑھا اور گھر سے نکل پڑی گلی کے بچوں کو ادھر اُدھر سے اکٹھا کیا ان کیلئے مشعلیں تیار کیں اور تنبیہ دی کہ ہمارے دروازے پر پہنچ کر خوب نعرے لگانا۔ گھر آ کر وہ جلوس کا انتظار میں چہل قدمی کرنے لگی اس وقت وہ بے حد خوش تھی خوشیوں کا کوئی پیمانہ چھمی کی مسرت کو ماپ نہیں سکتا تھا۔

<u>(۵) ماحول اور حالات انسانی رویوں پر اثر انداز ہوتے ہیں اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے چھمی کے کردار پر بحث کریں۔</u>

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

ج:۔ یہ بات کافی حد تک ٹھیک ہے کہ ماحول اور حالات انسانی رویوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس کی بہترین مثال خدیجہ مستور کا ناول آنگن میں چھمی کا کردار ہے چھمی کی والدہ کا انتقال ہو چکا ہے باپ نے دوسری شادی کرنے کے بعد چھمی کو اپنے بڑے بھائی کے گھر چھوڑ دیا اور اس کے بعد پلٹ کر بھی اپنی بیٹی کی خیریت دریافت نہیں کی۔ بس ہر مہینے برائے نام خرچ بھیج دیتا ہے۔ یہ حالات کا جبر ہے جو چھمی کو بڑے چچا کے آنگن میں لے آتی ہے۔ ماں باپ کی عدم توجہ کی وجہ سے وہ چڑ چڑا پن کا شکار ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے ماحول اور حالات کی وجہ سے ضدی بن جاتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں بھی برداشت نہیں کر پاتی۔ وہ اپنے باپ سے بھی نفرت کرتی ہے بلکہ بڑے چچا سے بھی نفرت کرتی ہے۔ ماں کی موت اور باپ کی بے وفائی نے چھمی کی یہ حالت کر دی۔

☆☆☆☆☆

آغا حشر کاشمیری

پیدائش: ۱۸۷۹ء　　وفات: ۱۹۳۵ء

حالات زندگی:

آغا حشر بنارس میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک مشہور و معروف کشمیری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ابتدائی تعلیم حافظ عبدالصمد کے مدرسے میں ہوئی۔ مدرسے سے فارغ ہونے کے بعد جے نارائن سکول میں داخل ہوئے، وہیں سے اُنھوں نے شاعری کا آغاز کیا۔ وہ بنیادی طور پر شاعر تھے۔ زمانۂ طالب علمی میں احسن لکھنوی کے ایک ڈرامے سے اتنے متاثر ہوئے کہ ڈرامہ نگاری کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا لیا اور کم عمری ہی میں شہرت حاصل کر لی۔ سکول ہی کے زمانے میں اُنھوں نے ''آفتابِ محبت'' نامی ڈرامہ لکھا۔ ڈرامہ نگاری کے شوق میں بمبئی چلے گئے اور یوں تعلیمی سلسلہ ختم ہو گیا۔

خدمات اور اسلوب:

اُن کا پہلا مقبول ڈرامہ ''مریدِ شک'' تھا۔ اُنھوں نے اُردو ڈراموں میں ایک

نئی جہت پیدا کی اور سٹیج ڈراموں کو بازاری پن اور عامیانہ ماحول سے نکال کر خالص ادبی صنف بنایا۔ آغا حشر کو زبان پر عبور حاصل تھا۔ وہ شاعرانہ تخیل کو سیدھے سادے الفاظ اور عام بول چال میں بیان کرتے۔ آغا حشر کی بدیہہ گوئی بہت مشہور ہے۔ وہ اتنی جلدی اشعار کہتے تھے کہ سننے والوں کو حیرت ہوتی۔ اُن کے ڈراموں کی کامیابی میں اُن کا شاعرانہ اسلوب بھی کارفرما ہے۔ ان میں مکالمہ نگاری کی استعداد بہت تھی۔ اُن کے مکالموں میں مبالغے کا انداز ہے، لیکن ان کے اثر سے انکار ممکن نہیں۔

تصانیف:

رستم وسہراب، صید ہوس، یہودی کی لڑکی، خوابِ ہستی، اسیرِ حرص اور خوب صورت بلا، نیک پروین، پاک دامن وغیرہ۔

ڈرامہ،، خوبصورت بلا

مصنف: آغا حشر کاشمیری

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
معتمد	قابلِ اعتماد / بھروسے کے قابل	قیل وقال	بحث و مباحثہ
جلال	بزرگی / عظمت	بادہ گلگوں	سرخ رنگ کی شراب
آدم	انسان	دست بستہ	ہاتھ باندھے ہوئے
سرکش	باغی / نافرمان	کمال ہمدم	ساتھی
اطاعت	فرمانبرداری	چھتر	چھت / چھتری
گمراہ	بھٹکا ہوا	زمانہ حامی	پورا زمانہ جس کی حمایتی ہو
ہستی	وجود	ستارہ چاکر	غلام

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

دیوانی	پاگل	مگس	مکھی
رحیم	رحم کرنے والا	سحاب قلزم	بادل/عرسمندر
جرم وگنہ	گناہ/غلط کام	وقار	عزت
بوجھ	وزن	خدام	خادم کی جمع
تاریکی	اندھیرا	مال ومتاع	مال ودولت
فانوس	قندیل	جاہ وجلال	شان وشوکت
چھاؤں	سایہ	آسمان محیط	آسمان پر پھیلا
بہشت	جنت	اقبال	مقام مرتبہ
سخاوت	فیاضی	ضدی	نافرمان
ذلّت	رسوائی	ناگہانی	اچانک
حور	جنت کی خوبصورت عورت	عزوجاہ	عزت وشان وشوکت
نادان	ناسمجھ/بیوقوف	نیچ	حقیر
گوندھی	بنی ہوئی	عزیز	پیارا
عداوت	دشمنی	نور	روشنی
ہرا	سرسبز	قلعہ	مورچہ
گستاخانہ	بےادبی	ناپاک	گندا
تن	بدن	پارسائی	پرہیزگاری
طینت	فطرت	عصمت	پاکیزگی
وفا	فریب/دھوکہ	اژدر	اژدھا
تقدیر	قسمت	ڈراوے	خوف/دھمکی

گھٹنا	کم ہونا	پنجہ فولاد	سخت پنجہ
شرافت	عزت	خمار	نشہ
ترشی	کڑوا	وعظ	نصیحت
پیشوائی	استقبال	تبر	کلہاڑی
نیزہ	برچھا	خنجر	بڑا چاقو
چرخ	آسمان	کوہ	پہاڑ
جلاد	پھانسی دینے والا	رنج	غم

(خلاصہ)

آغا حشر کاشمیری کا خوبصورت بلا دراصل تمثیل نگاری کی ایک صنعت ہے جسمیں انہوں نے نہایت ہی خوبصورت انداز میں نیکی اور بدی کو سامنے لا کھڑا کر دیا ہے نیکی اور بدی مکالماتی انداز میں ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے ہیں یہاں پر دونوں کردار ایک دوسرے پر فوقیت جتانے کی کوشش کرتے ہیں۔ڈرامے کا آغاز نیکی کے اس مکالمے سے ہوتا ہے خُدا کا جلال مقدس ہے وہ خدا جو آدم کے سرکش اور باغی بیٹوں سے ماں باپ کی طرح پیار کرتا ہے مبارک ہے وہ انسان جو سچے دل سے اور پوری سچائی کے ساتھ اس کی اطاعت اختیار کرتا ہے جو انسان اللہ تعالی کی اطاعت سچے دل سے اختیار کرتا ہے،وہ بڑا نیک اور مبارک ہوتا ہے نیکی بدی سے مخاطب ہو کر کہتی ہے دنیا عاشقوں کا بازار ہے اس میں کوئی تیرا خریدار ہے تو کوئی میرا طلب گار ہے نیکی کہتی ہے کہ دنیا کی خوبصورتی میری وجہ سے ہے پردہ ہٹتا ہے اور شمسہ کا عالی شان مکان نظر آتا ہے اور سب درباری ان کے سامنے دست بستہ ہو کر کھڑے نظر آتے ہیں شمسہ دربار میں داخل ہوتے ہی حکم دے دیتی ہے کہ اس ضدی کو میرے سامنے لے آؤ قلو توفیق کو زنجیروں میں باندھے ہوئے لے آتا ہے شمسہ اُسے سرکشی سے باز آنے کو کہتی ہے لیکن توفیق کسی بھی قیمت پر نیکی کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں وہ کہتا ہے کہ

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

نیکی ایک پاک نور ہے خدا کا بنایا ہوا ایک قلعہ ہے جسمیں بیٹھ کے انسان شیطان کا مقابلہ کرتا ہے شمسہ کہتی ہے میں نہیں سمجھتی کہ نیکی کیا چیز ہے نیکی پاک نور ہے شمسہ توفیق کو کہتی ہے کہ تو پاگل ہو گیا ہے توفیق کہتا ہے کہ ہاں میں پاگل ہو گیا ہوں قتلوا سے کہتا ہے کہ کیوں اپنی جان کا دشمن بنا ہوا ہے ملکہ کی بات مان لے وہ تم پر رحم کر کے ہمیں معاف کر دیے گی توفیق کہتا ہے کہ مجھے کوئی مہربانی نہیں چاہئے شمسہ کہتی ہے کہ سہیل کو ہمارے حوالے کر دے توفیق کہتا ہے میں معصوم شہزادے کو تم قصابوں کے حوالے نہیں کر سکتا قتلو کہتا ہے مگر تم کو ضرور ایسا کرنا پڑے گا توفیق کہتا ہے تیرا حکم کوئی خدائی حکم تو نہیں ہے شمسہ غصے میں آ کر حکم دیتی ہے کہ توفیق کا سر کاٹ کر اس کے سامنے پیش کرے اس طرح توفیق شہزادہ سہیل کو بچانے کے لیے نیکی کا راستہ اختیار کر کے اپنی جان نثار کر دیتا ہے۔

اہم عبارات کی تشریح

عبارت نمبر ۱:

ذلت کی پتلی تجھے عورت کون کہتا ہے؟ عورت وہ ہے جس میں رحم ہو شرم ہو سچائی ہو یا وفائی ہو۔۔۔ پارسائی ہو جس نے فرشتوں کی طینت اور حور کی عصمت پائی ہو تو کبھی عورت نہیں ہو سکتی جس طرح تو نے معصوم شہزادے کا دغا سے حق چھینا ہے اس طرح عورت کے نام پر بھی زبردستی قبضہ کر لیا ہے۔

حوالہ متن:

سبق کا نام: خوبصورت بلا

مصنف کا نام: آغا حشر کاشمیری

سیاق وسباق:

اس ڈرامے میں آغا حشر کاشمیری نے نیکی اور بدی کا تصادم دکھایا ہے اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ بدی جتنی چاہے کوشش کر لے نیکی پر غالب نہیں آ سکتی اس دنیا میں ازل سے بدی اور نیکی ایک دوسرے سے برسرپیکار رہی ہے بدی انسان کو سبز باغ دکھاتی ہے لیکن اس کا انجام

تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں اس کے برعکس نیکی کے راستے پر چلنے والے ہمیشہ سرخرو ہوتے ہیں ان کے سامنے خواہ کتنی ہی رکاوٹیں کیوں نہ ہو اس کا آخری نتیجہ راحت و اطمینان ہوتا ہے۔

تشریح:

شمسہ جس نے سازش کر کے اپنے بھائی بادشاہ برجس کو قتل کیا اور خود حکومت سنبھال لی اور اب اپنے بھتیجے شہزادہ سہیل کو قتل کر کے اپنے بھائی کا نام ونشان مٹانا چاہتی ہے توفیق شمسہ کو عورت کی ذات اوصاف کے بارے میں بتاتا ہے کہ عورت کیا ہوتی ہے اور کس کو عورت کہا جا سکتا ہے توفیق شمسہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تم کو عورت کون کہتا ہے عورت وہ ہوتی ہے جس میں رحم و شرم ہو سچائی ہو، اور پرہیز گاری ہو جس کے عادات و اطوار فرشتوں جیسے پاک ہو اور حوروں کی طرح معصوم اور بے گناہ ہو تم کبھی عورت نہیں ہو سکتی۔ جس نے بے گناہ شہزادے کا حق دھوکے سے چھینا ہو اُسے عورت نہیں کہا جا سکتا جس طرح تم نے حکومت پر زبردستی قبضہ کیا اس طرح عورت کے نام زبردستی قبضہ کیا ہے تم تو عورت نہیں بلکہ عورت کے نام پر بدنما داغ ہو۔

عبارت نمبر 2:

خدا کا جلال مقدس ہے وہ خدا، جو آدم کے سرکش اور باغی بیٹوں سے ماں باپ کی طرح پیار کرتا ہے مبارک ہے وہ انسان جو سچے دل سے اور پوری سچائی کیساتھ اطاعت اختیار کرتا ہے اے گمراہ ہستی جو آندھی اور دیوانی بنی تباہی کے غار کی طرف دوڑی جا رہی ہے روشنی کی طرف آ خدائے رحم تیری پکار پر کان لگائے ہے اس کی رحمت تجھے لینے کے لیے محبت کے بازو پھیلائے ہے۔

حوالہ متن:

سبق کا نام : خوب صورت بلا

مصنف کا نام: آغا حشر کاشمیری

سیاق وسباق:

آغا حشر کاشمیری نے ڈرامہ خوبصورت بلا میں نہایت ہی خوبصورت

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

انداز میں نیکی اور بدی کو سامنے لا کھڑا کر دیا ہے نیکی اور بدی مکالماتی انداز میں ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے ہیں یہاں پر دونوں کردار ایک دوسرے پر فوقیت جتانے کی کوشش کرتے ہیں ڈرامے کا آغاز نیکی کے مکالمے سے ہوتا ہے ڈرامے کے آغاز میں نیکی زندگی کے حقائق کے حوالے سے باقاعدہ خطاب کرتی ہے اس ڈرامے میں شمسہ جس نے اپنے بھائی پر جس کو قتل کیا اور خود حکومت سنبھال لی اور اب اپنے بھتیجے شہزادہ سہیل کو قتل کر کے اپنے بھائی کا نام و نشان تک مٹا دینا چاہتی ہے قتلو اور طغرل بیگ شمسہ کے وفادار ملازم ہیں جبکہ توفیق مقتول بادشاہ بر جس کا وفادار ملازم، جو اپنی جان پر کھیل کر شہزادہ سہیل کی جان بچانا چاہتا ہے۔

<u>تشریح:</u>

تشریح طلب عبارت میں آغا حشر کاشمیری نہایت ،خوبصورت انداز میں اپنی بات رقمطراز کرتے ہیں کہ اللہ تعالی کی ذات بڑی بابرکت اور پاک ہے جو باغی اور سرکش انسانوں کے ساتھ ماں باپ کی طرح پیار کرتا ہے اور خوش نصیب ہے وہ لوگ جو سچے دل سے پورے خلوص کیساتھ اللہ تعالی کی اطاعت اختیار کرتے ہیں اللہ تعالی کے اطاعت اختیار کرنے والے ہمیشہ سرخروں ہوتے ہیں وہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر مایوس نہیں ہوتے کیونکہ ان کو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی پر مکمل بھروسہ کر کے ،اللہ تعالی ان کی تمام ضروریات کو پوری کر سکتا ہے نیکی بدی کو مخاطب ہو کر کہتی ہے کہ اے گمراہ ہستی جو پاگل ہو کر دیوانوں کی طرح تباہی کی غار کی طرف دوڑ رہی ہے آرشتی کی طرف ،مہربان رب کی طرف جو تیری آواز سننے کیلئے تیار ہے اس کی رحمت تجھے قبول کرنے کیلئے بےقرار ہے۔

<u>مشقی سوالات</u>

<u>سوال 1) ڈرامے کی تعریف کریں اور آغا حشر کاشمیری کا چند دیگر ڈراموں کے نام لکھیں؟</u>

جواب: ڈرامہ یونانی لفظ ڈراؤ (DRAU) سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے ناٹک کرنا ،ڈھونگ رچانا ،سٹیج پر کچھ کر کے دکھانا۔ ادبی اصطلاح میں اس سے مراد ایسی کہانی ہے جس کو کرداروں کی مدد سے سٹیج پر پیش کیا جاتا ہے ڈرامہ افسانوی ادب میں موثر ترین صنف ہے اس صنف میں یہ قوت موجود ہے کہ سامعین اور حاضرین پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے ڈرامہ میں کردار اور واقعات کو عملی طور پر پیش کیا جاتا ہے گویا ڈرامہ الفاظ اور عمل کا مجموعہ ہیں کردار اور واقعات کو عملی طور پر پیش کیا جاتا ہے گویا ڈرامہ الفاظ اور عمل کا مجموعہ ہے اس میں انسانی جذبات واحساسات کا اظہار گفتگو اور عمل کے ذریعے کیا جاتا ہے سٹیج ،اداکار اور کہانی ڈرامے کے اہم لوازمات ہیں

ڈرامہ کے عناصر ترکیبی درجہ ذیل ہیں

۱) پلاٹ (۲) کہانی (۳) کردار (۴) مکالمہ (۵) تجس (۶) دیسی کلچر

آغا حشر کاشمیری کے دوسرے ڈراموں کے نام درج ذیل ہیں۔

(1) رستم وسہراب	(2) صید ہوس
(3) یہودی کی لڑکی	(4) خواب ہستی
(5) اسیر حرص	(6) نیک پروین
(7) پاک دامن	(8) ترکی چور
(9) عورت کا پیار	(10) آفتاب محبت

<u>سوال نمبر (2) بدی نے اپنی تعریف میں جو کچھ کہا اسے اپنے الفاظ میں بیان کریں؟</u>

جواب: بدی اپنی تعریف کرتے ہوئے کہتی ہے کہ میں دنیا اور جہاں کی خوشی ہو دنیا کی خوشی اور مسرت میری وجہ سے ہے اس کے علاوہ بدی اپنی تعریف میں یہ بات بھی کہتی ہے کہ مسرت میری وجہ سے ہے اس کے علاوہ بدی اپنی تعریف میں یہ بات بھی کہتی ہے کہ دنیا کی قسمت میرے داہنے میں ہے اور اس کی کنجی میرے بائیں ہاتھ میں ہے تم جو بہشت کی امید میں دنیا کو دوزخ بنائے ہوئے ہو میری طرف آؤ اور میرا دروازہ کھٹکھٹاؤ میری سخاوت کے بادل موتی برسائیں گی اور

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

تمھارے دامن کو بھی مالا مال کر دیں گے اگر دنیا میں نام کمانا چاہتے ہو تو میرے پاس آؤ میں تمھاری زندگی بدل کر رکھ دوں گی۔

سوال نمبر (3): شمسہ نے توفیق سے کیا مطالبہ کیا؟

جواب: شمسہ جو کہ بدی کا کردار ہے نے اپنے بھائی برجس کو قتل کرنے کے بعد حکومت سنبھالی اور اب اپنے بھتیجے شہزادہ سہیل کو قتل کر کے اپنے بھائی کا نام ونشان تک مٹانا چاہتی ہے توفیق جو مقتول بادشاہ برجس کا وفادار ساتھی ہے اپنی جان پر کھیل کر شہزادہ سہیل کو بچانے کی کوشش کرتا ہے شمسہ توفیق سے مطالبہ کرتی ہے کہ شہزادہ سہیل کو ہمارے حوالے کر دو حکومت وقت کی تابعداری کرو انکار کرو گے تو اس کا انجام خوفناک ہوگا۔

سوال نمبر (4) مقفّیٰ نثر کسے کہتے ہیں اس سبق میں مقفّیٰ نثر کی کم از کم پانچ مثالیں لکھیں۔؟

جواب: مقفّیٰ اور مسجّیٰ نثر وہ ہے جس میں الفاظ کو بنا سنگار کر کے پیش کیا جاتا ہے مقفّیٰ نثر اس نثر کو کہتے ہیں جس میں نظم کی طرح قافیے موجود ہو اس کا شمار مشکل پسندی میں ہوتا ہے مقفّیٰ نثر سے قافیوں والی نثر مراد ہے مقفّیٰ نثر میں مصنف ہم قافیہ الفاظ استعمال کرتا ہے۔

اُس سبق میں درج ذیل جملے مقفّیٰ نثر میں لکھے گئے ہیں۔

1: دنیا عاشقوں کا بازار ہے اس میں کوئی تیرا خریدار تو کوئی میرا طلب گار ہے۔

2: تیرا ہر لفظ عداوت سے بھرا ہے دنیا کا چمن تیری ہی کوشش سے بھرا ہے۔

3: توفیق کس حال میں ہے شیر لوہے کی جال میں ہے۔

4: او نمک حرام ہمارے سامنے یہ گستاخانہ کلام۔

5: او حرص کے غلام یاد رکھ یہ کلام۔

سوال نمبر 5: توفیق نے عورت کی تعریف کن جملوں میں کی ہے؟

جواب: توفیق نے عورت کی تعریف کچھ یوں کی ہے کہ عورت کے دل میں رحم اور محبت ہوتی ہے شرم وحیا کی پیکر ہے عورت وہ ہے جسمیں رحم ہو، شرم ہو، سچائی ہو، باوفائی ہو، پارسائی ہو، جس کے

عادات واطوار فرشتوں جیسے پاک ہو اور حوروں کی طرح معصوم اور بے گناہ ہو۔

سوال نمبر 6: معانی تحریر کریں۔

سرکش	باغی/نافرماں	قیل وقال	تکرار/بحث ومباحثہ
عداوت	دشمنی/بغض/حسد	چھپر	چھت/چھتری
پابہ زنجیر	زنجیروں میں جکڑا ہوا/پاؤں میں زنجیر	طنیت	مطرت، عادت
اژدر	اژدھا/بڑا سانپ	جنبش	حرکت ہلنا
چرخ	آسماں، فلک	سحاب	بادل
تیشہ	کلہاڑی		

سوال نمبر 7: توفیق کے کردار کے بارے میں چند سطریں لکھیں؟

جواب: توفیق کہانی کا مرکزی کردار اور اس ڈرامے کا ہیرو ہے وہ شیر کی طرح بہادر ہے وہ انصاف پسند ہے اور حق دار کو اس کا حق دلانا چاہتا ہے ایک بہادر اور وفادار جوان جس کا سر کٹ تو سکتا ہے لیکن جھک نہیں سکتا توفیق وہ جوان ہے جو اپنی جان کی بازی لگاتا ہے لیکن شہزادہ سہیل کو شمسہ کے حوالے نہیں کرتا توفیق نیکی کا پیامبر ہے اور نیکی کی تلقین کرتا ہے وہ بڑی بہادری سے بدی کا مقابلہ کرتا ہے وہ اللہ تعالی پر پختہ ایمان رکھتا ہے شمسہ جو بدی کی علامت ہے اس کے مطالبات کو پورا کرنے سے انکاری ہے توفیق شمسہ کے شیطانی عزائم کے رستے میں ایک ایسی دیوار ہے وہ کہتا ہے کہ چاہے جو بھی ہو میری جان کیوں نہ چلی جائے لیکن وہ اپنے مالک سے کبھی بھی نمک حرامی نہیں کر سکتا وہ ہر حال میں شہزادہ سہیل کی دفاع کریگا۔

سوال نمبر 8: شیر لوہے کی جال میں ہے یہاں شیر بہادر آدمی کیلئے استعارہ ہے استعارے کی تعریف کریں اور مثالیں دیں؟

جواب: استعارہ کے معنی لغت (Dictionary) میں مستعار یا اُدھار کے ہیں علم بیاں کی رو سے

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

استعارہ سے مراد یہ ہے کہ کسی ایک چیز کیلئے کسی دوسری چیز کی صفات اس طرح مستعار لینا (قرض لینا) کہ اس کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ پائی جائے استعارہ کی ایک جامع تعریف یوں بھی ہے کہ جب کوئی لفظ حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہو اور اس کے حقیقی اور مجازی دونوں معنوں میں تشبیہ پائی جائے۔ مثلاً

کسی شیر کی آمد ہے کہ ان کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا
شہر میں ایک چراغ تھا نہ رہا

بڑھتے تو کبھی صورت شمشیر نہ آتے
غصے میں کسی طور سے وہ شیر نہ آئے

(1) خدا ہمارے شیروں کو آباد رکھے (پاک فوج)
(2) ماؤں نے اپنے لعل قربان کردئے (قیمتی پتھر)
(3) آخر کار ہم نے یہ جنت کا ٹکڑا حاصل کرلیا (پاکستان)

سوال نمبر (9): اپنے معاشرے اور ماحول کے حوالے سے قلو کے کردار کا تنقیدی جائزہ لیں؟

قلو ڈرامے کا منفی کردار ہے جو شمسہ کا وفادار اور معتمد ساتھی ہے۔ قلو بدی کی قوتوں کی حمایت کرتا ہے اور اس کیلئے راہ ہموار کرتا ہے وہ حرص کا غلام اور لالچی بندہ ہے اس کے دل میں ہمدردی کا جذبہ بلکل نہیں ہے اس قسم کے کردار آج بھی ہمارے معاشرے میں بہ کثرت پائے جاتے ہیں وہ بے ایمان، بدمعاش خدا کا باغی حرص کا بندہ، شیطان کا غلام بے رحم اور نمک حرام بندہ ہے ایسا شخص بڑی تیزی سے کامیابی کی منزلیں طے کرتا ہے اس طرح کے کردار ابن الوقت کہلاتے ہیں جو ہمیشہ چڑھتے سورج کی پوجا کرتے ہیں ایسے لوگ ضمیر فروش ہوتے ہیں جن کیلئے اچھائی کی کچھ معنی ہیں۔

☆☆☆☆☆

خواجہ معین الدین

پیدائش: ۱۹۲۴ء وفات: ۱۹۷۱ء

حالات زندگی اور خدمات:

خواجہ معین الدین حیدرآباد (دکن) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حیدرآباد دکن میں حاصل کی۔ ۱۹۵۹ء میں ہجرت کر کے پاکستان آئے اور کراچی میں سکونت اختیار کی۔ سندھ یونیورسٹی سے ایم۔اے کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کرنے کے بعد درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ انھوں نے انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں بڑی مشقت کے بعد بچوں کے لیے ایک تعلیمی ادارے کی بنیاد رکھی۔ سکول کے قیام کے لیے چندہ مہم میں انھوں نے ایک ڈراما ''زوال حیدرآباد'' سٹیج کیا اور اس کی ساری آمدنی سکول کے لیے وقف کردی۔ یہیں سے خواجہ معین الدین اور اُردو ڈراما لازم وملزوم ہوگئے۔ قیام پاکستان کے بعد اُردو ڈرامے اور تھیٹر میں ان کا نام بہت نمایاں ہے۔ ان کے ڈراموں میں سماجی طنز، تہذیبی روایات اور تبدیل ہوتے اقدار کی واضح جھلک موجود ہے۔

تصانیف:

لال قلعے سے لالوکھیت تک، مرزا غالب بندر روڈ پر اور تعلیم بالغاں وغیرہ۔

ڈرامہ: تعلیم بالغان

مصنف: خواجہ معین الدین

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
شکستہ	ٹوٹی پھوٹی /پرانی	ازراہ مرحمت	براہ کرم /رحم کرتے ہوئے
کندہ	موٹی لکڑی کا ٹکڑا	جُملہ	تمام
گھڑونچی	پانی کے گھڑے رکھنے کی جگہ	گرانٹ	حکومت کی طرف سے امداد

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

یقین محکم	پختہ یقین	گرومندر	کراچی کا علاقہ
پینیدے	نیچے کا حصہ	صدری	واسکٹ
ثابت	صحیح سالم	قمچی	لچک دار ٹہنی / چھڑی
عمل پیہم	مسلسل عمل	وکٹوریہ	ہلکی چار پہیوں والی گاڑی
ازار بند	ناڑہ	بریلی	ہندوستان کا ایک شہر
فاتح عالم	دنیا کو فتح کرنے والا	ونگ	پر / طرف
شمشیر	تلوار	ڈیڑھ اینچ کی مسجد الگ بنانا	جُدا جُدا خیالات رکھنا
عزت مآب	قابل عزت	جُگی	جھونپڑی
خورد و کلاں	چھوٹے بڑے	فضیلت مآب	قابل احترام
درگاہ خداوند	اللہ تعالیٰ کا دربار	نا ہنجار	نالائق
کوائف	لوازمات	بیڑی	دیسی سگریٹ
چالو	جاری	رسید کرنا	مارنا
انڈر لائن	لفظ کے نیچے لائن لگانا	قرض خواہ	اُدھار دینے والا
خلیفہ	جانشین	ایسٹ پاکستان	مشرقی پاکستان
مخرج	نکلنے کی جگہ	ساگوان	ایک قیمتی لکڑی
مضحکہ اُڑانا	مزاق اُڑانا	اتحاد مسمی	اتحاد کے نام والا
حشر کرنا	حالت خراب کرنا	دام اقبال	آپ کے درجات بلند ہو
لوٹ پوٹ جانا	زیادہ ہنسنے سے پیٹ میں بل پڑ جانا	صاب	صاحب
چڑ کر	خفا ہوکر	پبلک	عوام
بگڑ کر	غصہ ہوکر	نیز	مزید
بٹیری سوت گیا	بیٹری / سگریٹ پی گیا	جہاد زندگانی	انسانی جدو جہد / زندگی کا جہاد

تشریح طلب:

وزیر تعلیم:

وزیر تعلیم پر طنز ہے کہ ابھی تک خود ہی زیر تعلیم ہے اور محکمہ تعلیم کا وزیر بنا ہے تو وہ تعلیم کے لئے کیا اقدامات اُٹھائیں گے۔

۲: **ایسٹ پاکستان کی اسمبلی:** مشرقی پاکستان کی اسمبلی جہاں پر ہر وقت شور شرابہ ہوتا تھا۔

۳: **ساگوان:** ایک عمدہ اور قیمتی لکڑی جو برما کے جنگلات میں پیدا ہوتی۔ فرنیچر بنانے کے لئے نہایت موزوں ہے۔

۴: **انڈر لائن:** یہاں اُستاد کی نالائقی اور کم علمی پر طنز ہے کیونکہ انڈر لائن نیچے ہوتا ہے۔

(خلاصہ)

تعلیم بالغاں خواجہ معین الدین کی عمدہ اور شاہکار ڈرامہ ہے۔ اس ڈرامے میں مصنف نے طنزیہ اور مزاحیہ انداز میں پاکستان کے مختلف اداروں پر طنز کیا ہے۔ ایک شکستہ جھونپڑی جس کے دائیں جانب ایک ٹاٹ کا پردہ پڑا ہے جو اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اندر کی جانب جھونپڑی کا زنانہ حصہ ہے پردے کے قریب ہی ایک گھڑونچی رکھی ہے جس پر تین گھڑے رکھے ہوئے ہیں۔ دو ٹوٹے ہوئے اور ایک سالم، سالم پر چاک سے یقین محکم لکھا ہوا ہے دوسرا گھڑا گلے اور پیندے کی جانب سے ٹوٹا ہوا ہے جس پر تنظیم لکھا ہے اور تیسرا گھڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے اور ایک ٹوٹے ہوئے ٹکڑے پر اتحاد لکھا ہے ان گھڑوں سے مصنف یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ قائداعظم کی دی ہوئی زرین اصولوں کا ہم نے ستیاناس کیا اب صرف یقین محکم باقی بچا ہے۔ جھونپڑی کے درمیان استاد محبت علی چارپائی پر بیٹھ کر ازار بند بن رہے ہیں۔

دائیں جانب قصائی اپنا کندہ اور چھری لئے بیٹھا ہے اس دوران استاد محبت علی کا دوسرا شاگرد حجام

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

بھی آ جاتا ہے جس کے ہاتھ میں ٹین کا ڈبہ ہے جس پر اس کا نام اس طرح لکھا ہے شمشیر عرف شمشو مولوی صاحب قصاب سے درخواست پڑھنے کو کہتا ہے جو مولوی صاحب محکمہ تعلیم کو لکھوا رہے تھے کیونکہ حکومت نے چھ مہینوں سے اُن کی گرانٹ بند کی ہوئی تھی اس کے بعد وہ وزیر تعلیم پر طنز کرتے ہیں۔ کہ وزیر تعلیم چونکہ خود ہی زیر تعلیم ہے تو وہ خاک اس ملک کے نظام تعلیم کے لیے اچھے اچھے اقدامات کر سکے گا۔ درخواست پڑھتے ہوئے قصائی ہنسنے لگتا ہے تو قصاب کی ہو ہو ہا ہا پر ماسٹر صاحب ڈنڈا مارتا ہے کہ یہ ہو ہو، ہا ہا، ہی ہی۔ کیا کر رہے ہو یہ کوئی ریڈیو پاکستان ہے کہ جہاں اقبال کا نام آیا اور شروع ہو گئے۔

شاگرد تو نالائق ہے ہی استاد اُن سے ایک قدم آگے ہے کیونکہ استاد کو خود معلوم نہیں کہ انڈر لائن نیچے لگاتے ہے یا اوپر۔ وکٹوریہ والا جس سے مولوی صاحب نے بیس روپے قرض لئے تھے جب مدرسے میں داخل ہوتا ہے تو مولوی صاحب خوش ہوتے ہیں کہ چراغ شاہ نے آخر کار میری شاگردی قبول کر لی۔ اور قبول کیوں نہ کرتے وزیر بننے کے لئے دستخط سیکھنا ضروری ہوتا ہے اور پھر دوسروں کی لکھی ہوئی تقریر بھی تو پڑھنی پڑتی ہے لیکن حجام کہتے ہیں کہ مولوی صاحب دستخط کا مہر بنایا جاتا ہے تو مولوی جواب دیتا ہے کہ ہاں حکومتوں کے کام تو مہر سے بھی چلتے ہے لیکن دوسروں کی لکھی ہوئی تقریر پڑھنے کے لئے تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے وکٹوریہ والا جب رقم کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے تو مولوی صاحب کہتا ہے کہ میری تنخواہ گزشتہ چھ ماہ سے بند ہے تیرا قرض کیسے چکا دوں۔

قصاب حجام اور وکٹوریہ والا ماسٹر صاحب کو کبھی چھرا، کبھی قینچی دکھاتے ہیں اور کبھی استاد کی چھڑی چھیننے کی کوشش کرتے ہیں مولوی صاحب بھی انتہائی چالاکی سے سب سے اُدار رکھوا دیتے ہیں اور پھر سب کو خوب مارتے ہیں۔ قصاب مولوی صاحب سے پوچھتا ہے کہ یہ اتحاد کے ٹکڑے ٹکڑے کس نے کئے مولوی صاحب غصہ ہو کر جواب دیتے ہیں کہ خود ہی توڑ کر پوچھتے ہو کہ کس نے کیا۔ آج جس کو دیکھو سندھی، بلوچی، پنجابی، اور پٹھان بنا ہوا ہے۔ سب ملکی مفاد پر اپنی

مفادات کو ترجیح دے رہے ہیں، مولوی صاحب پھر قصاب کو متوجہ ہوتے ہیں کہ لکھو کہ گھڑا مسمی تنظیم کا گلا غائب اور پیندے میں سوراخ ہے اچانک مولوی صاحب کی نظر حجام پر پڑتی ہے وہ بیڑی پی رہے تھے اور مولوی سے پوچھا کہ تنظیم کا گلا کس نے غائب کیا تو مولوی نے بتایا کہ شاگرد مدرسے میں بیٹھ کر بیڑی پیتے ہیں افسر رشوت لیتے ہیں اور لیڈر قوم کو دھوکہ دیتے ہیں تنظیم کا گلا س تو غائب ہونا ہی تھا پھر تیسرے گھڑے کو دیکھا اور لکھوانا شروع کیا کہ ہمارے پاس یقین محکم ہی رہ گیا ہے اگر اتحاد اور تنظیم سے سبق نہ لیا تو یہ قوم یقین محکم کا بھی وہی حشر کرے گا جو پہلے دو گھڑوں کا کیا ہے۔

اہم عبارت کی تشریح

عبارت نمبر ۱:

اوہو۔ ہو ادب ہو رہا ہے مولوی صاحب سے بیڑی چھپا رہے ہیں (ہاتھ سے بیڑی چھین کر) آج شاگرد مدرسے میں بیٹھ کر بیڑی پیتے ہیں چپڑاسی افسروں سے ماچس مانگتے ہیں افسر رشوت لیتے ہیں لیڈر قوم کو دھوکہ دیتے ہیں اور نالائق شاگرد پوچھتے ہیں یہ تنظیم کا گلا س کس نے غائب کیا مولوی صاحب ارے گلے تو تمھارے غائب ہونے تھے کم بختو،،

حوالہ متن

سبق کا نام: تعلیم بالغاں

مصنف کا نام: خواجہ معین الدین

سیاق وسباق:

مصنف خواجہ معین الدین نے ایک بہترین انداز میں سرکاری محکموں میں موجود خامیوں سے پردہ اُٹھایا ہے۔ اس ڈرامے میں استاد محبت علی خان شاگردوں کو قائد اعظم کی دی ہوئی زریں اصولوں کے ستیاناس ہونے کے بارے میں بتاتا ہے کہ ہماری قوم نے اتحاد کا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے جس کو دیکھوں کوئی پنجابی، پٹھان، سندھی اور بلوچی بنا ہوا ہے ہر شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائی اور پھر پوچھتے ہے کہ اتحاد کے ٹکڑے ٹکڑے کس نے کئے جبکہ دوسرا تنظیم والے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

گھڑے کا گلا غائب اور پیندے میں سوراخ ہوگیا ہے مدرسے میں زیر تعلیم شاگردوں کا رویہ غیر سنجیدہ اور غیر مہذبانہ ہوتا ہے اُستاد کو یہی دُکھ ہے کہ کچھ محکمہ تعلیم کی طرف سے غفلت برتی جارہی ہے اور کچھ آج کل کے شاگرد اپنے اساتذہ کا احترام نہیں کرتے اس لیے جب وہ سوالوں کے جواب دیتے ہوئے حجام کو بیڑی پیتے ہوئے دیکھتے ہیں تو غصے میں آکر اسے ڈانٹنا شروع کردیتے ہیں جس پر حجام بیڑی چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔

تشریح:

تشریح طلب عبارت میں مصنف نے ایک خوبصورت پیرائے میں ملک کی سرکاری اداروں میں موجود خامیوں کی طرف اشارہ کیا ہے مصنف کہتے ہیں کہ آج کل تعلیمی نظام اس حد تک گر چکا ہے کہ شاگرد استاد کا بلکل احترام نہیں کرتے اور کمرہ جماعت میں بیڑی لگا کر یہ تاثر دیتے ہیں کہ شاگرد بہت بدتمیز اور بدتہذیب ہوچکے ہیں مصنف کہتے ہیں کہ لیڈر نے قوم سے جو وعدے کئے تھے وہ ایفاء نہیں کرتے بلکہ قوم سے دھوکہ کرتے ہیں۔ پھر اس کا خمیازہ پوری قوم کو بھگتنا پڑتا ہے افسروں اور چپڑاسیوں کے مابین تکلفات، بالکل ختم ہوچکے ہیں۔ کیونکہ نیچے طبقے سے لے کر اعلیٰ افسروں تک ہر ایک بندہ کرپشن جیسے ناسور میں مبتلا ہو چکا ہے اور پھر لوگ پوچھتے ہیں کہ اس تنظیم کو کس نے توڑا مصنف پوری قوم کو متنبہ کررہے ہیں کہ اگر اس قوم نے اتحاد اور تنظیم کے حشر سے سبق نہیں سیکھا تو مستقبل میں یقین محکم کا اس سے بُرا حشر ہوگا۔

مشقی سوالات

سوال نمبر ۱: مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیں:

(ا) مولوی صاحب قرض کیوں واپس نہ کرسکے۔؟

جواب: مولوی صاحب قرض اس لیے واپس نہ کرسکے کیونکہ حکومت نے چھے مہینوں سے ان کی تنخواہ بند کی ہوئی تھی۔ اور چونکہ اُن کے آمدن کا کوئی اور ذریعہ بھی نہیں تھا اس لیے گھریلو اخراجات پورا کرنے کے لئے مجبور ہو کر شاگردوں سے قرض اس اُمید پر لیتا ہے کہ حکومت جلد ہی اُن کا

گرانٹ شروع کرلیں گی جس سے روزمرہ کے معاملات چلاؤں گا اور ساتھ ہی ساتھ میں شاگردوں کا اُدھار بھی چکا دونگا۔

(ب): مولوی صاحب نے اتحاد کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی کیا وجوہات بتائیں؟

جواب: تعلیم بالغاں میں اتحاد کا گھڑا علامتی طور پر ملک کے عوامی اتحاد کو ظاہر کررہا ہے۔ مولوی صاحب اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی وجہ عوام، حکمرانوں کی نااہلی اور نالائقی بتاتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک بندہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کی کوشش کرتا ہے وطن دوستی اور وطن پروری جیسے جذبوں سے عاری ہے ہر ایک شخص ملکی مفاد پر ذاتی مفاد کو ترجیح دے رہے ہیں پاکستانی عوام کئی گروہوں میں تقسیم ہوچکی ہے۔ جس کو دیکھو کوئی سندھی کوئی پٹھان، کوئی پنجابی تو کوئی بلوچی ہونے پر فخر کررہا ہے ان حالات میں اتحاد کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا یقینی بات تھی۔

سوال (ج): مدرسہ تعلیم بالغاں کہاں واقع تھا؟

جواب: مدرسہ تعلیم بالغاں بکرا پیڑھی کراچی کی ایک کچی بستی میں واقع تھا۔ یہ ایک شکستہ جھونپڑی ہے جس کے دائیں جانب ایک ٹاٹ کا پردہ پڑا ہے جو اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اندر کی جانب جھونپڑی کا زنانہ حصہ ہے۔

سوال: (د) اس ڈرامے میں وزیروں پر کیا طنز کیا گیا ہے؟

جواب: اس ڈرامے میں تعلیمی نظام کے ساتھ ساتھ ملک کی سیاسی نظام پر بھی طنز کیا گیا ہے مصنف کہتے ہے کہ یہ لوگ منتخب ہونے کے بعد دوسروں کی لکھی ہوئی تقریر پڑھتے ہیں خود اتنے نالائق ہوتے ہیں کہ دستخط بھی نہیں کرسکتے بلکہ اس مقاصد کے حصول کے لیے مہر بنوا کر استعمال کرتے ہیں وزیر تعلیم تو خود ہی زیر تعلیم ہے وہ تعلیم کے نظام کو کیا پہچانے گا اور تعلیم کی ترقی اور آگے بڑھنے کے لئے کیا پالیسیاں بنائے گا پس یہ سارے وزیر برائے نام وزیر ہوتے ہیں۔

سوال (ہ) مولوی صاحب کس محکمے کے نام درخواست لکھوا رہے ہیں؟

جواب: مولوی صاحب محکمہ تعلیم کے نام درخواست لکھوا رہے تھے کیونکہ محکمے نے چھے ماہ سے اُن کا

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

گرانٹ بند کیا تھا چونکہ مولوی کا گزر بسر تنخواہ کے پیسوں پر ہوتا تھا اور دوسرا کوئی ذریعہ معاش بھی نہ تھا شاگردوں کا مقروض ہو چکا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ مدرسے کی کارکردگی کے بارے میں لکھوارہے تھے کہ ہمیں حکومت کی طرف سے تین گھڑے مسمی اتحاد، تنظیم اور یقین محکم عطا کیے گئے تھے جس کو مدرسے کے ناہنجار طلباء آپس میں لڑ جھگڑ کر اتحاد کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے ہیں جبکہ تنظیم کا گلہ غائب اور پیندے میں سوراخ ہو چکا ہے اور ایک یقین محکم رہ گیا ہے۔ جس پر بھی کام چالو ہے۔

سوال نمبر۲: جملے بنائیں۔

سر پر چڑھنا	عزیر نے میڈیکل کالج میں داخلہ لیا کہ اب سر پر چڑھنے لگا ہے۔
رحم وکرم پر ہونا	ہمیں اپنے آپ کو نااہل حکمرانوں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑنا چاہیے۔
ستیاناس کرنا	حکومت وقت کی پالیسیوں سے تعلیم کا ستیاناس ہو گیا ہے
ازراہ مرحمت	عبدالستار ایدھی ازراہ مرحمت خلقت خدا کی خدمت کرتا تھا۔
آسمان سر پر اُٹھانا	معمولی بحث ومباحثہ میں آسمان سر پر نہیں اُٹھانا چاہیے۔

سوال نمبر۳: متن کے مطابق خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) دیکھ۔۔۔۔۔۔۔۔نے ہتھیار رکھ دیئے ہیں تم بھی رکھ دو۔

(ب) چپڑاسی۔۔۔۔۔۔۔۔سے ماچس مانگتے ہیں۔

(ج) کوئی چھرا دکھا رہا ہے کوئی۔۔۔۔۔۔۔دکھا رہا ہے۔

(د) ہے ہے ہے۔ ارے جملہ کاٹنے کو کہا تھا۔۔۔۔۔۔۔کاٹ دیا۔

(ہ) مدرسے کو شاگردوں کا۔۔۔۔۔۔۔۔ہو گیا ہے۔

جواب: (ا) خلیفہ (ب) افسر (ج) قینچی (د) ازار بند (ہ) قرضہ

سوال نمبر۴: مکالمہ نگاری کی تعریف کریں، نیز استاد اور شاگرد کے درمیان وقت کی ضیاع روکنے کے بارے میں مکالمہ تحریر کریں۔

مکالمہ نگاری: مکالمہ دو اشخاص کی باہم بات چیت کو کہتے ہیں جس کا تجربہ روزمرہ کے معمولات میں

ہوتا رہتا ہے ہم میں سے ہر ایک اپنے دوست عزیز بزرگوں سے گفتگو تو کرتا ہی ہے البتہ اگر اس گفتگو کو تحریر میں لایا جائے تو اس فن کو مکالمہ نگاری کہتے ہیں۔

''استاد اور شاگرد کے درمیان بے ہنگم ٹریفک سے پیدا ہونے والے مسائل پر مکالمہ،،

شاگرد: اسلام وعلیکم

استاد: وعلیکم اسلام

استاد: کیا بات ہے خیریت تو ہے آج بڑی دیر کردی آنے میں؟

شاگرد: بس کیا کرے سر، راستے میں اتنی زیادہ ٹریفک تھی کہ اللہ کی پناہ۔

اُستاد: ہاں بھئی بے ہنگم ٹریفک کی وجہ سے تمام لوگ پریشان ہے۔

شاگرد: ہاں سر جی ہمارا قیمتی وقت اس کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے۔

اُستاد: بالکل درست ہے۔

شاگرد: میں صبح سویرے گھر سے نکلتا ہوں تاکہ وقت پر کالج پہنچ سکوں لیکن بے ہنگم ٹریفک کی وجہ سے دیر ہو جاتی ہے۔

استاد: یہ ہمارے لیے بہت بڑا المیہ ہے۔

شاگرد: سر جی آخر اس کا حل کیا ہے۔

استاد: اس مسئلے کا ایک حل یہ کہ ٹریفک پولیس اپنی ذمہ داریاں صحیح طور نبھائے۔

شاگرد: ہاں یہ تو ہے لیکن اگر ٹریفک پولیس کے ساتھ عوام تعاون نہیں کریں گی تو ٹریفک پولیس کچھ نہیں کر سکتے۔

استاد: ہاں یہ بھی ہے کہ ہم لوگوں میں برداشت کا مادہ بہت کم ہے اپنی باری کا انتظار نہیں کرتے جہاں تھوڑی جگہ نظر آئی گاڑی وہاں گھسا دی اور پھر اسی طرح آہستہ آہستہ سارا رستہ بند ہو جاتا ہے

شاگرد: ہاں ماحولیاتی آلودگی میں اضافے کا سبب بھی یہی بے ہنگم ٹریفک ہی ہے۔

استاد: اس لیے تو ہم میں ہر قسم کی بیماریاں جنم لے رہی ہے۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

شاگرد: سر اس کا کچھ اور بھی مناسب حل ہوگا۔

استاد: کیوں نہیں منصوبہ بندی اسکا مناسب حل ہے۔

شاگرد: وہ کس طرح؟

استاد: اگر ہم تعمیرات اور آبادی کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو سامنے رکھ کر سڑکیں کشادہ کریں بے ہنگم ٹریفک کے مسائل سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔

شاگرد: ہاں سر جی اعوامی سطح پر اس شعور کو جاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

استاد: یہ حکومت کا کام ہے اگر حکومت چاہتی ہے اور بے ہنگم ٹریفک ختم کرنے کے لئے اقدامات اُٹھائے تو مہینوں کا کام دنوں میں ہو سکتا ہے۔

شاگرد: اچھا سر میں آج ہی مقامی اخبار میں اس بے ہنگم ٹریفک کے مسائل کو ختم کرنے کے لیے حکومت سے اپیل کرتا ہوں۔

استاد: بہتر ہے جاؤ اللہ حافظ

سوال نمبر ۵: محاورے کی تعریف کریں اور کوئی سے پانچ محاورے لکھیں۔

جواب؛ محاورہ: دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا ایک ایسا مجموعہ جو حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہو اور اہل زبان اس کو روزمرہ گفتگو میں مستعمل کرتے ہو محاورہ کہلاتا ہے۔

مثالیں

(۱) وارے نیارے ہونے۔

2) دل باغ باغ ہونا۔

3) غم کھانا۔

4) بکھیڑوں میں اُلجھنا۔

5) نو دو گیارہ ہو جانا

☆☆☆☆☆

ابنِ انشاء

پیدائش: ۱۹۲۷ء　　　وفات: ۱۹۷۸ء

حالاتِ زندگی

ابنِ انشا کا اصل نام شیر محمد قیصر تھا۔ وہ جالندھر میں پیدا ہوئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد لاہور چلے آئے۔ ادبی زندگی کا آغاز بحیثیت شاعر کیا۔ بعد میں بطور مزاح نگار، افسانہ نویس، صحافی اور سفرنامہ نویس شہرت حاصل کی۔ مزاح کے میدان میں انھوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کا لوہا منوایا اور ہر طرح کے قاری سے داد وصول کی۔

اسلوب

ان کا اسلوبِ تحریر سادہ، رواں، دلکش اور شگفتہ ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملوں میں مزاح پیدا کرنا اُن کا خاصہ ہے۔ ہر موقع پر ہنسنے ہنسانے کی گنجائش پیدا کر لیتے ہیں۔ الفاظ کے صحیح انتخاب اور اُن کے درست استعمال پر اُنھیں قدرت حاصل ہے۔ چلتے ہو تو چین کو چلیے، دُنیا گول ہے، ابنِ بطوطہ کے تعاقب میں، اور آوارہ گرد کی ڈائری میں ابن انشا ایک ایسے بنجارے کے روپ میں نظر آتے ہیں، جو گرد و پیش پر بیگانہ روی سے نظر ڈالتے ہیں، لیکن حقیقت میں اُن کی آنکھ اشیا کے باطن کو دیکھتی ہے اور قاری کو ماضی اور حال سے آشنا کرتی چلی جاتی ہے۔ وہ اپنے قاری کی دلچسپی کے لیے معلوماتی مواد اور تاریخی واقعات کو موثر انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں طنزِ لطیف پایا جاتا ہے، جس سے بات میں عمق اور اثر آفرینی پیدا ہوتی ہے۔ انھوں نے اپنی تحریروں میں، بھولے بسرے اور متروک الفاظ کے استعمال سے منفرد دلکشی پیدا کی ہے۔

تصانیف:

خمارِ گندم، اُردو کی آخری کتاب، آوارہ گرد کی ڈائری، دنیا گول ہے، ابنِ بطوطہ کے تعاقب میں، نگری نگری پھرا مسافر، چاند نگر، دلِ وحشی، اُس بستی کے اک کوچے میں وغیرہ۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

سفرنامہ: شیراز اور کنار آب رکناباد وغیرہ

مصنف: ابن انشا

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
شیراز	ایران کا ایک قدیم شہر	رکناباد	شیراز کی ایک سیر گاہ
دانتیں کاٹنا	مسواک کی لکڑی	علی الصبح	صبح سویرے
لحاف	کمبل	داخلی رفاقت	دلی دوستی
غنودگی	خوابیدہ / بے ہوشی	چرند	چرنے والے جانور
رشک	نیکی کا جذبہ	پرند	اڑنے والے جانور
ٹھرٹھر کرنا	سخت سردی سے کانپنا	صف بستہ	قطار بنا کر
چشم	آنکھ	خواب خرگوش	گہری نیند
کاریڈور	برآمدہ	دھرتی	زمین
بے نصیب	جس کے نصیب میں کچھ نہ ہو	قدامت و عظمت	پرانا اور عظیم ہونا
فضائل	فضیلت کی جمع	پات	پتے
نواح	ارد گرد کا علاقہ	بانگ	اذان
صبح خیزی	صبح سویرے جاگنا	ٹورسٹ	سیاحوں کا رہنما
نمونیا	بیماری کا نام	میم	انگریز عورت
ست الوجود	جن کے بدن ڈھیلے ڈھالے ہو	بوستان	شیخ سعدی کی کتاب
آویزاں	لٹکا ہوا	ضبط	برداشت
رشک	آنسو	گل صد برگ	ایک پھول کا نام / سو پتیوں والا

سدھارے	چلے گئے / روانہ ہوئے	اے آمدنت باعث آبادی ما	آپ کا آنا ہمارے لیے خوشی کا باعث ہے
کھڑاک	جنجال	خوش نویس	اچھا لکھنے والا
پہنائی	کشادگی	گلستان	شیخ سعدی کی کتاب
وکیل الرعایا	رعایا کا وکیل	ناچار	بے بس
غنچۂ نوشگفتہ	تازہ کھلا ہوا پھول	متاع عزیز	پیاری دولت
ہوائی پیمائی	ہوائی جہاز کے ذریعے سفر	منصور	منصور حلاج
میوزیم	عجائب گھر	مرتسم	نشان کیا گیا
تخت جمشید	جمشید کا تخت	دارا	ایران کا بادشاہ
اصفہان	ایران کا مشہور شہر	پانی چوانے والا	پانی ٹپکانے والا
مسافت	فاصلہ	بنا	بنیاد
ٹولیاں	گروہ	ٹھنٹھ	کٹا ہوا بازو / کٹا ہوا تنا
فال	شگون / عیب کی بات	صدستون محل	سو ستونوں پر قائم محل
نسخہ	طریقہ	خانہ زاد	غلام / خاندان سے تعلق رکھنے والا
سرور	لطف		
منت	نذر / نیاز	تومان	ایرانی سکہ
کیا دھرا ہے	کیا رکھا ہے	درن کشاں	درن کھینچنے والا
انا الحق	بے شک میں حق ہوں	ناک بھوں چڑھانے	ناراض ہونا
کوس	تین سو گز فاصلہ	حمال	بوجھ اٹھانے والا

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

یدھ	جنگ	عفریت	خوف
دربابِ شایاں	بادشاہوں کا باپ	ایادانا	دارا کا بنایا ہوا تاریخی محل
خرابے	برباد علاقے	کے	کتنے / کئی
بھاگ کھلے	قسمت جاگ اٹھی	برادر بہ جان برابر	میری جان کے برابر میرا بھائی ہے
درس	سبق	مادر چہ خیالم و فلک در چہ خیال	ہم کس خیال میں ہے اور آسمان کس خیال میں ہے۔
مصر	رضد		
سالم	پورا	قربانت شوم	میں تیرے قربان جاؤں
فصیل	اونچی دیوار	بوئے عشق آید	عشق کی بو آئے گی
رفاقت	دوستی	بقراط	یونان کا مشہور حکیم
غائبانہ شناسی	غائبانہ تعارف	نقشِ رستم	رستم پہلوان کے آثار
چندہ	اتنی/اس قدر	پازرگاد	ایران کا ایک قدیم شہر
نواحات	قریبی علاقے	اصطخر	ایران کا ایک قدیم شہر
دیوانِ خاص	خاص کمرہ	نادرشاہ	ایران کا بادشاہ بڑا بارعب اور دبدبے والا
قیاس	اندازہ / خیال	ڈھانا	گرانا
کندہ	نقاشی کرنا	فراٹے بھرنا	بہت تیز جانا
بخشش	انعام	طہران	ایران کا دارالحکومت
پہنائی	وسعت	افلاطون	ارسطو کا استاد سقراط کا شاگرد

سٹال	عارضی چھوٹی دکان	سقراط	ایتھنز افلاطون کا استاد والوں نے اُسے زہر دیا تھا
کوہِ رحمت	رحمت کا پہاڑ	بقراط	ایک یونانی حکیم
گل	پھول	ساسانی	ایرانی بادشاہوں کا ایک سلسلہ
دوام	ہمیشگی	مسطح	ہموار
ٹھیکریوں	مٹی کے ٹکڑے	حافظ	حفظ کرنے والا
ذکرِ لطیف	اچھے الفاظ میں ذکر	ہیخچون	صحن / اسم ضمیر
آثار	نشانیاں	جانشین	وارث
استغاثہ	دعوے داری	زینہ	سیڑھی
مبالغہ آمیز	کسی بات کو حد سے زیادہ بڑھا دینا	گھاٹیاں	پہاڑوں کے درمیان راستے
ارسطو	سکندرِ اعظم کا استاد یونان کا مشہور عالم		۱

<u>وضاحت طلب:</u>

زخاکِ سعدی شیراز بوئے عشق آید
ہزار سال پس از مرگِ اُو اگر بویم

ترجمہ: شیراز سعدی کے قبر کی خاک سے عشق کی بو آرہی ہے چاہے اس کے مرنے کے ہزار سال بعد بھی سونگھو۔

۲) مادر چہ خیالم و فلک در چہ خیال

ترجمہ: ہم کس خیال میں ہے اور آسمان کس خیال میں

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

۳) نادر شاہ: نادر شاہ افشار ایران کا مشہور بادشاہ تھا جس نے دہلی پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی اور ڈھیروں ہیرے جواہیرات کے ساتھ تخت طاؤس اور کوہ نور ہیرا ایران لے گیا تھا۔

(خلاصہ)

مصنف کہتا ہے کہ جو لوگ صبح سویرے اُٹھتے ہیں ان پر ہمیں حیرت ہوتی ہے کیونکہ نیند کا اصل مزہ تو آتا ہی تب ہے جب جاگنے کا وقت ہو اس کا لطف صبح اُٹھنے والے بے نصیب کیا جانیں لیکن چارو نا چار ہم نے ہوٹل انتظامیہ سے کہا کہ کل ہم شیراز جائیں گے اس لئے ہمیں صبح پانچ بجے جگا دینا۔ لہذا صبح ہوتے ہی اُنھوں نے ہمیں جگا دیا شیراز کے چھوٹے سے ہوائی اڈے پر قدم رکھتے ہی اس کی قدامت وعظمت کا احساس ہوا۔ خزاں کا موسم تھا اس لیے پھول نہیں ہمارے ساتھ سامان نہ ہونے کے برابر تھا۔ ہمارے ساتھ کچھ امریکن ٹورسٹ بھی تھے ہمیں معلوم ہوا کہ اگر ٹیکسی لے کر سیر کا آغاز کیا جائے تو مسجد وکیل وحافظ وسعدی کے مزار اور دروازہ قرآن کو دیکھا جا سکتا ہے۔ ٹیکسی لے کر سیدھے ہی حافظ شیرازی کا مزار دیکھنے کے لیے روانہ ہوئے اونچی کرسی پر مزار تھا جس کے ارد گرد لوگ ٹولیوں کی شکل میں بیٹھے ہیں۔ اور ایک کونے میں کوئی شخص ٹیپ ریکارڈ لیے کوئی پروگرام ریکارڈ کر رہا ہے کہتے ہیں یہاں فال کے کے لیے دیوان کا ایک نسخہ رکھا ہے ہمیں نظر نہ آیا۔ لڑکے لڑکیاں تفریح کے موڈ میں گھوم رہے تھے۔ ہم نے دور سے فاتحہ پڑھی اور ٹیکسی والے سے کہا: چلو! اب سعدی کے مقبرے۔ سعدی کا مقبرہ نہایت سادہ تھا۔ اس کے چاروں طرف جالیاں تھی بہت سے عقیدت مند موجود تھے۔ ہم نے فاتحہ شروع کی تو آنکھوں سے ایک نہ رکنے والا آنسوؤں کا سلسلہ شروع ہوا اور رفتہ رفتہ ایک سیلاب کی شکل اختیار کر لیا جتنا ضبط کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ سیلاب اور اُمڈتا تھا ہمیں بچپن کے وہ دن یاد آ گئے جب گاؤں میں گلستان کے درس کا آغاز کیا تھا بچپن کی اس عقیدت اور داخلی رفاقت کے باعث وہاں سے واپس جانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا لیکن مرتا کیا نہ کرتا وہاں سے نکلنا پڑا اور مسجد وکیل کی طرف روانہ ہوئے یہ مسجد کریم خان کی یادگار ہے جو نادر شاہ کے قتل کے بعد یہاں کا بادشاہ بنا لیکن خود کو بادشاہ کے بجائے وکیل الرعایہ کہا کرتے

تھے اسی مسجد کے ساتھ ہی بازار وکیل سے ٹیکسی لی اور دروازہ قرآن بھی دیکھ لیا اس دروازے پر کسی زمانے میں برکت کے لئے قرآن مجید کا ایک نسخہ رکھا ہوتا تھا جو اب طہران کے عجائب گھر میں ہے۔ تخت جمشید جانے کے لیے ہم نے ایک سالم ٹیکسی روکی اس نے پندرہ تومان کہے ہم نے دس آخر بارہ طے ہو گئے ڈرائیور کا نام منصور تھا اور اس نے دعویٰ کیا کہ مجھے تھوڑی انگریزی بھی آتی ہے یہ دعویٰ اس کے ہم نام منصور کے دعوے انا الحق سے بھی زیادہ مبالغہ آمیز تھا۔ ہم فارسی میں لمبی چوڑی گفتگو کرتے تھے اور وہ yes کہہ کر فارغ ہو جاتا تھا راستے میں جب ہم نے رکنا باد نہ دیکھنے پر افسوس کا اظہار کیا تو اُس نے ایک نالے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہی رکنا باد ہے ہم حیران ہوئے کہ حافظ اس سوکھے نالے کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوا کرتے تھے ساڑھے بارہ بجے ہم دارائے اعظم کے شہر عذار پہنچے ڈھائی ہزار سال قبل تیسرے دارا اور سکندر اعظم کی فوجوں میں لڑائی ہوئی تھی۔ دارا کے متعلق ہم نے بچپن میں بہت کچھ پڑھا تھا اور سکندر اعظم کو ہم مسلمان سمجھتے تھے اس لیے دارا کی شکست پر بالکل افسوس نہیں ہوا تھا ہم نے تخت جمشید کوہ رحمت اور نقش رستم کے کھنڈرات بھی دیکھے۔ ان میں سے کچھ منارے اب بھی آسمان سے باتیں کرتے نظر آ رہے تھے۔ دیواریں کئی کئی فٹ تک قائم ہیں اور دروازے تو اکثر جگہ ڈھائی ہزار سال سے یونہی کھڑے ہیں اور ان کی نقاشیوں کا جلال قائم ہے کہیں شیروں کے مجسمے ہیں کہیں بیلوں کے بت۔ یہاں حمام تھا، یہاں دیوان خاص تھا تخت جمشید میں سب سے رفیع الشان محل تو دارا کا ہے۔ دوسرے نمبر پر اس کے جانشین خرخشاس اوّل کا صد ستون محل اسکا نام اپادانا ہے جس کو دارا یوش (دارا) اوّل نے شروع کیا اور اس کے بیٹے نے مکمل کیا۔ جو شہر صدیوں میں بسے اور اسکندر کو آ کر ڈھانے پڑے ہم نے ڈھائی گھنٹے میں دیکھ لئے۔ اب پھر ہم تھے اور شیراز کی سڑک، جس پر منصور کی ٹیکسی سائھ میل کی رفتار سے فراٹے اُبھرتی جا رہی تھی ہم نے دل ہی دل میں ٹیکسی کے کرائے کا حساب لگایا تو کل تیس (۳۰) تومان کا حساب نکلا ہمارا خیال تھا کہ منصور صاحب پیسے لے کر بہت خوش ہو جائے گا لیکن منصور صاحب ناراض ہو کر بولے جناب پینتیس سے ایک تومان کم نہ لوں گا۔ ہم

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

نے بحث شروع کی تو وہ راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اصفہان کا جہاز چھوٹ جانے کا خدشہ تھا اس لیے منصور کو ۳۵ تومان دے دیے۔ منصور نے ہمارے سلام کا جواب دیا نہ کوئی اور بات کی۔ ٹیکسی لے کر چلا گیا۔

اہم عبارات کی تشریح

عبارت نمبر ا:

نادر شاہ کے قتل کے بعد شیراز میں کریم خان زند کی حکومت رہی جو اپنی نیک نفسی اور رعایا دوستی کے لیے مشہور تھا۔ اس نے بادشاہ کا لقب اختیار کرنے سے انکار کیا تھا اور خود کو وکیل الرعایا ہی کہا اس کے عہد میں شیراز کے بھاگ کھلے اور یہ مسجد اس کی یادگار ہے۔

حوالا متن

سبق کا نام : شیراز اور رکناداب، رکناباد وغیرہ۔

مصنف کا نام: ابن انشاء

سیاق و سباق:

یہ اقتباس ابن انشاء کے سفرنامے ابن بطوطہ کے تعاقب میں سے لیا گیا ہے: مصنف کہتے ہیں کہ شیخ سعدی کے مزار سے رخصت ہونے کو جی نہ چاہتا تھا اُٹھتے تھے اور بیٹھ جائے تھے حافظ کے مزار پر بالکل یہ کیفیت نہ تھی اگلی منزل تھی مسجد وکیل کہتے ہیں کہ نادر شاہ کے قتل کے بعد شیراز میں کریم خان زند کی حکومت رہی انھوں نے ایران کی قسمت بدل ڈالی اور خود کو بادشاہ کے بجائے وکیل الرعایا کے طور پر پیش کیا۔ اور یہ مسجد بھی اس کی یادگار ہے۔ ساتھ ہی مشہور بازار وکیل ہے۔

تشریح:

تشریح طلب عبارت میں مصنف رقمطراز ہے کہ جب ہم شیخ سعدی کے مزار پر پہنچے تو وہاں سے واپسی کا جی نہیں چاہ رہا تھا لیکن مجبور ہو کر وہاں سے نکلے اور ہمارا اگلا منزل مسجد وکیل تھا۔ کہتے ہیں کہ جب بادشاہ نادر شاہ کو قتل کیا گیا تو اس کے بعد جو بندہ تخت نشین ہوا اُسکا نام کریم خان زند تھا۔ جو بہت ہی متقی اور نیک نفس انسان تھے انھوں نے حکومت کی بھاگ دوڑ سنبھالتے ہی بادشاہ کا

لقب اختیار کرنے سے انکار کیا اور خود کو وکیل الرعایا کہلانے لگے۔ آپ کی دور حکومت میں شیراز کی قسمت کھلی یہاں شاہکار تعمیرات ہوئی جن کی ایک مثال یہ مسجد ہے جس کی ٹائیلیں بہت خوبصورت ہیں۔

عبارت نمبر ۲:

پس ہم نے رات ہی کو ہوٹل کے نوکروں کو وصیت کر دی کہ بھائی صبح پانچ بجے جگا دینا ہم شیراز جائیں گے۔ سبھی نے چشم کہہ کر سینے پر ہاتھ رکھے اور واقعی سب کے سب علی الصبح ہمارے دروازے کے سامنے صف بستہ کھڑے تھے۔ کھڑکی سے باہر دیکھا تو ابھی کالی رات تھی حتیٰ کہ مرغ بھی جن کو بانگ دینے کے لئے اُٹھنا چاہئے تھا، خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے لمبی سے آہ بھر کر اُٹھے۔

حوالہ متن:

سبق کا نام: شیراز اور رکناد آب رکناباد وغیرہ

مصنف کا نام: ابن انشاء

سیاق و سباق:

یہ اقتباس ابن انشاء کے سفرنامے "ابن بطوطہ کے تعاقب میں" سے لیا گیا ہے مصنف کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر ہمیں رشک تو خیر کبھی نہیں آیا،، تعجب ضرور ہوا جو صبح اُٹھ بیٹھتے ہیں صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں جو مزے کی نیند ہوتی ہے اس کا لطف صبح اُٹھنے والے بے نصیب کیا جانیں لیکن آج ہم بھی مجبور تھے پس رات ہم نے ہوٹل کے نوکروں کو وصیت کر دی کہ بھائی صبح جلدی جگا دینا ہم شیراز جائیں گے۔ شیراز کا ہوائی اڈہ بس ننھا منا سا ہے حقیقت یہ ہے کہ شیراز کی دھرتی پر قدم رکھتے ہی اس کی قدامت و عظمت کا احساس شروع ہو جاتا ہے۔

تشریح:

تشریح طلب عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ جب ہم ہوٹل پہنچے تو کچھ ستانے کے بعد رات کا وقت تھا رات کو ہم نے ہوٹل کے نوکروں سے کہا کہ کل چونکہ مجھے شیراز جانا ہے اس لیے مجھے صبح سویرے جگا دینا سب نوکروں نے سینوں پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ بہ سر و چشم۔ اور واقعی سب کے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

صبح سویرے ہمارے دروازے کے سامنے مؤدب کھڑے تھے اور جب ہماری آنکھ کھلی تو تو کھڑکی سے باہر دیکھا جو کہ ابھی تک کالی رات تھی رات کی تاریکی ابھی تک چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی انسان کیا مرغ جو صبح ہونے کی خوشخبری دیتا ہے وہ بھی اب تک خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے ہم نے اُٹھنے ہی میں عافیت سمجھی اور ایک لمبی آہ لے کر اُٹھے اگر اُٹھنے کی ہمت نہ کرتے تو شاید ہم بہت دیر سے شیراز پہنچتے۔

مشقی سوالات

سوال نمبر ۱: سوالوں کے جواب لکھیں؟

سوال نمبرا: مصنف نے مندرجہ ذیل سحر خیزی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

1) مصنف سحر خیزی کے بارے میں کہتا ہے کہ ان لوگوں پر ہمیں رشک تو خیر کبھی نہیں آیا، تعجب ہمیشہ ہوا ہے، جو صُبح اُٹھ بیٹھتے ہیں۔ چرند پرند کی اور بات ہے انسانوں کا اتنے سویرے اُٹھنا کبھی ہماری سمجھ میں نہیں آیا صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں لحاف کے اندر جو مزے کی غنودگی ہوتی ہے، اس کا لطف صبح اُٹھنے والے بے نصیب کیا جانیں۔ وہ تو اس وقت جنگل میں داتنیں کاٹ رہے ہوتے ہیں۔ یا ٹھر ٹھر کرتے لارنس باغ کے چکر۔۔ صبح خیزوں میں کچھ کو تو نمونیے یا بگڑے زکام سے مرتے دیکھا باقی کی عمریں بھی ہماری چال کے ست الوجودوں سے زیادہ طبی ہوتی نہیں دیکھیں۔

(ب) حافظ کے مزار پر ان کے دیوان کا نسخہ کیوں رکھا گیا تھا؟

جواب: حافظ شیرازی کے مزار کے احاطے میں داخل ہوا دیکھا کہ جا بجا لوگوں کی ٹولیاں بیٹھی ہیں اور ایک کونے میں کوئی شخص ٹیپ ریکارڈ لیے کوئی پروگرام ریکارڈ کر رہا ہے۔ کہتے ہیں یہاں فال کے لیے دیوان کا نسخہ رکھا رہتا ہے جس سے لوگ اپنا ماضی، حال اور مستقبل کا حال دیکھتے تھے۔ اور یہ ان لوگوں کا باقاعدہ عقیدہ بن چکا تھا۔

ج) شیخ سعدی کے مزار پر مصنف کی کیا کیفیت ہوئی؟

جواب: مصنف رقمطر ہے کہ جونہی شیخ سعدی کے مزار کے احاطے کے اندر داخل ہوئے طبیعت

ایک عجیب سرور سے آشنا ہوئی۔ یوں لگتا تھا کہ ذرہ ذرہ دامن کشاں ہے۔

لیکن جانے کیا ہوا؟ جی بھر آیا اور ہم نے فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھائے تو آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب رواں ہوا اور جتنا ضبط کرنے کی کوشش کرتے تھے سیلاب اور اُمڈتا تھا۔ فاتحہ بہت طویل ہو گیا ہم نہیں چاہتے تھے کہ محافظ ہماری یہ کیفیت دیکھیے نہ جانے کتنے عالم آنکھوں کے سامنے آئے وہ جب ہم نے اپنے گاؤں میں گلستان کے درس کا آغاز کیا تھا ہمیں یاد ہے کہ: ''در باب شاہاں'' سے ہمارا درس شروع ہوا تھا اور زندیست نام فرخ نوشیرواں'' والی حکایت پہلی تھی پھر'' طائف وزدان بر سرکوہ نشستہ بودند'' یاد آئی بار بار خیال آتا تھا' یہی نواح ہوں گے، جن میں ہمارا شیخ سیر کرتا تھا گھومتا پھرتا تھا اور پھر لوگ یہاں اس کا جنازہ لائے ہوں گے۔ یہ وہی سعدی ہے یہ وہی شیراز ہے جس سے غائبانہ آشنائی سے یقین نہ آتا تھا۔

د) : ڈرائیور منصور کی انگریزی کے بارے میں مصنف نے کیا مثال پیش کی؟

جواب: مصنف کہتے ہیں کہ ڈرائیور کا نام منصور تھا اور اس نے دعویٰ کیا کہ مجھے تھوڑی انگریزی بھی آتی ہے یہ دعویٰ اس کے ہم نام منصور کے دعویٰ ''انا الحق'' سے بھی زیادہ مبالغہ آمیز تھا، کیونکہ اصل میں انہیں صرف ایک لفظ آتا تھا ''yes'' اور اسے وہ مسلسل اور متواتر استعمال کرنے پر مصر تھا ہم فارسی میں لمبی چوڑی گفتگو کرتے تھے اور وہ ''yes'' کہہ کر فارغ ہو جاتا تھا۔

(ہ) دارا اور سکندر کون تھے؟

جواب: دارا: دارا ایران کا مشہور بادشاہ تھا جس کی سلطنت کی حدیں بہت وسیع تھیں۔

سکندر: سکندر اعظم مقدونیا یونان کا رہنے والا تھا۔ بعد میں سکندر دارا کا دشمن بنا اور ایک جنگ میں سکندر اعظم نے دارا کو شکست دی اور اُن کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

و) ڈرائیور منصور اور مصنف کے درمیان کرائے کا کیا معاملہ پیش آیا؟

جواب: مصنف کہتے ہیں کہ ایئر پورٹ پر پہنچ کر ہم نے بائیس یا پچیس کی بجائے جوان کا حق بنتا تھا تیس تومان منصور صاحب کی مُٹھی میں دے دیے بولے یہ کیا؟ یہ تیس ہیں، اتنے تو میں نہیں لوں

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

گا ہم نے کہا لے لو لے لو ہم کوئی بطور بخشش یا انعام تھوڑا ہی زیادہ دے رہے ہیں ان پانچ تومان کو ہمارا دوستانہ نذرانہ سمجھ کر قبول کرو۔ تکلف نہیں کیا کرتے لیکن منصور صاحب مُنہ بنا کر بولے 35 تومان سے 1 تومان کم نہ لوں گا بہت قیل و قال اور انتہائی ناراضگی میں ہم نے کہا لو میاں! ۳۵ تومان قربانت شوم تم تو کہتے تھے ٹیکسی آپ کی ہے منصور نے ہمارے سلام کا جواب دیا، نہ کوئی اور بات کی ٹیکسی لے کر چلا گیا۔

سوال نمبر۲: درج ذیل جملوں کی وضاحت کریں۔؟

ا) نہ زبان سے علاقہ، نہ ادب و تہذیب سے نسبت، ایک کیمرہ لٹکایا میم کو ساتھ لیا، جہاں کی تعریف سنی اُدھر سدھارے

وضاحت: مصنف کہتے ہیں کہ جب شیراز کے ائرپورٹ پر اُترے تو ہمارے ساتھ کچھ امریکن ٹورسٹ بھی تھے مصنف حیران ہوئے۔ کہ ان لوگوں کا یہاں کیا کام کیونکہ نہ تو یہاں کی زبان سے واقف ہیں اور نہ یہاں کے ادب اور تہذیب و تمدن سے ان کا کوئی تعلق ہے لیکن یہ لوگ سیر و سیاحت کے اس قدر دلدادہ ہے کہ جہاں کی تعریف سنی بس ایک کیمرہ گلے میں لٹکا کر چل نکلتے ہیں ان کے پاس ایک میم ہوتی ہے اور سیر و سیاحت کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں۔

ب) ہم نے فاتحہ کیلئے ہاتھ اُٹھائے تو آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب رواں تھا جتنا ضبط کی کوشش کرتے، سیلاب اور اُمڈتا تھا۔

وضاحت: مصنف کہتے ہیں کہ جب حافظ کے مزار کے احاطے میں داخل ہوا تو ایک عجیب کیفیت سے روشناس ہوا جب فاتحہ پڑھنے کے لئے ہاتھ اُٹھائے تو آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک نہ رُکنے والا سلسلہ شروع ہوا۔ جتنا ضبط کرنے کی کوشش کرتے تھے آنسو اور بھی امڈ ہوآتے تھے۔

ج) ان سے فریاد یا استغاثہ کیا کرتے منصور ہم سے اچھی اور تیز فارسی بولتا تھا، ممکن ہے ہم مقدمہ جیت بھی جاتے، لیکن اصفہان کا جہاز ضرور چھوٹ جاتا

وضاحت: ابن نشاء نے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈرائیور منصور کو پچیس کی بجائے تیس تومان کرایہ ادا کیا۔ اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ ڈرائیور خوش ہو جائے گا لیکن اُس وقت مصنف کے تعجب کی انتہا نہ رہی جب ڈرائیور منصور ۳۵ تومان کا مطالبہ کر رہا تھا اس بات میں دونوں میں خوب قیل و قال ہوئی اس لئے وہاں اور لوگ بھی جمع ہو گئے مصنف کہتے ہیں کہ اب میں ان سے کیا فریاد کرتا۔ کیونکہ منصور وہاں کا شہری تھا اور مجھ سے اچھی فارسی بول کر ان کو اپنی بات کی یقین دلا سکتا ہیں یا یہ بھی ممکن ہے کہ اگر مزید بحث ہوتی تو میں یہ مقدمہ جیت جاتا لیکن مجھے اصفہان جانا تھا اور یہ خدشہ تھا کہ اگر یہ بحث طویل ہوگئی تو میرا جہاز چھوٹ جائیگا۔

(ہ) یہاں کے آثار کچھ طہران چلے گئے کچھ اپنے آبا کی کتابوں کی طرح لندن اور پیرس میں۔

وضاحت: ایران میں مختلف تاریخی مقامات کی سیر کے دوران جب ابن انشا تخت جمشید گئے تو وہاں کے آثار قدیمہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہاں اب ایک چھوٹا سا عجائب گھر ہے جس میں کچھ آثار پڑے ہوئے ہیں باقی کی اور اچھی اور قیمتی چیزیں یا تو کوئی طہران لے گیا یا ہمارے آباؤ و اجداد کی کتابوں کی طرح کوئی ان کو لندن اور پیرس لے گیا بالکل اسی طرح جس طرح مسلمانوں کی کتابوں کو اسپین فتح کرنے کے بعد انگریز لوٹ کر لے گئے تھے۔ اور علم کے ان موتیوں سے لائبریریاں بھر دی تھیں جنہیں دیکھنے کے بعد علامہ اقبال کا دل ٹکرے ٹکڑے ہو گیا تھا

مگر وہ علم کی موتی کتابیں اپنے آباء کی
کہ جن کو دیکھ کر لندن میں دل ہوتا ہے سیپارہ

(ہ) اس نے دعویٰ کیا کہ مجھے تھوڑی انگریزی بھی آتی ہے۔ یہ دعویٰ اس کے ہم نام منصور کے دعوے ''اناالحق'' سے بھی زیادہ مبالغہ آمیز تھا۔

وضاحت: مصنف ابن انشاء درائیور کی مکاری کے حوالے سے بتاتے ہیں۔ اس ڈرائیور کا نام منصور تھا منصور ڈرائیور کا دعویٰ تھا کہ اسے تھوڑی بہت انگریزی بھی آتی ہے لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہ ''yes'' سے آگے مزید کچھ نہیں کہہ سکتے تھے اس لئے مصنف کہتے ہیں کہ اس نے انگریزی جاننے کا جو دعویٰ کیا تھا وہ اس کے ہم نام منصور کے دعوے سے بھی زیادہ مبالغہ آمیز تھا کیونکہ

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

منصور حلاج جو ایک صوفی تھے اس نے بھی انا الحق کا بلند نعرہ بلند کیا تھا اس نعرے پر حجاج نے ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

سوال نمبر۳: امدادی فعل کی تعریف کریں اور سبق میں سے مثالیں تلاش کریں۔

جواب: **امدادی فعل: (Helping verb)**

امدادی فعل کو انگریزی میں (Helping verb) کہتے ہیں یہ وہ افعال ہوتے ہیں جو کسی جملے میں اصل فعل کے ساتھ پرزور انداز میں بات کو مکمل کر دیتے ہیں ۔اس سے بات میں حسن ،وضاحت زور یا کوئی اور خوبی پیدا ہوتی ہے۔

مثالیں: اُٹھ بیٹھنا۔ دیکھ سکنا۔ دے دینا۔ جگا دینا۔لگنا،

مندرجہ بالا مثالوں میں بیٹھنا، سکنا، دینا امدادی افعال ہیں۔

سوال نمبر۴: درج ذیل الفاظ وتراکیب کو اس طرح جملوں میں استعمال کریں کہ مفہوم واضح ہو جائے۔

الفاظ وتراکیب	جملوں میں استعمال
قدامت وعظمت	پاک فوج کی قدامت وعظمت چاردانگ عالم میں تسلیم کی گئی ہے
غنودگی	غنودگی کی عالم میں ڈرائیونگ سے اجتناب کرنا چاہئے۔
دیوان خاص	بہادر شاہ ظفر کے دیوان خاص میں محمد ابراہیم ذوق اور مرزا غالب اپنا کلام پیش کیا کرتے تھے۔
رفیع الشان	بُرج خلیفہ کا شمار دنیا کی رفیع الشان عمارت میں ہوتا ہے۔
غربت	غربت اور مہنگائی کی عفریت نے کئی اعلیٰ اور معزز خاندانوں کو نگل لیا ہے۔
خانہ زاد	عابد علی ہمارا خانہ زاد ہے اس لئے ہر جگہ ہماری عزت واحترام کا خیال رکھتا ہے۔
بھلے مانس	ڈاکٹر رشید احمد کا کا خیل انتہائی بھلے مانس اور شریف آدمی ہے

سوال نمبر۵: سفر نامے کی تعریف کریں اور اس کے فنی لوازمات لکھیں۔

جواب: **سفر نامہ**: سفر نامے سے مراد ایک ایسی تحریر ہے کہ جب کوئی سیاح ،سیر و سیاحت کے دوران اپنے تجربات ۔مشاہدات اور قلبی واردات کو تحریری صورت میں لاتا ہے تو اس فن پارے کو سفر کہا جاتا ہے سفر نامے کی دلچسپی دو باتوں پر منحصر ہوتی ہے واقعات سفر کی ندرت وجدت اور انداز بیان میں خوبصورتی ۔بعض اوقات سفر نامے میں مصنف کی شخصیت کی جھلکیاں بھی اس میں دکھائی دیتی ہے اس طرح وہ ایک ذاتی دستاویز کا درجہ حاصل کر لیتا ہے اس کے مکالمے سے دنیا بھر کے لوگ ایک دوسرے کے ملک کی سیاسی ،معاشی ،تاریخی اور ثقافتی سرگرمیوں سے آگاہ ہوتے ہیں۔

سفر نامے کے فنی لوازمات:

(۱) سفر کرنا

۲) زبان وبیان پر قدرت۔

۳) دوران سفر مختلف مقامات کا مشاہدہ کر کے قلمبند کرنا۔

۴) اپنے خیالات وتاثرات کا اظہار کرنا۔

۵) جس ملک یا علاقے کا سفر اختیار کیا ہو اُن کی ثقافت، تہذیب ،تمدن ،معاشرت اور تاریخی سرگرمیوں سے باخبر رہنا۔

۶) منظر نگاری۔

☆☆☆☆☆

جمیل الدین عالی

پیدائش: ۱۹۲۶ء   وفات: ۲۰۱۵ء

حالات زندگی:

ملی نغمہ ''جیوے جیوے پاکستان'' کے خالق جمیل الدین عالی دلی میں پیدا ہوئے۔ دلی سے بی اے کرنے کے بعد عملی زندگی کا آغاز وزارتِ تجارت میں اسسٹنٹ کی حیثیت سے کیا۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

بعد میں مقابلے کا امتحان پاس کیا اور انکم ٹیکس افسر مقرر ہوئے۔ ایوانِ صدر میں بھی بطور افسر بکارِ خاص خدمات سرانجام دیں۔ وزارتِ تعلیم سے بھی منسلک رہے۔ کاپی رائٹ رجسٹرار اور نیشنل پریس ٹرسٹ کے سیکرٹری بھی رہے۔ ۱۹۶۱ء میں یونیسکو کی فیلوشپ ملنے کے بعد مختلف ممالک کی سیاحت کی۔ پاکستانی مندوب کی حیثیت سے بھی کئی ممالک کے دورے کیے۔ رائٹرز گلڈ کے قیام کے بعد اس کے اعزازی مرکزی سیکرٹری اور سیکرٹری جنرل بھی رہے۔ انجمنِ ترقیٔ اُردو کے مرکزی رکن رہے اور تا حال روزنامہ جنگ میں ان کا کالم باقاعدگی سے چھپتا تھا۔

اسلوب:

ان کے سفرناموں کے بارے میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں: ''جمیل الدین عالی نے تماشا میرے آگے'' اور'' دنیا میرے آگے'' میں سفر کے فوری تاثر کو اخباری کالم میں سمیٹ لیا۔ انھوں نے ادب کے کلاسیکی پس منظر کو زندگی کے موجودہ مناظر سے مربوط کیا۔ ان سفرناموں میں مصنّف خودنگر و خداوندِ خودی بن کر ظاہر ہوتا اور مشرقی درویشی کا بھرم قائم رکھتا ہے۔''

تصانیف:

اے میرے دشت سخن، دُعا کر چلے، صدا کر چلے، انسان، لاحاصل، تماشا مرے آگے، اور دنیا مرے آگے وغیرہ

روم زندہ شہر اور مُردہ شہر

مصنف: جمیل الدین عالی

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اطالوی	اٹلی کا باشندہ	پڑاؤ	قیام
غضب کا نکلا	بہترین ثابت ہوا	الیسپاگیٹی	رومی سویاں

چوڑی نان	بڑی روٹی	پیچاں	مڑی ہوئی
لیپاپوتی	مل دینا	دقت	مشکل
آن کی آن میں	ایک لمحے میں	ہنگامہ پرور	ہنگاموں سے بھرا ہوا
اصلی تے وڈے	اصل اور بڑے	رومتہ الکبریٰ	عظیم روم
دہکتے ہوئے	بہت گرم	کھنڈر	ویران
پیتسا	رومی پراٹھا (Pizza)	بائیسکوپ	سینما کی فلم
کُندن	خالص سونا	مائیکل انجلو	عظیم رومی مصور
تپ کر	گرم ہوکر	کیپٹول	دارالحکومت
اپنے جیسوں	میری طرح	مقننہ	قانون ساز اسمبلی
مول لیا	خرید لیا	موافق	مطابق
بقول کسے	بقول شخصے	عمومیت	عام ہونا
تگڑی	مضبوط	مشترقین	وہ فرنگی جو مشرقی زبانوں اور علم کے ماہر ہو
کن انکھیوں سے	چور نظروں سے	دھونس جھاڑنا	شیخی بگارنا/رعب ڈالنا
لنچ	دوپہر کا کھانا/ظہرانہ	بابل	عراق کا ایک مشہور اور قدیم شہر
عظام	عظیم	معنون	عنوان دیا گیا
بقعہ نور	منور مقام/روشن مقام	مبادا	کہیں ایسا نہ ہو
زیارت گاہ	کسی بزرگ کا مقبرہ	مکین	مکان کے اندر رہنے والے
اُکتا جانا	دل بھر جانا	جوق در جوق	گروہ در گروہ

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

ملاح	کشتی چلانے والا	آثار قدیمہ	کھنڈرات/پرانے آثار
سَنت	سینٹ	مسکن	رہنے کی جگہ
قہر خداوندی	اللہ کا عذاب	ہائی پالیٹکس	اعلیٰ درجے کی سیاست
زینے	سیڑھیاں	پرمٹ	اجازت نامہ
حصار	دیوار	سیاح	سیر کرنے والا
زیرِ زمیں	زمیں کے نیچے	زائرین	زیارت کرنے والا
ایشیا تک	ایشیائی ممالک تک	حاکمو	حکومت کرنے والے
ترتیبِ نو	نئی ترتیب	گرفت	پکڑ
تزئین	سجاوٹ	عضوضعیف	کمزور حصہ
امرائے عظام	عظیم بادشاہان	لب لب کھانا	مٹھی بھر کر کھانا
قیصر	روم کے بادشاہوں کا لقب	مدت	عرصہ
باندیاں	کنیزیں/لونڈیاں	بانٹنا	تقسیم کرنا
وینس	اٹلی کا شہر جسے دریاؤں کا شہر کہا جاتا ہے	عہدہ	منصب
قدیم	پُرانا	کافور ہونا	زائل ہونا

(خلاصہ)

مصنف کہتے ہیں کہ جب میں ہوٹل پہنچا اور کھانے کا وقت ہو گیا تو ہوٹل میں مجھے بتایا گیا کہ اگر آپ نے رومی پراٹھا نہیں کھایا تو کچھ نہیں کھایا رومی پراٹھے کو پیتا کہتے ہیں۔ جس میں پیاز، ٹماٹر، ادرک، کالی مرچ پسا ہوا گوشت اور نمک وغیرہ ہوتا ہے پراٹھے کا اصل مزہ اسے گرم گرم کھانے ہی میں ہے۔ یہ اٹلی کی سب سے سستی غذا ہے جسے تھوڑا تھوڑا کر کے بھی خریدا جا سکتا ہے اس کے بعد

اسپا گیٹی پیش کی گئی۔ یہ موٹی لمبی سویاں تھیں جسے چمچے، کانٹے اور چھری تینوں کی مدد سے کھانا پڑتا تھا۔ اطالوی لنچ کھانے کے بعد قیلولہ ضرور کرتے ہیں۔ یورپ کے انتہائی شمال میں ہونے کی وجہ سے یہ ملک یورپیوں کے بقول گرم ہے میدے کا کھانا کھا کر یوں بھی نیند آتی ہے دوپہر کو آرام کرنے کے بعد وہ مزید دو گھنٹے کام کرتے ہیں۔

اطالوی زبان میرے لیے سیکھنا مشکل ہے ہر وقت میری جیب میں پڑی رہتی مگر کچھ خاص کام نہ آئی۔ پھر میں گھومتے پھرتے روما کے سب سے قدیم پُل پر چلا گیا اس کا نام ٹائبر بینک تھا۔ لیکن جب عیسائیت نے زور پکڑا تو دوسری عماراتوں کی طرح اس پُل کا نام بھی تبدیل ہو گیا اور یہ پُل ٹائبر بینک سے سینٹ انجلو کا پُل بن گیا۔ روم سات پہاڑوں پر بنا ہوا شہر ہے اب وہ پہاڑیاں سڑکوں کے اتار چڑھاؤ میں بدل گئی ہے اور کہیں کہیں محسوس ہو جاتا ہے کہ روم ایک دن میں نہیں بنا یہ عمارت بھی ان سات میں سے ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ قدیم زمانے میں یہ سیاسی اور مذہبی مرکز کا درجہ رکھتی تھی اب سیاحوں کی زیارت گاہ ہے ایک رومی حاکم ٹائرس گراچس ۱۳۳ قبل از مسیح میں اسی مقام پر قتل کیے گئے تھے۔ وینس خوب صورت اور قدیم شہر ہے جو پانی پر بنا ہوا یعنی جس کے گرد پانی ہیں۔ روم میں نیپلز اور سسلی جیسے خوبصورت مقامات بھی سیاحوں کے لیے کسی جنت سے کم نہیں ہیں البتہ میلان ایک صنعتی شہر ہونے کے باعث زیادہ پُرکشش نہیں ہے۔ پومپی اسی جسے انگریزی دان پومپی آئی کہتے ہیں پومپی آئی نیپلز کے ساتھ ہے یہ ایک عظیم اور خوشحال شہر تھا، جو اجڑ چکا ہے بکھر چکا ہے اور ختم ہو چکا ہے اور شاید ابھی زندہ ہے کئی سو برس ہوئے جب ایک قہرِ خداوندی نازل ہوا ایک زلزلہ آیا اور پورا شہر زیرِ زمین چلا گیا یہاں جوق در جوق دُنیا کے مختلف ممالک سے سیاح آتے تھے مگر اب یہ جگہ کھنڈرات کے سوا کچھ بھی نہیں بلکہ ماہرین آثارِ قدیمہ کہ کوششوں کے باوجود پورے شہر کو اُگلنے پر تیار نہیں ہے۔

بچو! دوستو! بزرگو! افسرو! حاکمو! اللہ کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے یہ کھنڈر جو بائیں ہاتھ کو چلے گئے ہیں نہ جانے کن کن اُمرائے عظام کے مسکن ہونگے ان ہی محلوں میں شہزادے، وزرا، فوجی افسر

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

ایک دوسرے کے موافق اور خلاف سازشیں کرتے تھے۔ لیکن آج یہ مقامات نشان عبرت بن چکے ہیں ۔ سب کا نام بدل گیا ہے اور سب کو ایک ہی نام سے یاد کیا جاتا ہے اور نام وہی پُرانا نام ہے: تاریخ!

اہم عبارات کی تشریح

عبارت نمبر ۱:

آپ روم سے اُکتا گئے ہوں گے، میں نہیں اُکتایا، بلکہ ابھی تو اصلی یعنی پُرانا روم شروع ہی نہیں ہوا، لیکن چلیئے ذرا روم سے باہر بھی ہو آئیں، کیونکہ اٹلی صرف روم ہی نہیں ہے حالانکہ یہ بھی درست ہے، کم از کم ہمارے لیے اٹلی روم کے بغیر کچھ نہیں۔

حوالہ متن:

سبق کا نام : روم زندہ شہر مردہ شہر

مصنف کا نام: جمیل الدین عالی

سیاق وسباق:

جمیل الدین عالی اس سفرنامے میں بتاتے ہیں کہ روم سات پہاڑوں پر بنا ہوا ہے جس کو دیکھ کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ روم ایک دن میں نہیں بنا، کیپٹول قدیم رومتہ الکبریٰ کی نشانی نہیں بلکہ ان جمہوری روایات کی یادگار ہے جو قدیم رومنوں نے قائم کی تھیں مصنف کہتے ہیں کہ آپ جدید روم سے اُکتا گئے ہوں گے میں نہیں اُکتایا بلکہ ابھی تو اصلی یعنی پُرانا روم شروع ہی نہیں ہے۔ اب آدمی روم سے پہلے کہا جائے۔ وینس خوب صورت اور قدیم شہر ہے، جو پانی پر بنا ہوا ہے یعنی جس کے گرد پانی ہے جہاں سڑکیں نہیں ہیں بلکہ سڑکوں کی جگہ چھوٹی چھوٹی نہریں ہیں۔

تشریح:

تشریح طلب عبارت میں سفرنامہ نگار جمیل الدین عالی جب روم کے مختلف علاقوں اور تہذیب وثقافت کا ذکر کرتے ہیں تو اس کے بعد رقمطراز ہے کہ اپ لوگ یعنی سفرنامہ پڑھنے والے

روم سے اُکتا گئے ہوں گے جبکہ میں نہیں اُکتایا بلکہ ابھی تو بہت کچھ دیکھنا اور پرکھنا ہے مصنف کہتے ہیں کہ اب تک جو آپ نے دیکھا اور پڑھا وہ جدید روم کے بارے میں تھا اصلی روم یعنی پُرانا روم ابھی شروع ہی نہیں ہوا۔ مصنف مزید کہتے ہیں کہ ذرا روم سے باہر بھی گھومتے ہیں کیونکہ اٹلی صرف روم نہیں بلکہ روم میں اور بھی کئی قدیم اور تاریخی شہر آباد تھے اور کچھ اب بھی آباد ہے۔ جیسے وینس خوب صورت اور قدیم شہر ہے یومپی آئی ایک عظیم اور خوشحال شہر تھا جو اجڑ چکا ہے تباہ ہو چکا ہے۔ لیکن مصنف کہتے ہیں۔ کہ یہ بات بھی درست ہے کہ میرے لیے اٹلی روم کے بغیر کچھ نہیں۔

عبارت نمبر ۲:

مجھے یہاں بابل کے کھنڈر یاد نہیں آئے۔ ان کی عظمت زیر زمین نہیں گئی تھی۔ بلکہ ان کو آسمان کھا گیا تھا لیکن یومپی آئی کو زمین نے ہضم کیا اور اس طرح کہ آج تک ہزاروں ماہرین آثار قدیمہ کی کوشش کے باوجود پورے شہر کو اُگلنے پر تیار نہیں ہے

حوالہ متن:

سبق کا نام روم: زندہ شہر اور مردہ شہر

مصنف کا نام جمیل الدین عالی

سیاق وسباق:

جمیل الدین عالی سفرنامے کے اس حصے میں بتاتے ہیں کہ یومپی آئی ایک عظیم اور خوشحال شہر تھا، جو اُجڑ چکا ہے بکھر چکا ہے اور شاید ابھی زندہ ہے کئی سو برس ہوئے، جب ایک قہر خداوندی نازل ہوا، ایک زلزلہ آیا اور پورے شہر زیر زمین چلا گیا، یومپی آئی کے مکان کھنڈر بن گئے اور مکین کھنڈروں میں دفن ہو گئے

مصنف کہتے ہیں کہ مجھے یہاں عراق کے قدیم شہر بابل کے کھنڈر یاد نہیں آئے۔ اُن کی عظمت زیر زمین نہیں گئی تھی بلکہ ان کو آسمان کھا گیا تھا مصنف مختلف مکتب فکر سے مخاطب ہے کہ اللہ کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے اور جو لوگ اللہ کی گرفت میں آجاتے ہیں وہ عبرت کا نشان بن جاتے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

ہیں۔اور اُن کو پھر ایک ہی نام سے یاد کیا جاتا ہے اور نام وہی پُرانا نام ہے: تاریخ!

تشریح:

مصنف جمیل الدین عالی روم کے مختلف شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے جب یومپی ائی پہنچتے ہیں تو اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یومپی آئی ایک عظیم اور خوشحال شہر تھا لیکن اُس کی خوشحالی اُس وقت ختم ہوگئی جب اللہ کا عذاب نازل ہوا اور پورے کا پورا شہر زیرزمین چلا گیا۔اس کے مکان کھنڈر بن گئے اور مکین کھنڈروں میں دفن ہو گئے مصنف لکھتے ہیں کہ جب میں یومپی آئی کے کھنڈرات میں گھوم رہا تھا تو مجھے عراق کے قدیم شہر بابل کے کھنڈرات یاد نہیں آئے کیونکہ یومپی آئی اور بابل کے کھنڈرات میں بہت فرق تھا۔اُن کی عظمت وقدامت زیرزمین نہیں گئی تھی بلکہ آسمان کھا گیا تھا اور یومپی آئی کو زمین نے ہضم کیا اور ایسا ہضم کیا کہ آج تک ہزاروں ماہرین آثار قدیمہ کے بسیار کوشش کے پورے شہر کو اُگلنے پر تیار نہیں۔

مشقی سوالات

سوال نمبر۱: سوالات کے جوابات لکھیں۔

سوال(ا) مصنف نے کن کن اطالوی کھانوں کا ذکر کیا ہے؟

جواب: مصنف کہتے ہیں کہ اطالوی سینوریتا، مالک ہوٹل ووڈ کاک نے فرمایا کہ،، کہ اگر آپ نے رومی پراٹھا نہیں کھایا تو کچھ نہیں کھایا،، اطالوی پراٹھے کو پتیسا (پی ت سا) جو انگریزی میں پی زا (Pizza) بولا جاتا ہے پتیسا اٹلی کی سب سے سستی اور بقول کسے تگڑی غذا ہے ایک پراٹھا بمشکل کھایا جاتا ہے

اور دوسرا کھانا ایسپا گیٹی ہے ،ای سی پاگے تی، جسے یہاں کے انگریزی دان اسپاگٹی (spaghatti) کہتے ہیں حالانکہ اس کو سویاں بھی کہہ سکتے ہیں۔چمچے، کانٹے ،چھری تینوں کی مدد سے کھانا پڑتا ہے۔

سوال(ب) پیزا کیسے تیار کیا جاتا ہے؟

جواب: پیزا تیار کرنے کے لئے میدہ گوندکر چوڑی نان بنائی جاتی ہے پھر انڈا ملایا جاتا ہے پھر اوپر ٹماٹر لیپا جاتا ہے پیاز پوتی ،ادرک کالی مرچ نمک پسا ہوا گوشت چھڑکا کر اور اسے تندور میں رکھ دیا جاتا ہے اور کچھ دیر بعد پیزا تیار ہو جاتا ہے۔

سوال(ج) اطالوی کھانے کے بعد قیلولہ کیوں کرتے ہیں؟

جواب: اطالوی کھانے کے بعد قیلولہ اس لیے کرتے ہیں۔یورپ کے انتہائی شمال میں ہونے کی وجہ سے یہ ملک یورپیوں کے بقول گرم ہے اور میدے کا کھانا کھا کر یوںبھی نیند آتی ہے چنانچہ ایک بجے دوپہر سے چار بجے سہ پہر تک کاروبار تقریباً بند رہتا ہے لنچ ٹائم چار بجے ختم ہوتا ہے۔میدے کا کھانا کھانے کے بعد چونکہ غنودگی کا غلبہ ہوتا ہے اس لیے اطالوی کھانا کھانے کے بعد قیلولہ ضرور کرتے ہیں۔

سوال(د) مائیکل انجلو کون تھے؟

جواب: مائیکل انجلو ایک مشہور رومی مصور اور معمار تھے۔اس نے پہلا مجسمہ چوبیس سال کی عمر میں حضرت عیسیٰ کا بنایا لیکن کچھ عرصہ بعد روم کے ایک گرجا گھر میں قربان گاہ کی پشت پر اُس نے ایک مجسمہ بنایا (The last Judgement) اُن کا عمدہ اور شاہکار کارنامہ قرار دیا جاتا ہے اور جس کی پینٹنگز کی آج بھی دُنیا میں بہت مانگ ہے۔

(ہ) اس مضمون میں جن اطالوی شہروں کا ذکر ہے ان کے نام لکھیں۔

جواب: اس مضمون مین مصنف نے جن اطالوی شہروں کا ذکر کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے
وینس، کیپٹول ،اٹلی ،نیپلز ،سسل اور یومپی آئی۔

(د) یومپی آئی کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب: یومپی آئی ایک عظیم اور خوشحال شہر تھا، جو اجڑ چکا ہے بکھر چکا ہے، ختم ہو چکا ہے اور شاید ابھی زندہ ہے کئی سو برس ہوئے جب ایک قہر خداوند نازل ہوا ایک زلزلہ آیا اور پورا شہر زیرزمین چلا گیا یومپی آئی جسے دیکھنے یورپ ہی نہیں ایشیا تک زائرین جوق در جوق آتے تھے۔لمحے بھر میں ختم

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

ہو گئے اس کے مکان کھنڈر بن گئے اور مکین کھنڈروں میں دفن ہو گئے۔ یوپمی آئی کو زمین نے ہضم کیا اور اس طرح کہ آج تک ہزاروں ماہرین آثار قدیمہ کی کوشش کے باوجود پورے شہر اُگلنے پر تیار نہیں ہے۔

سوال نمبر۲: متن کی کی مدد سے خالی جگہیں پُر کریں۔

(ا) اطالوی پراٹھے کا نام ------------ ہے۔

(ب) رومن پارلیمنٹ کو انگریزی میں ---------- کہتے ہیں۔

(ج) پتھر پہ رکھ دئے تھے ---------- نکال کر۔

(د) زبان یارِ من ----------

(ہ) میدان ایک ---------- شہر ہے۔

(و) سسلی کا عربی نام -------- ہے۔

(ز) -------- پانی پر بنا ہوا ایک قدیم شہر ہے۔

(ح) نزلہ ہمیشہ ---------- پر گرتا ہے۔

(ط) سامنے تے ورے ہے، جو ماضی کا -------- دکھاتی ہے۔

جواب: (ا) پتیسا (ب) کیپٹول (ج) موتی (د) ترکی
(ہ) صنعتی (و) صقلیہ (ز) وینس (ح) کسی نہ کسی
(ط) بائیسکوپ

سوال نمبر۳: اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب: سبق کا خلاصہ ملاحظہ کریں،

سوال نمبر۴: اپنے کسی سفر کی روداد شگفتہ پیرائے میں بیان کریں؟

جواب بتاریخ 20 اپریل 2013 کو میں اور میرے کلاس فیلو ڈاکٹر شیداحمد کاکاخیل صاحب کے زیر نگرانی مری روانہ ہوئے ہم صبح سات بجے اسلامیہ کالج پشاور سے روانہ ہوئے روانگی سے پہلے

یونین ہال کے سامنے ایک گروپ تصویر کھینچوایا اور پھر گاڑی میں سوار ہو کر اجتماعی دعا پڑھی سفر شروع ہوتے ہوئے تمام طلباء طالبات خوش گپیوں میں مصروف تھے کوئی کسی کا مذاق اُڑاتا تو کوئی کس کا ساتھ دیتا۔ ہم موٹروے پر جا رہے تھے یہ ایک کشادہ سڑک ہے جس کے دونوں اطراف سر سبز و شاداب اور لہلہاتے کھیت ہیں ہم کھیتوں کے ان نظاروں سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ تقریباً 4 گھنٹے بعد ہم اسلام آباد پہنچے۔ وہاں سے ڈرائیور نے گاڑی کا رُخ مری روڈ پر موڑا اور ہم کچھ ہی دیر بعد مری پہنچے۔ مری پہنچتے ہی سب سے پہلے ڈاکٹر شیداحمد کاکاخیل صاحب نے سب کو چائے پلائے۔ اور پھر مری کے بازار میں خوب گھومے پھرے دو تین گھنٹے بعد وہاں سے واپسی ہوئی۔ اسلام آباد پہنچتے ہی ہم نے ڈرائیور سے کہا کہ دامن کوہ چلتے ہیں وہاں پر خوب سیر سپاٹے کئے پھر فیصل مسجد میں مغرب پڑھی اور وہاں سے واپس ہو کر ہاسٹل پہنچے۔

☆☆☆☆☆

سبق کا نام لالچی وزیر

مصنف کا نام: بشیر احمد بلوچ

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
عقائد	عقیدہ کی جمع	گنڈریا	بھیڑ بکریں چرانے والا
خوش اعتقادی	اچھا ایمانی / بھروسہ	لالچ	حرص
اسلوب	تحریر کا انداز	مارڈالیں گے	قتل کردے گے
ضعیف اعتقادی	کمزور عقیدہ	ہولیا	روانہ ہوگیا

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

گھٹنے تہہ کرنا	ران اور پنڈلی کے درمیان کا جوڑ ملا کر بیٹھ جانا	ڈھنگ	چال چلن
اقدار	قدر کی جمع	ریوڑ	بکریوں کا گھٹہ
دوزانو بیٹھنا	آلتی پالتی مار کر بیٹھنا	دوہنا	تھن سے دودھ نکالنا
لوک کہانی	وہ بن لکھے عوامی افسانہ جو سینہ بہ سینہ چلے آتے ہیں		

(خلاصہ)

ایک بادشاہ تھا اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ ملک میں سب سے خراب چیز کل صبح مجھے لا دو وزیر اپنے گھر آیا تو سوچ سوچ کر کافی پریشان ہوگیا کہ معلوم نہیں، سب سے خراب چیز کون سی ہے؟ بادشاہ تو کل مجھے مار ڈالیں گے۔ وزیر اسی غم میں شہر سے بھاگ نکلا اور ایک ویرانے میں پہنچ گیا اس نے بکریوں کا ریوڑ دیکھا وزیر نے دیکھا کہ ساری بکریوں کے گلے میں سونے کی گھنٹیاں پڑی ہوئی ہے وزیر نے گڈریے سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو گڈریے نے جواب دیا کہ یہ بکریوں کے گلے میں پتھر باندھے ہوئے ہیں۔ پھر وزیر نے اُس جگہ جانے کی خواہش ظاہر کر دی جہاں پر یہ قیمتی پتھر موجود تھے تو گڈریا اسے اپنے گھر لے گیا رات کو وزیر نے دیکھا کہ گڈریا ایک بکری کے پاس بیٹھا سبحان اللہ کا ورد کر رہا ہے صبح جب گڈریے نے وزیر سے مزید انتظار کا کہا تو وزیر کہنے لگا کہ تم مجھے یہ پتھر اُتار کر دے دو اور اپنے لیے دوسرے پتھر لا کر ان کے گلے میں ڈال دو۔ پھر گڈریے نے اُن سے تعارف کرنا چاہا تو وزیر نے سارا ماجرا سُنایا اور کہا چونکہ مجھے معلوم نہیں کہ سب سے بری چیز کیا ہے تو اس لیے میں نے سوچا کہ بادشاہ کو یہ سونا دے دونگا تو خوش ہو جائیگا اور میری جان بخش دیگا تو پھر گڈریے نے کہا کہ میں جس برتن میں کتے کو کھلاتا ہوں تو اگر اس میں ان بکریوں کا دودھ پیو تو میں یہ پتھر اُتار کر تمھیں دے دونگا۔ وزیر یہ شرط مان گئے۔ جب گڈریے نے کتے کے برتن میں دودھ دو کر اسے پینے کے لئے کہا تو وزیر اپنے گھٹنے تہہ کر کے دوزانو بیٹھ گیا

اور کتے کی طرح دودھ پینے لگا تو گڈریے نے اسے دھکا دے کر کہا کہ دنیا میں سب سے خراب چیز ہی لالچ ہے جو انسان کو خوار کر دیتی ہے وزیر سمجھ گیا اور بادشاہ کے پاس جا کر اسے بتایا کہ سب سے بُری چیز لالچ ہے تو بادشاہ نے قبول کیا اور وزیر کی جان بچ گئی۔

اہم عبارت کی تشریح

عبارت:

وزیر نے دیکھا کہ سارے بکریوں کے گلے میں سونے کی گھنٹیاں پڑی ہوئی ہے وزیر نے گڈریے سے پوچھا کہ تمہاری بکریوں کے گلے میں کیا پڑا ہے؟ گڈریے نے جواب دیا کہ بکریوں کے گلے میں پتھر بندے ہوئے ہیں وزیر نے پوچھا یہ پتھر کہاں ملے گا مجھے وہ جگہ بتادو۔

حوالہ متن:

سبق کا نام : لالچی وزیر

مترجم کا نام / مصنف کا نام: بشیر احمد بلوچ

سیاق وسباق:

ایک بادشاہ تھا اُس نے اپنے وزیر سے کہا کہ ملک میں سب سے خراب چیز مجھے لا دو وزیر چونکہ بادشاہ کی یہ فرمائش پوری نہیں کر سکتا تھا تو اس لئے انھوں نے بھاگنے ہی میں عافیت سمجھی اور ایک ویرانے میں پہنچ گیا وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک گڈریا ہے اور اُن کے پاس بکریوں کا ریوڑ ہے اور بکری کے گلے میں سونے کی گھنٹی بندھی ہوئی ہے وزیر کے دل میں لالچ پیدا ہوگیا اس لیے اُنہوں نے گڈریے سے دریافت کیا کہ یہ بکریوں کے گلے میں کیا پڑا ہے تو گڈریا وزیر کی نیت بھانپ گیا اور وزیر کو جان بوجھ کر کہا کہ یہ پتھر ہے پھر وزیر کی حوس اور لالچ اور بھی بڑھ گیا اور گڈریے سے اُس جگہ کے بارے میں پوچھنے لگا جہاں سے یہ پتھر گڈریے کو ملے تھے۔ گڈریا اُسے کہتا ہے کہ تم رات کو میرے ساتھ ٹھہرو کل میں آپ کو ان پتھروں کا پہاڑ دیکھا دونگا۔

تشریح:

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

جب وزیر موت کے ڈر سے بھاگ گیا تو ایک راستے میں ایک گڈریے کو دیکھا ان کی نظر جو ہی بکریوں پر پڑی تو وزیر کو بادشاہ سے جان بخشنے کا ایک راستہ مل گیا کیوں کہ انہوں نے بکریوں کے گلوں میں قیمتی پتھر دیکھے وزیر گڈریے کے پاس گیا اور ان سے پتھروں کے بارے میں دریافت کیا گڈریا وزیر کے نیت کو سمجھ گیا اور جان بوجھ کر وزیر کو جھوٹ بولا کہ بکریوں کے گلوں میں پتھر ہے۔ وزیر نے گڈریے سے پوچھا کہ یہ پتھر کہاں ملے تھے ،تو گڈریے نے وزیر کو بتایا کہ یہ پتھر مجھے ایک پہاڑ پر ملے تھے۔

مشقی سوالات

سوال نمبر مختصر جواب لکھیں:

سوال (ا) لوک کہانی کی تعریف کریں۔

جواب: لوک کہانی سے مراد وہ عوامی قصے کہانیاں ہیں جو عوام میں مروّج ہیں۔ لوک کہانیاں تحریری شکل میں نہیں ہوتی بلکہ سینہ بہ سینہ اور نسل در نسل چلتی رہتی ہیں۔ آدم خان درخانئ۔ میمو نئے، سسی پنوں اور ہیر رانجھا مشہور لوک کہانیاں ہیں لوک کہانیوں میں مذہبی اور دینی عقائد کی بجائے خوش اعتقادی اور ضعیف اعتقادی کا عمل دخل زیادہ ہوتا ہے لوک کہانی کے ذریعے کسی بھی مخصوص طبقے ،علاقے یا خطے میں بسنے والے لوگوں کے رسم و رواج طور طریقے طرز معاشرت اور ثقافتی اقدار و روایات کا اظہار ہوتا ہے۔

(ب) لوک کہانی پر کون سے عناصر اور عوامل اثر انداز ہوتے ہیں؟

جواب: لوک کہانی کی تخلیق میں انسانی رویے چال چلن ،سلوک طرز معاشرت ،عدم مساوات ، ظلم و ستم ،عدل و انصاف عفو درگزر اور مختلف معاشروں ،خطوں ،علاقوں کے سماجی ،معاشی ،ثقافتی ،تمدنی اور معاشرتی حالات ،ان پر اثر انداز ہوتے ہیں ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی کہانی کچھ تبدیلیوں کے ساتھ مختلف علاقوں میں مختلف انداز میں رائج ہو۔

سوال (ج) بادشاہ نے وزیر سے کیا فرمائش کی؟

جواب: بادشاہ نے وزیر سے یہ فرمائش کی کہ ملک میں سب سے خراب چیز کل صبح مجھ کو لا کر دو۔ ورنہ آپ کو ناکامی کی صورت میں مار ڈالیں گے۔

سوال (د) وزیر نے ویرانے میں کیا دیکھا؟

جواب: جب بادشاہ نے وزیر سے فرمائش کی کہ ملک میں سب سے خراب چیز کل صبح مجھ کو لا کر دو ۔تو وزیر اس فرمائش کو لے کر بہت پریشان ہو رہا تھا اور اس ڈر سے کہ اگر میں بادشاہ کی فرمائش پوری نہ کر سکا تو وہ مجھے مار ڈالے گا اس لیے وزیر نے ملک سے بھاگ جانے میں ہی عافیت سمجھی اور وہ ملک چھوڑ کر فرار ہو گئے ۔ وہ بھاگتے بھاگتے ایک ویرانے میں پہنچ گیا۔ اس نے بکریوں کا ریوڑ دیکھا۔ گڈریا اس کے ساتھ تھا اور کوئی نہیں۔ وزیر نے دیکھا کہ ساری بکریوں کے گلے میں سونے کی گھنٹیاں پڑی ہوئی ہیں۔

سوال (ہ) سونے کا پہاڑ دکھانے کے لیے گڈریے نے کیا شرط پیش کی؟

جواب: سونے کا پہاڑ دکھانے کے لئے گڈریے نے یہ شرط پیش کی کہ میں اپنی بکریوں کا دودھ جس برتن میں کُتے کو پلاتا ہوں تو تم بھی دودھ اُسی برتن میں پیو۔ جس طرح کتا پیتا ہے پھر میں بکریوں کے گلے سے پتھر اُتار کر تمھیں دے دوں گا۔ اور سونا بھی تمھیں بہت دکھاؤں گا اس طرح تمھیں سونے کا پہاڑ دکھائی نہیں دے گا تم کتے کی طرح کھاؤ پیو پھر تمھاری آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ جائے گا اور تم دیکھو گے کہ یہ پہاڑ سب سونے کے ہیں۔

سوال (و) گڈریے کے مطابق لالچ انسان کو کس حد تک گرا دیتی ہے؟

جواب: جب وزیر کتے کی طرح دودھ پینے کے لیئے تیار ہو گیا اپنے گھٹنے تہہ کر کے دو زانوں ہو کر بیٹھ گیا تو گڈریے نے اُسے دھکا دیا کہ ہٹ جاؤ ،ابھی تک تمھیں پتا نہیں چلا کہ سب سے خراب چیز کون سی ہے؟ ''لالچ'' سب سے خراب چیز ہے سب کو خوار کر دیتی ہے تم نے بھی لالچ میں آ کر اپنا حال دیکھا۔

سوال نمبر ۲: گڈریے اور وزیر کے درمیان ہونے والی گفتگو اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔؟

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

جواب: جب وزیر موت کی ڈر سے ملک سے بھاگ کر ایک ویرانے میں پہنچا تو اُس نے بکریوں کا ایک ریوڑ دیکھا وزیر نے جب دیکھا کہ ساری بکریوں کے گلے میں سونے کی گھنٹیاں ہیں تو اُس نے گڈریے سے پوچھا کہ تمھارے بکریوں کے گلے میں کیا پڑا ہے؟ گڈریے نے جواب دیا کہ بکریوں کے گلے میں پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ وزیر نے پوچھا یہ پتھر کہاں سے ملے گا مجھے وہ جگہ بتاؤ۔ گڈریے نے کہا کہ میں آپ کو سونے کا پہاڑ ایک شرط پر دکھاؤ نگا۔ وزیر نے شرط پوچھا تو گڈریے نے کہا کہ جس برتن میں میرا کتا کھاتا پیتا ہے۔ تو اُس برتن میں بھی کتے کی طرح دوزانو بیٹھ کر کھاؤ پیو وزیر جونہی گھٹنے تہہ کر کے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ تو گڈریے نے اُسے دھکا دے کر کہا ہٹ جاؤ ابھی تک تمھیں پتا نہیں چلا کہ سب سے خراب چیز کون سی ہے؟ لالچ ہی سب سے خراب چیز ہے سب کو خوار کر دیتی ہے تم نے بھی لالچ میں آ کر اپنا حال دیکھا۔

<u>سوال نمبر ۳: قواعد کے مطابق جملے درست کریں۔</u>

(ا) وزیر تیار ہو گیا، کُتے کی طرح دودھ پینے کے لئے۔

(ب) دُنیا کی سب سے بُری چیز ہے لالچ۔

(ج) وزیر کی جب آنکھ کھلی آدھی رات کو۔

(د) کُتے والے گندے برتن میں گڈریے نے دودھ دوہ لیا۔

(ہ) وہ دوزانو ہو کر اپنے گھٹنے تہہ کر کے بیٹھ گیا۔

<u>درست جملے۔</u>

ا) وزیر کتے کی طرح دودھ پینے کے لئے تیار ہو گیا۔

ب) لالچ دُنیا کی سب سے بُری چیز ہے۔

ج) آدھی رات کو جب وزیر کی آنکھ کھلی۔

د) گڈریے نے کتے والے گندے برتن میں دودھ دوہا۔

ہ) وہ اپنے گھٹنے تہہ کر کے دوزانو بیٹھ گیا۔

<u>سوال نمبر ۴: درج ذیل اقتباس کا خلاصہ لکھیں جو اصل عبارت کی ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو؟</u>

طلباء اقتباس نصابی کتاب میں دیکھ لیں۔ لہذا خلاصہ لکھتے ہیں۔

خلاصہ

آخر میں نے بھی بے حیائی کا جامہ پہن لیا۔ پٹنا قسمت میں لکھا ہے تو یوں ہی سہی پھر کام کر کے اپنے آپ کو مفت میں کیوں تھکائیں کوئی بُرا بھلا کہے تو کہنے دو اس کان سُنو اس کان اُڑا دو یہ چال بھی گھورنے کی طرح کامیاب ہوئی سب چیختے چلاتے مگر میں ٹس سے مس نہ ہوتا لیکن گھر کی چھوٹی بٹی نے مجھے شکست دی۔ وہ خود ہی مارتی اور خود ہی رونا شروع کر دیتی۔ پھر مجھے مار پڑتی لیکن میں بھی اُسے سبق سکھاتا جب بیگم صاحبہ ان سے کسی بات پر ناراض ہوتی تو میں اپنی طرف سے بھی الٹی سیدھی بہت کچھ لگاتا اگر قسمت نے یاواری کی تو کام بن گیا۔ ورنہ بیگم صاحبہ نے بٹی کا غصہ مجھ غریب پر اُتار لیا۔ (مرزا فرحت اللہ بیگ غلام سے ایک اقتباس)

☆☆☆☆☆

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

مکاتیب

خطوطِ غالب

فرہنگ

بیورا	خبر/اطلاع	اندازِ تحریر	لکھنے کا طریقہ
طلائی لوح	سُنہری تختی	مراسلہ	خط
مطبع	چھاپا خانہ/پریس	مکالمہ	گفتگو/بات چیت/ہم کلامی
درنگ	توقف/تاخیر/دیر لیٹ	ہجر	جُدائی
منہائی	کم کرنا/ گھٹا دینا	معدوم	غائب/ختم/ناپید
زمزمہ پرواز	گیت گانے والا	بلی ماروں	دہلی کا ایک محلہ جہاں غالب رہتے تھے۔
قلمرو	سلطنت/حکومت	مردود	رد کیا گیا
مہاجن	سود کا روبار کرنے والا	سگِ دنیا	دنیا کا کتا/لالچی
مجتہد العصر	زمانے میں مانا ہوا	مغموم	غمزدہ
قطب الملک	نیک/شریف آدمی	مطرود	بے کار/فضول
یوسفِ ہند	ہندوستان کا یوسف	جام وصبو	شراب کا پیالہ/جام
بادہ گلفام	سرخ شراب	افسردہ دل	دکھی دل
ہستی	وجود/زندگی	وصال	دیدار

کوچہ	گلی/محلہ	کوس	دو میل کے لگ بھگ لمبائی/فاصلہ
مہتمم	منتظم/سربراہ/ہیڈ	مرتب	ترتیب کیا گیا۔
موسوم بہ اسد	اسد نام ہے جس کا		

تشریح:

میر مہدی مجروح کو خط میں مرزا اسداللہ خاں غالب لکھتے ہیں۔ اگر تم دہلی آنا چاہتے ہو تو بے شک چلے آؤ لیکن اس بات کو یاد رکھنا کہ دہلی مکمل اجڑ چکی ہے۔۔ دہلی کو تم پہچان نہیں سکوں گے۔ یہاں آکر دیکھو گے کہ کتنی تبدیلیاں یہاں ہو چکی ہیں۔ جان نثار خان کے مکان کے چھتے کی سڑک دیکھو گے تو یقین نہیں آئیگا کہ یہ وہی سڑک ہے۔ بلاقی بیگم کی گلی تقریباً تقریباً گر چکی ہے۔ خان چند کے کوچے کی سڑک تباہ و برباد ہو چکی ہے۔ تمہارا ذہن اس بات کو قبول ہی نہیں کریگا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ جامع مسجد کے گرد جو رونق اور چہل پہل ہوا کرتی تھی اب وہاں کچھ بھی نہیں اس کے گرد ستر ستر گز گول میدان بن گیا ہے۔ مرزا اسداللہ خان غالب ان حالات واقعات کی وجہ سے بہت پریشان ہے۔ تم آؤ اور غالب کو اُداس دیکھ جاؤ کیونکہ دہلی اب دہلی نہیں رہی۔ میر سرفراز حسین، حکیم الملک، میر اشرف علی قطب الملک، میر نصیر الدین اور میر افضل علی کو ڈھیروں ساری پیار اور دُعا۔

عبارت نمبر ا:

میرا کلام میرے پاس بھی کچھ نہ رہا نواب ضیاء الدین خان اور نواب حسین مرزا جمع کر لیتے تھے۔ جو میں نے کہا اُنہوں نے لکھ لیا۔ ان دونوں کے گھر لٹ گئے۔ ہزاروں روپے کے کتب خانے اباد ہو گئے۔ اب میں اپنے کلام کو دیکھنے کو ترستا ہوں۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کی وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرواز بھی ہے ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا۔ اسی نے وہ کاغذ جو مجھ کو دکھایا۔ یقین سمجھنا کہ مجھ کو رونا آیا۔ غزل تم کو بھیجتا ہوں اور جلد ہی اس خط کا جواب چاہتا ہوں۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

حوالہ متن:

سبق کا نام   بنام مرزا حاتم علی بیگ میر

مصنف کا نام: مرزا اسداللہ خان غالب

سیاق وسباق:

یہ خط کا آخری حصہ ہے اس حصے میں مرزا اسداللہ خان غالب اپنے دوست مرزا حاتم بیگ کو کہتے ہیں کہ کافی عرصہ ہو گیا ہے آپ نے مجھے کوئی خط نہیں لکھا۔ میں نے تو اس لکھنے کا انداز اپنا یا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا رہے۔ کئی ہزار میل کا فاصلہ ہو تو قلم کی زبان میں ایک دوسرے کیساتھ گفتگو کی جا سکتی ہے۔ خط لکھ کر جدائی میں ملاپ کا لطف لیا جا سکتا ہے لیکن تم نے بھی تہیہ کیا ہے کہ بات تک نہ کروں گا۔ کتابوں کے بارے میں کیا خبر ہے اس کے چھپنے میں اتنی تاخیر کیوں ہو رہی ہے۔ چھاپہ خانہ کے مہتمم نے مجھے بذریعہ تار اطلاع دی کہ تمہاری کتابیں اسی ہفتے میں تمہیں مل جائیں گی۔ کتابوں کی اشاعت کی اس تاخیر پر مجھے تشویش ہو رہی ہے۔

تشریح:

مرزا اسداللہ خان غالب کہتے ہیں کہ میں نے جتنی بھی شاعری کی ان میں سے اب کوئی شعر میرے پاس موجود نہیں۔ میرا کلام میرے پاس نہ رہا جو کچھ لکھا تھا   نواب ضیاءالدین اور نواب حسین مرزا کے پاس جمع کیا۔ میں نے غزل لکھی انہوں نے کاغذ پر منتقل کیا۔ لیکن 1857ء کی غدر میں دہلی کی بربادی کے ساتھ دونوں حضرات کے گھر بھی مسمار ہو گئے۔ جس کی وجہ سے میرا کلام ضائع ہو گیا۔ ہزاروں کتب خانے تباہ و برباد ہو گئے میں ایسا کلام سننے کیلئے بے تاب ہوں جواب کہی بھی دستیاب نہیں۔ چند روز پہلے ایک فقیر میرے پاس آیا تھا۔ اس کی آواز خوش کن تھی گانا گانے میں بھی ماہر تھا۔ اس کے پاس دیکھ کر مجھے رونا آیا۔ کیونکہ کافی عرصے کے بعد میں نے اپنی غزل دیکھی یہ غزل بذریعہ تار آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہو۔ اور یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ ضرور جواب دیں گے۔

مشقی سوالات

سوال ۱: غالب نے مراسلہ کو مکالمہ بنایا؟ وضاحت کردیں۔

جواب: اُردو ادب میں غالب ایک درخشندہ ستارے کے مانند ہے۔ غالب کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ اگر غالب کی شاعری نہ ہوتی اور صرف خطوط ہوتے تب بھی غالب غالب ہوتے۔ کیونکہ انہوں نے خطوط کے فرسودہ روایات کو ختم کیا۔ اس سے پہلے لمبے لمبے القابات ہوتے تھے لیکن غالب وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے خطوط نگاری میں ایک نئی جہت سے کام لیا۔ غالب کے خطوط کی اہمیت یہ بھی ہے کہ جیسے وہ کسی سے روبرو بات چیت کرتا ہو۔ اس سے پہلے خطوط پر تکلف انداز میں لکھے جاتے تھے۔ لیکن غالب نے نہایت سادہ وآسان نثر میں خطوط لکھنا شروع کیئے۔ گفتگو اور مکالمے کا یہ انداز غالب سے پہلے نہیں ملتا۔ غالب نے مراسلے کو مکالمہ بنا دیا ہے مراسلہ خط کو کہتے ہیں جبکہ مکالمہ بات کو کہا جاتا ہے۔ درحقیقت غالب نے خطوط میں القابات و خطابات کا سلسلہ ترک کر کے عام بول چال کا انداز اختیار کیا۔ وہ خط کے ذریعے اپنے دوست واحباب سے باتیں کرتا ہے اور لطف اُٹھاتا ہے۔ ایک جگہ بڑے خوبصورت انداز میں کہتا ہے کہ میں تمہارا ادا نہیں بلکہ دلدادہ ہوں۔ اسی انداز نے غالب کو عروج پر پہنچا دیا ہے۔

سوال ۲: غالب اپنے کلام کو کیوں ترستا ہے؟

جواب: غالب اپنے کلام کو اس لیے ترستا ہے کیونکہ ۱۸۰۰ء کے دور میں مسلمان ہر لحاظ سے کمزور ہو چکے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد مسلمانوں کو بغاوت کا اصل مجرم قرار دے کر برطانوی حکومت سزا دینا چاہتی تھی اسی دور میں غالب نے اپنے دوستوں کو کئی خطوط لکھیں مرزا اسداللہ خان غالب مرزا حاتم بیگ میر کے نام خط میں کہتے ہیں کہ "میرا کلام میرے پاس نہ رہا جو کچھ لکھا تھا نواب ضیاءالدین اور نواب حسین مرزا کے پاس جمع کیا چونکہ جنگ آزادی بغاوت اور شورش کی وجہ سے دونوں حضرات کے گھر لٹ گئے جس کی وجہ سے میرا کلام ضائع ہو گیا اب میں اپنے کلام کو دیکھنے کا خواہاں ہوں لیکن بدقسمتی سے وہ نہیں بھی دستیاب کی۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

سوال ۳: غالب کے خطوط میں اکثر 1857ء کی جنگ آزادی سے پیدا شدہ صورت حال کا ذکر ملتا ہے آپ اس کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔

جواب: 1857ء کی جنگ آزادی کو مسلمان کبھی نہیں بھول سکے کیونکہ یہ وہ سیاہ دن تھا جسمیں مسلمان طبقہ ہمیشہ ہمیشہ زوال پذیر ہوا برصغیر پاک و ہند پر مسلمانوں نے کئی سو سال حکومت کی لیکن ان کی عیاشیوں کی وجہ سے وہ زوال پذیر ہوئے۔ غالب بھی اسی دور سے وابستہ رہے۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کو بغاوت کا اصل مجرم قرار دے کر برطانوی حکومت سزا دینا چاہتی تھی یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ہر قسم کے مظالم مسلمانوں پر ڈھائے غالب نے تمام واقعات کو دیکھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے ساتھ ہندو بھی انگریزوں کے خلاف لڑے تھے لیکن انگریزوں کے عتاب کا نشانہ صرف و صرف مسلمان بنے چونکہ انہوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی۔ غالب کے خطوط میں مسلمانوں کی زبوحالی کی تصویر پیش کی گئی ہے جس پر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اس جنگ میں مرزا غالب کے دوست واحباب کی ایک کثیر تعداد لقمہ اجل بنے اس دور میں نامی گرامی لوگوں کو پھانسیاں دی گئی۔ غالب پر بھی الزامات لگے بڑی مشکل سے جان بچائی 1857ء کی جنگ آزادی کی وجہ سے غالب کو جو صدمہ ہوا وہ زندگی بھر نہ بھولے یہی وجہ ہے کہ غالب کے خطوط میں جگہ جگہ 1857ء کے جنگ آزادی کے واقعات نظر آتے ہیں۔

سوال ۴: ان خطوط کی روشنی میں خطوط غالب کی خصوصیات لکھیں۔

ج: مرزا اسداللہ خان غالب کی شخصیت کو کون نہیں جانتا اردو ادب میں ہماری خطوط نگاری کا آغاز بھی غالب کے خطوط سے ہوتا ہے انہوں نے مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا۔ ان کے خطوط جدید اردو نثر کا بہترین سرمایا ہے۔ ان کے خطوط میں دہلی کے حالات کا پتہ بھی چلتا ہے 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد پیدا شدہ صورتحال اور بہت سی معلومات ان کے خطوں نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے خطوط میں غیر ضروری باتوں سے اجتناب کرتا ہے حرف بہ حرف کام بات کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا خط بڑا معلوماتی اور دلچسپ ہوتا ہے۔ ان کا اسلوب بڑا سادہ ہےبس۔

☆ **خصوصیات:۔**

☆ **القابات:۔**

غالب نے لمبے لمبے القابات کو ختم کر کے مختصر القابات نافذ کئے جیسے او میاں بھائی جان، بھائی، جان، جانی غالب وغیرہ

☆ **نفس مضمون:۔**

مدعا نویسی سے خطوط کا آغاز کیا لمبی لمبی تمہیدی سلسلے کو ختم کیا۔

☆ **سادگی:۔**

مرزا اسداللہ خان غالب نے خطوط میں سادگی سے کام لیا غالب نے خط کی زبان کو سادہ اور آسان بنایا۔

☆ **مکالمہ:۔**

غالب کے خطوط کی اہمیت یہ بھی ہے کہ جیسے وہ کسی سے روبرو بات چیت کر رہا ہو اس سے پہلے خطوط پر تکلف انداز میں ہوتے تھے۔ وہ خط کے ذریعے اپنے دوست واحباب سے باتیں کرتا ہے اور لطف اٹھاتا ہے۔

منظر کشی:۔ غالب کے خطوط میں دہلی کے حالات واقعات صاف اور واضح دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے خطوط میں دہلی کی عمارتوں، مساجد، دکانوں، اور گلی کوچوں کی تصویریں نظر آتی ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ میں دہلی کی تباہی و بربادی کی تاریخ بھی ملتی ہے۔

س ۵: ان خطوط میں مقفّی جملے تلاش کر کے لکھیں۔

ج مرزا اسداللہ خان خالب کے خطوط میں مقفّی جملے درج ذیل ہیں۔

☆ تینوں مردود، مطرود، محروم و مغموم

☆ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرواز بھی ہے۔

☆ بہ زبان قلم باتیں کیا کرو، ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

☆ قسم کھائی ہے۔ جی میں آئی ہے۔

☆ تم آئے ہو چلے آؤ، خان چند کے کوچے کی سڑک دیکھ جاؤ۔

☆ مقفیٰ جملے وہ ہوتے ہیں جن میں قافیہ کا التزام ہو۔

<u>سوال ٦: دوسرے خط کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔</u>

ج: مرزا اسد اللہ خان غالب میر میدی مجروح کے نام خط میں لکھتے ہیں کہ بھائی کیا پوچھتے ہو جن ہنگاموں پر دلی کا انحصار تھا یعنی قلعہ، چاندنی چوک، جامع مسجد کا بازار جمنا کے پل کی سیر ہر سال میلہ پھول والوں کا۔ یہ سب کچھ اب ختم ہو چکا ہے۔ تو اب گورنر جنرل 15 دسمبر کو آئینگے دیکھتے ہیں کہاں دربار سجاتے ہیں۔ پہلے سات جاگیردار تھے ان کا الگ الگ دربار ہوتا تھا۔ چار معدوم جبکہ تین باقی ہیں بانسی حصار کے کمشنر بہادر دوجانہ اور پانوڈی حاضر، اگر کمشنران دونوں کو یہاں لائے تو تین ورنہ ایک رئیس۔ مسلمانوں میں صرف تین آدمی ہیں۔ مصطفیٰ خان مولوی صدر الدین اور اسد یعنی غالب لیکن تینوں مردود و محروم ہو چکے ہیں۔ تم ضرور آؤ۔ یہاں بہت سی تبدیلیاں دیکھو گے۔ یہاں کے گھروں، گلی کوچوں کی حالت دیکھ جاؤ گے۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین اشرف علی خان، قطب الملک، نصیر الدین میر افضل علی کو دعا سلام۔

<u>س ٧: اپنے دوست کو اپنے علاقے کے حالات کے متعلق خط لکھیں۔</u>

مکان نمبر 43

احمد آباد نمبر ا سرائی پشاور

روڈ پیر غالب بابا

۲۰ اپریل ۲۰۱٦ء

پیارے دوست محمد علی!

اسلام وعلیکم

آپ کا نوازش نامہ ملا پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی آپ نے علاقے کے حال واحوال کا دریافت کیا

تھا تو اس کے متعلق آپ کو خط لکھ رہا ہوں آپ کو معلوم ہے کہ چند سال قبل ہمارا علاقہ شرپسندوں کی زد میں رہا دھماکے اور ٹارگٹ کلنگ روزمرہ کا معمول بن چکا تھا۔ اس مصیبت سے تنگ آ کر ہم نے اپنے گھر بار چھوڑ دیا کیونکہ صورت حال اتنی گھمبیر تھی کہ کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ دوست دشمن کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ عزیز واقارب اور پڑوسی پر بھی دشمن کا گمان ہوتا تھا۔ یہ ہمارے بداعمال کا نتیجہ تھا کہ حالات اتنے خراب ہو گئے ہمارے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہم کیا کریں۔ جب ٹھنڈے دل سے ہم نے سوچا تو معلوم ہوا کہ اس کی اصل وجہ ہمارے اپنے رب سے دوری ہے۔ جب بھی لوگ اپنے رب کو بھول جاتے ہیں تو رب اُن کو آزمائشوں میں ڈال دیتے ہیں ہم سب اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے دُعائیں کیں ہماری سختیاں آسان ہو گئی۔ ہماری فوج شیروں کی طرح دشمن پر جھپٹ پڑی اور چن چن کر ایک ایک کو ختم کرتے گئے اسی طرح بہت کم عرصے میں ہماری فوج نے دہشت گردوں کا صفایا کیا مسرت بفضل خدا اب ہمارے علاقے میں امن وامان قائم ہو چکا ہے۔ لوگ اپنے گھروں میں پرمسرت زندگی گزار رہے ہیں۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ ہمارے ہاں آ جائیں کیونکہ ان دنوں آپ کے کالج بھی بند رہتے ہیں۔
امید کرتا ہوں کہ آپ ہمارے علاقے اپنے چھوٹے بیٹے کیساتھ ضرور آئینگے (شکریہ)

تمہارا دوست

اعجاز

☆☆☆☆☆☆

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

مکاتیب اقبال

عبارت نمبر۱:

آپ کی تجویز میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں میرے خیال میں صرف دو باتیں زیر بحث آئیں گی اول یہ کہ فنڈ کہاں سے آئیگا؟ عام مسلمان کی حالت اقتصادی اعتبار سے حوصلہ شکن ہے، اُمراء توجہ دیں تو کام بن سکتا ہے مگر افسوس کہ اکثر مسلمان اُمراء مقروض ہیں۔

حوالہ متن:

سبق کا نام: (مکاتیب اقبال) بابائے اُردو مولوی عبدالحق کے نام

مصنف کا نام: علامہ محمد اقبال

سیاق وسباق:

بابائے اُردو مولوی عبدالحق کو علامہ محمد اقبال خط میں لکھتے ہیں اگر میری طبعیت ٹھیک رہی تو اُردو کانفرنس میں ضرور شرکت کرونگا ان دنوں میری طبعیت ناساز ہے پہلے سے اچھا ہوں مگر ابھی سفر کے لائق نہیں خصوصاً جبکہ سفر بارہ گھنٹے سے زیادہ ہو بہر حال اگر اُردو کانفرنس کی تاریخوں تک سفر کے قابل ہوگیا تو میری حاضری یقینی ہوں گی لیکن اگر حاضر نہ ہوسکا تو یقین جانیے کہ اس اہم معاملے میں کلیتاً آپ کے ساتھ ہوں۔ اگرچہ میں اُردو زبان کی بحیثیت زبان خدمت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تاہم میری لسانی عصبیت دینی عصبیت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

تشریح:

تشریح طلب عبارت میں علامہ محمد اقبال مولوی عبدالحق کو فرماتے ہیں کہ آپ نے جو رائے تجویز کی اس میں اختلاف کی قطعی گنجائش نہیں میرا خیال یہ ہے کہ صرف دو باتیں ایسی ہیں کہ جس پر بحث کی جائیگی پہلی بات یہ ہے کہ فنڈ کہاں سے آئیگا مسلمانوں کیلئے فنڈنگ کون کرے گا اس وقت مسلمانوں کی حالت نہایت ابتر ہے۔ اس وقت عام مسلمانوں کی حالت اچھی نہیں ہے اگر اہل استطاعت یا امیر لوگ اس طرف توجہ دیں اور کچھ تعاون کریں تو کام بن سکتا ہے لیکن المیہ یہ ہے بیشتر امراء

بذاتِ خود مقروض ہے اُن کو خود مسائل کا سامنا ہے وہ کسی بھی طرح سے مدد کرنے کو تیار نہیں ہے۔

عبارت نمبر۲:

اسی واسطے مولانا روم ایک جگہ لکھتے ہیں کہ چراغ لے لے کے تمام شہر میں پھرا کہ کوئی انسان نظر آئیگا مگر نظر نہ آیا اور موجودہ زمانہ تو روحانیت، کے اعتبار سے بالکل تہی دست ہے اسی واسطے اخلاص، بحث ومروت و یک جہتی کا نام ونشان نہیں رہا آدمی آدمی کا خون پینے والا اور قوم قوم کی دشمن ہے یہ دور انتہائی تاریکی کا ہے لیکن تاریکی کا انجام سفید ہے کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنا فضل کرے اور بنی نوع انسان کو پھر ایک دفعہ نورِ محمدیؐ عطاء کرے۔

حوالہ متن

سبق کا نام: (مکاتب اقبال) والد محترم" شیخ نور محمد کے نام

مصنف کا نام: علامہ محمد اقبال

سیاق وسباق:

والد محترم شیخ نور محمد کو علامہ محمد اقبال لکھتے ہیں کہ مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ دیر تک آپکا سایہ ہمارے سر پر رکھے گا بھائی صاحب نے اس سے پہلے کسی خط میں آپ کے انتظام خوراک وغیرہ کے بارے میں لکھا تھا یہ طریق اچھا ہے اور اسی کو دستور العمل بنانا چاہیے۔ میں نے یورپ کے مشہور حکیم کی کتاب میں دیکھا ہے کہ جو شخص ہر روز دہی کی لسی پیا کرے اس کی عمر بڑھتی ہے وہ کہتا ہے کہ انسان کے جسم میں ایسے جراثیم ہیں جو قاطع حیات ہیں اور دہی کی لسی ان جراثیم کیلئے بمنزلہ زہر کے ہے، روحانی کیفیات کا سب سے بڑا مددومعاون یہی کھانے پینے کی چیزوں میں احتیاط ہے آج کا انسان روحانی طور پر بہت کمزور ہے۔

تشریح:

ایک جگہ مولانا روم لکھتے ہیں کہ چراغ لے کر سارے شہر میں پھرا کہ کوئی انسان نظر آئے مگر کوئی انسان نظر نہ آیا پورے شہر میں مجھے کوئی انسان نہ ملا انسان سے مراد اللہ پر ایمان رکھنے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

والا نبیوں پر ایمان رکھنے والا ،سلامتی چاہنے والا ،امر بالمعروف کی دعوت دینے والا نہی عن المنکر یعنی بُرے کاموں سے اپنے آپ کو باز رکھنے والا مگر افسوس کا مقام ہے کہ موجودہ زمانہ میں ایسا نہیں مادہ پرستی کا دور دورہ ہے، اخلاص، محبت، مروت کا نام ونشان تک نہیں آدمی آدمی کا دشمن ہے ساری قوم کی یہی حال ہے یہ دور انتہائی تاریکی کا دور ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ حالات نہایت جلد اچھے ہو جائنگے کیونکہ تاریکی کا انجام ہمیشہ روشنی ہوتی ہے ہر عروج کا زوال جبکہ ہر زوال کے لیے عروج ہوتا ہے تاریکی کا انجام روشنی ہے یعنی تاریکی روشنی پر ختم ہوتی ہے۔

مشقی سوالات

سوال (۱) اقبال نے کھانے پینے کے معالے میں حضور کی کیا سنت بیان کی ہے؟

ج: اقبال نے کھانے پینے کے معالے میں حضور ﷺ کی یہ سنت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ کھانے پینے کی چیزوں میں بہت احتیاط برتے تھے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا روحانی کیفیات کا سب سے بڑا ممد ومعاون یہی کھانے پینے کی چیزوں میں احتیاط ہے نبی کریم ﷺ نے ساری زندگی اس بات کا ثبوت دیا ہے میں خود اپنی زندگی کم از کم کھانے پینے کے متعلق اسی طریق پر ڈھال رہا ہوں آپ ﷺ بذات خود کم خوراک کھاتے اور صحابہ کرامؓ کو بھی کم کھانے کی تلقین کرتے ،کم خوراک صحت جبکہ زیادہ خوراک بیماری کا باعث ہے۔

سوال نمبر (۲) اقبال انجمن کے مستقر کیلئے لاہور کے انتخاب پر کیوں زور دیتے ہیں؟

جواب بابائے اُردو مولوی عبدالحق کو خط میں علامہ محمد اقبال لکھتے ہیں کہ انجمن کے مستقر کے لیے لاہور موزوں اور بہترین جگہ ہے اس کیلئے ایک سے زیادہ وجوہ ہیں۔

۱) مسلمانوں کو اب تحفظ کیلئے جو لڑائیاں آئندہ لڑنے پڑیں گی اُن کا میدان پنجاب ہوگا پنجابیوں کو اس میں بڑی دقتیں پیش آئیں گی کیونکہ اسلامی زمانے میں یہاں کے مسلمانوں کی مناسب تربیت نہیں کی گئی، مگر اس کا کیا علاج کہ آئندہ رزم گاہ یہی سرزمین معلوم ہوتی ہے

(۲) آپ انجمن اردو سے متعلق ایک پبلیشنگ ہاؤس قائم کرنا چاہتے ہیں اس کی کامیابی بھی لاہور

میں ہوسکتی ہے کیونکہ یہ ایک بڑا پبلشنگ سنٹر ہے اور بہت سا طباعت کا کام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے انگریزی پبلشنگ کی طرف بھی یہاں کے مسلمان توجہ کر رہے ہیں۔

(۳) یہاں کے لوگوں میں اثر قبول کرنے کا مادہ زیادہ ہے سادہ دل صحرائیوں کی طرح ان میں ہر طرح کی باتیں سننے اور ان سے متاثر ہو کر ان پر عمل کرنے کی صلاحیت اور مقامات سے بڑھ کر ہے۔ ایک معمولی جلسے کے لیے آٹھ دس ہزار کا جمع ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں بلکہ بیس بیس ہزار مجمع بھی غیر معمولی نہیں یہ بات پنجاب کے ہندوؤں میں بھی نہیں پائی جاتی۔

سوال نمبر۳: روحانیت کی کمی سے معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔؟

جواب: روحانیت کی کمی سے معاشرہ زوال پزیر ہوتا ہے اخلاق ،محبت ،مروت ، یک جہتی ، حب الوطنی ،اور یگانگت ختم ہو جاتی ہے معاشرہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے روحانیت کی کمی سے انسانیت کا گراف گر جاتا ہے انسان حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت ختم ہو جاتی ہے۔

سوال نمبر۳: ان جملوں کی وضاحت کریں۔

(ا) عام مسلمانوں کی حالت اقتصادی اعتبار سے حوصلہ شکن ہے امراء توجہ دیں تو کام بن سکتا ہے مگر افسوس کہ اکثر مسلمان امراء مقروض ہیں۔

جواب: مولوی عبدالحق کو انجمن اُردو کیلئے فنڈ اکھٹا کرنے کیلئے علامہ محمد اقبال خط میں لکھتے ہیں کہ عام مسلمان اقتصادی لحاظ سے بہت ناتواں ہے وہ چندہ دینے کی اہلیت نہیں رکھتے اگر مسلمان امراء دلچسپی لیں تو کچھ امید بن سکتی ہے لیکن اقبال یہ بھی وضاحت کرتے ہیں کہ امراء میں سے اکثر مقروض ہیں اس لیے ان سے بھی زیادہ کی امید نہیں رکھی جا سکتی یہاں پر امیروں کی حالت ابتر ہے ان سے بہتر امید کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

ب: یہ دور انتہائی تاریکی کا ہے لیکن تاریکی کا انجام سفید ہے کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

وضاحت: والد محترم شیخ نور محمد کا نام خط میں علامہ محمد اقبال لکھتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں اب ایک دوسرے کیلئے محبت نہیں یہ دور تاریکی کا دور ہے اخلاص، خلوص اخلاق، محبت، مروت یک جہتی، حب والوطنی اور یگانگت کسی میں نہیں لیکن ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ تاریکی کا انجام ہمیشہ سفید ہوتا ہے اللہ تعالی سے بہتری کی امید رکھنی چاہیے۔

<u>ج: میری لسانی عصبیت دینی عصبیت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔</u>

وضاحت: علامہ اقبال مولوی عبدالحق کو خط میں وضاحت کرتے ہے کہ میں علالت کے باعث اُردو کانفرس میں شریک نہیں ہوسکتا۔ اگر چہ میں اُردو زبان کی بحثیت زبان خدمت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا میری لسانی معاملات دینی معاملات سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

<u>(د): وہ کہتا ہے کہ انسان کے جسم میں ایسے جراثیم ہیں جو قاطع حیات ہیں اور دہی کی لسی ان جراثیم کے لیے بمنزلہ زہر کے ہے۔</u>

والد محترم شیخ نور احمد کو علامہ محمد اقبال خط میں لکھتے ہیں کہ میں نے یورپ کے مشہور حکیم کی کتاب پڑھی ہے کہ دہی کی لسی پینے سے عمر بڑھتی ہے اس لیے زیادہ سے زیادہ لسی استعمال کرنی چاہئے انسان کے جسم میں ایسے جراثیم ہیں جو انسان کی زندگی کو ختم کرتے ہیں اور دہی کہ لسی ان جراثیم کے لیے زہر کی طرح ہے لسی ہی ایسی چیز ہے جو ان جراثیم کا خاتمہ کرتی ہے اور انسان کی زندگی کو طوالت بخشتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حصہ نظم

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

ماہر القادری

پیدائش: ۳۰ جولائی ۱۹۰۴ء　　وفات: ۱۲ مئی ۱۹۷۸ء

حالات زندگی

منظور حسین نام اور ماہر تخلص تھا لیکن ماہر القادری کے نام سے شہرت پائی۔ اُتر پردیش کے ضلع بلند شہر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علی گڑھ سے حاصل کی۔ حیدرآباد دکن میں ان کی ادبی شہرت بامِ عروج پر تھی۔ پاکستان بننے پر کراچی آگئے۔ ہندوستان میں کچھ عرصہ روزنامہ مدینہ سے وابستہ رہے ۱۹۴۹ء میں رسالہ فاران نکالا۔ جدہ کے ایک مشاعرے میں حرکتِ قلب بند ہونے کے باعث انتقال کر گئے اور وصیت کے مطابق مکہ معظمہ میں دفن کیے گئے۔

اسلوب

ماہر القادری نے تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی لیکن اُن کی اصل شہرت نعت گوئی کی وجہ سے ہے۔ اُن کی شاعری کی نمایاں خصوصیت سادگی اور بے تکلفی ہے چونکہ اُن کی شاعری کا محور حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے، اس لیے موضوع کی مناسبت سے اُن کی زبان پاکیزہ اور شستہ ہے اُن کا دل عشقِ رسولؐ سے معمور تھا۔ رسول اللہؐ کی محبت ہی اصل ایمان ہے اور یہی عشق اُن کی نعتوں کا محور و مرکز ہے اسی جذبے سے سرشار ہوکر جب آپ نعت لکھتے ہیں تو سماں بندھ جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے یہی والہانہ محبت آپ کا سرمایہ حیات ہے۔ آپ کا انتقال بھی مکہ مکرمہ میں ہوا اور وہاں کے مشہور قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں۔

مجموعہ ہائے کلام: محسوساتِ ماہر، نغماتِ ماہر، جذباتِ ماہر، ذکرِ جمیل وغیرہ۔

حمد

شاعر　　ماہر القادری

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
دانش	عقل مندی	شہادت	گواہی دینا
فکر	خیال/سوچ	توانائی	طاقت
معراج	عظمت/بلندی	صنعت	فن کاری
صانع	کاریگر/خالق	نکہت	خوش بو
وجدان	دریافت/ذکاوت	خلاّق	تخلیق کرنے والا
گلبانگ	بلبل کی آواز	ترنم	غنا، الاپ، نغمگی
آیات	آیت کی جمع/نشانیاں		

اشعار کی تشریح

شعر نمبر۱: فکر و دانش کی ہے معراج خدا کا اقرار
یہی وجدان کی آواز ہے، فطرت کی پکار

تشریح: شاعر ماہر القادری حمد کے اس پہلے شعر میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اللہ تعالیٰ سے اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ عقل و حکمت، سوچ اور تفکر کی معراج خدا کی ذات کا انکشاف ہے جب تک انسان اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا اقرار ہی انسان کی تمام کامیابیوں کا نقطہ آغاز ہے یہی انسان کے اندر کی آواز ہے اور یہی اقرار فطرت کی ہر چیز کی پکار بھی ہے، دنیا کی ہر شے میں اس کی جھلک دکھائی دیتی ہے کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی عبادت میں مصروفِ عمل نظر آتا ہے۔ ہر ذرے میں اس کی نشانیاں نظر آنے لگتی ہے۔ بقول شاعر

؎ جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی نظر آیا جدھر دیکھا

شعر نمبر۲: ذرّے ذرّے کی شہادت کہ خدا ہے موجود

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

کوچہ	گلی/محلہ	کوس	دو میل کے لگ بھگ لمبائی/فاصلہ
مہتمم	منتظم/سربراہ/ہیڈ	مرتب	ترتیب کیا گیا۔
موسوم بہ اسد	اسد نام ہے جس کا		

تشریح:

میر مہدی مجروح کو خط میں مرزا اسداللہ خاں غالب لکھتے ہیں۔ اگر تم دہلی آنا چاہتے ہو تو بے شک چلے آؤ لیکن اس بات کو یاد رکھنا کہ دہلی مکمل اجڑ چکی ہے۔۔ دہلی کو تم پہچان نہیں سکوں گے۔ یہاں آکر دیکھو گے کہ کتنی تبدیلیاں یہاں ہو چکی ہیں۔ جان نثار خان کے مکان کے چھتے کی سڑک دیکھو گے تو یقین نہیں آئیگا کہ یہ وہی سڑک ہے۔ بلاقی بیگم کی گلی تقریباً تقریباً گر چکی ہے۔ خان چند کے کوچے کی سڑک تباہ و برباد ہو چکی ہے۔ تمہارا ذہن اس بات کو قبول ہی نہیں کریگا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ جامع مسجد کے گرد جو رونق اور چہل پہل ہوا کرتی تھی اب وہاں کچھ بھی نہیں اس کے گرد ستر ستر گز گول میدان بن گیا ہے۔ مرزا اسداللہ خان غالب ان حالات واقعات کی وجہ سے بہت پریشان ہے۔ تم آؤ اور غالب کو اُداس دیکھ جاؤ کیونکہ دہلی اب دہلی نہیں رہی۔ میر سرفراز حسین، حکیم الملک، میر اشرف علی قطب الملک، میر نصیر الدین اور میر افضل علی کو ڈھیروں ساری پیار اور دُعا۔

عبارت نمبر ۱:

میرا کلام میرے پاس بھی کچھ نہ رہا نواب ضیاء الدین خان اور نواب حسین مرزا جمع کر لیتے تھے۔ جو میں نے کہا اُنہوں نے لکھ لیا۔ ان دونوں کے گھر لٹ گئے۔ ہزاروں روپے کے کتب خانے اباد ہو گئے۔ اب میں اپنے کلام کو دیکھنے کو ترستا ہوں۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کی وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرواز بھی ہے ایک غزل میری کہیں سے لکھوالایا۔ اسی نے وہ کاغذ جو مجھ کو دکھایا۔ یقین سمجھنا کہ مجھ کو رونا آیا۔ غزل تم کو بھیجتا ہوں اور جلد ہی اس خط کا جواب چاہتا ہوں۔

پتے پتے کو ہے صانع کی صفت کا اقرار

تشریح: ماہر القادری اللہ تعالی کی حمد وثنا، بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فطرت کا ذرّہ ذرّہ اس معبود برحق کی گواہی دیتا نظر آتا ہے دنیا میں آپ کہیں بھی جائیں زمین سے لے کر آسمان تک مشرق سے لے کر مغرب تک فرش سے لے کر عرش تک، اور موجودات سے لے کر ممکنات تک اللہ تعالی کی وجود کی گواہی دے رہی ہے کائنات کا ہر ذرہ اپنے خالق کی صفات کا نمونہ ہے جیسے کائنات کی خوبصورتی اللہ کے حسین وجمیل ہونے کی نشانی ہے اس لیے رب کائنات کے ہر ذرے کے بارے میں غور فکر کرو۔ اس میں آپ کو اللہ تعالی کی قدرت کی نشانیاں نظر آئیں گی۔

- حیوانات، جمادات، سمند، چاند، زمین و آسمان، ستارے یہ سب کچھ رب العزت نے پیدا کئے ہیں۔

شعر نمبر ۳: اسی خلّاق نے جوہر کو توانائی دی
پھول پتوں کو عطاء جس نے کئے نقش و نگار

تشریح: اس شعر میں شاعر اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ یہ اللہ تعالی کی تخلیقی قوت ہے جس نے انسانی خوبیوں کو قوت اور طاقت بخشی انسان کو عقل و شعور دیا تا کہ وہ اچھائی اور بُرائی میں تمیز کر سکیں۔ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ انسان کی تخلیق ایک معجزے سے کم نہیں اللہ تعالی نے انسان کو مخاطب کر کے کہا کہ اے انسان تمھیں ایک نر اور مادہ سے پیدا کیا ہے اور تمھیں عقل و فہم دی اور تمھیں طرح طرح کے علوم و فنون عطا کیے اور تمھیں بیش بہا صلاحیتیں بخشیں تا کہ تم اس کائنات کے نظام کو چلا سکو پھر اپ کے لیے کائنات میں طرح طرح کے رنگ بھر دیے ہیں ہر قسم کے پھول پیدا کئے اور زندگی سے محبت پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالی نے ان پھول پتوں کو نقش و نگار عطا کئے تا کہ تم اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکر ادا کر سکو۔

نہیں موقوف خدائی تیری اس ایک دنیا پر
کیے ہیں ایسے ایسے سینکڑوں پیدا جہاں تو نے (بہادر شاہ ظفر)

شعر نمبر ۴: اُسی خالق، اُسی مالک کی ہے سب حمد وثنا

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

حوالہ متن:

سبق کا نام　　بنام مرزا حاتم علی بیگ میر

مصنف کا نام:　　مرزا اسد اللہ خان غالب

سیاق وسباق:

یہ خط کا آخری حصہ ہے اس حصے میں مرزا اسد اللہ خان غالب اپنے دوست مرزا حاتم بیگ کو کہتے ہیں کہ کافی عرصہ ہوگیا ہے آپ نے مجھے کوئی خط نہیں لکھا۔ میں نے تو اس لکھنے کا انداز اپنا یا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا رہے۔ کئی ہزار میل کا فاصلہ ہو تو قلم کی زبان میں ایک دوسرے کیساتھ گفتگو کی جاسکتی ہے۔ خط لکھ کر جدائی میں ملاپ کا لطف لیا جا سکتا ہے لیکن تم نے بھی تہہ کیا ہے کہ بات تک نہ کروں گا۔ کتابوں کے بارے میں کیا خبر ہے اس کے چھپنے میں اتنی تاخیر کیوں ہو رہی ہے۔ چھاپہ خانہ کے مہتمم نے مجھے بذریعہ تار اطلاع دی کہ تمہاری کتابیں اسی ہفتے میں تمہیں مل جائیں گی۔ کتابوں کی اشاعت کی اس تاخیر پر مجھے تشویش ہو رہی ہے۔

تشریح:

مرزا اسد اللہ خان غالب کہتے ہیں کہ میں نے جتنی بھی شاعری کی ان میں سے اب کوئی شعر میرے پاس موجود نہیں۔ میرا کلام میرے پاس نہ رہا جو کچھ لکھا تھا　　نواب ضیاء الدین اور نواب حسین مرزا کے پاس جمع کیا۔ میں نے غزل لکھی انہوں نے کاغذ پر منتقل کیا۔ لیکن 1857ء کی غدر میں دہلی کی بربادی کے ساتھ دونوں حضرات کے گھر بھی مسمار ہوگئے۔ جس کی وجہ سے میرا کلام ضائع ہوگیا۔ ہزاروں کتب خانے تباہ و برباد ہوگئے میں ایسا کلام سننے کیلئے بے تاب ہوں جواب کہی بھی دستیاب نہیں۔ چند روز پہلے ایک فقیر میرے پاس آیا تھا۔ اس کی آواز خوش کن تھی گانا گانے میں بھی ماہر تھا۔ اس کے پاس دیکھ کر مجھے رونا آیا۔ کیونکہ کافی عرصے کے بعد میں نے اپنی غزل دیکھی یہ غزل بذریعہ تار آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہو۔ اور یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ ضرور جواب دیں گے۔

مشقی سوالات

سوال۱: غالب نے مراسلہ کو مکالمہ بنایا؟ وضاحت کردیں۔

جواب: اُردو ادب میں غالب ایک درخشندہ ستارے کے مانند ہے۔ غالب کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ اگر غالب کی شاعری نہ ہوتی اور صرف خطوط ہوتے تب بھی غالب غالب ہوتے۔ کیونکہ انہوں نے خطوط کے فرسودہ روایات کو ختم کیا۔ اس سے پہلے لمبے لمبے القابات ہوتے تھے　لیکن غالب وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے خطوط نگاری میں ایک نئی جہت سے کام لیا۔ غالب کے خطوط کی اہمیت یہ بھی ہے کہ جیسے وہ کسی سے روبرو بات چیت کرتا ہو۔ اس سے پہلے خطوط پرتکلف انداز میں لکھے جاتے تھے۔ لیکن غالب نے نہایت سادہ و آسان نثر میں خطوط لکھنا شروع کیئے۔ گفتگو اور مکالمے کا یہ انداز غالب سے پہلے نہیں ملتا۔ غالب نے مراسلے کو مکالمہ بنا دیا ہے مراسلہ خط کو کہتے ہیں جبکہ مکالمہ بات کو کہا جاتا ہے۔ درحقیقت غالب نے خطوط میں القابات و خطابات کا سلسلہ ترک کر کے عام بول چال کا انداز اختیار کیا۔ وہ خط کے ذریعے اپنے دوست واحباب سے باتیں کرتا ہے اور لطف اُٹھاتا ہے۔ ایک جگہ بڑے خوبصورت انداز میں کہتا ہے کہ میں تمہارا دادا نہیں بلکہ دلدادہ ہوں۔ اسی انداز نے غالب کو عررج پر پہنچادیا ہے۔

سوال۲: غالب اپنے کلام کو کیوں ترستا ہے؟

جواب: غالب اپنے کلام کو اس لیے ترستا ہے کیونکہ ۱۸۰۰ء کے دور میں مسلمان ہر لحاظ سے کمزور ہوچکے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد مسلمانوں کو بغاوت کا اصل مجرم قرار دے کر برطانوی حکومت سزا دینا چاہتی تھی اسی دور میں۔ غالب نے اپنے دوستوں کو کئی خطوط لکھیں مرزا اسد اللہ خان غالب مرزا حاتم علی بیگ میر کے نام خط میں کہتے ہی کہ ''میرا کلام میرے پاس نہ رہا جو کچھ لکھا تھا نواب ضیاء الدین اور نواب حسین مرزا کے پاس جمع کیا چونکہ جنگ آزادی بغاوت اور شورش کی وجہ سے دونوں حضرات۔ کے گھر لٹ گئے جس کی وجہ سے میرا کلام ضائع ہوگیا اب میں اپنے کلام کو دیکھنے کا خواہاں ہو لیکن بدقسمتی سے وہ یہی بھی دستیاب کی۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

سوال ۳: غالب کے خطوط میں اکثر 1857ء کی جنگ آزادی سے پیدا شدہ صورت حال کا ذکر ملتا ہے آپ اسی کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔

جواب: 1857ء کی جنگ آزادی کو مسلمان کبھی نہیں بھول سکے کیونکہ یہ وہ سیاہ دن تھا جسمیں مسلمان طبقہ ہمیشہ ہمیشہ زوال پذیر ہوا برصغیر پاک و ہند پر مسلمانوں نے کئی سو سال حکومت کی لیکن ان کی عیاشیوں کی وجہ سے وہ زوال پذیر ہوئے۔ غالب بھی اسی دور سے وابستہ رہے۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کو بغاوت کا اصل مجرم قرار دے کر برطانوی حکومت سزا دینا چاہتی تھی یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ہر قسم کے مظالم مسلمانوں پر ڈھائے غالب نے تمام واقعات کو دیکھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے ساتھ ہندو بھی انگریزوں کے خلاف لڑے تھے لیکن انگریزوں کے عتاب کا نشانہ صرف وصرف مسلمان بنے چونکہ انہوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی۔ غالب کے خطوط میں مسلمانوں کی زبوحالی کی تصویر پیش کی گئی ہے جس پر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اس جنگ میں مرزا غالب کے دوست واحباب کی ایک کثیر تعداد لقمہ اجل بنے اس دور میں نامی گرامی لوگوں کو پھانسیاں دی گئی۔ غالب پر بھی الزامات لگے بڑی مشکل سے جان بچائی 1857ء کی جنگ آزادی کی وجہ سے غالب کو جو صدمہ ہوا وہ زندگی بھر نہ بھولے یہی وجہ ہے کہ غالب کے خطوط میں جگہ جگہ 1857ء کے جنگ آزادی کے واقعات نظر آتے ہیں۔

سوال ۴: ان خطوط کی روشنی میں خطوط غالب کی خصوصیات لکھیں۔

ج: مرزا اسد اللہ خان غالب کی شخصیت کو کون نہیں جانتا اردو ادب میں معیاری خطوط نگاری کا آغاز بھی غالب کے خطوط سے ہوتا ہے انہوں نے مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا۔ غالب کے خطوط جدید اردو نثر کا بہترین سرمایا ہے۔ ان کے خطوط میں دہلی کے حالات کا پتہ بھی چلتا ہے 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد پیدا شدہ صورتحال اور بہت سی معلومات ان کے خطوط میں نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے خطوط میں غیر ضروری باتوں سے اجتناب کرتا ہے حرف بہ حرف کام کی بات کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا خط بڑا معلوماتی اور دلچسپ ہوتا ہے۔ ان کا اسلوب بڑا سادہ اور سلیس۔

☆ **خصوصیات:۔**

☆ **القابات:۔**

غالب نے لمبے لمبے القابات کو ختم کر کے مختصر القابات نافذ کئے جیسے اومیاں بھائی جان، بھائی، جان، جانی غالب وغیرہ

☆ **نفس مضمون:۔**

مدعا نویسی سے خطوط کا آغاز کیا لمبی لمبی تمہیدی سلسلے کو ختم کیا۔

☆ **سادگی:۔**

مرزا اسد اللہ خان غالب نے خطوط میں سادگی سے کام لیا غالب نے خط کی زبان کو سادہ اور آسان بنایا۔

☆ **مکالمہ:۔**

غالب کے خطوط کی اہمیت یہ بھی ہے کہ جیسے وہ کسی سے روبرو بات چیت کر رہا ہو اس سے پہلے خطوط پر تکلف انداز میں ہوتے تھے۔ وہ خط کے ذریعے اپنے دوست واحباب سے باتیں کرتا ہے اور لطف اُٹھاتا ہے۔

منظر کشی:۔ غالب کے خطوط میں دہلی کے حالات واقعات صاف اور واضح دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے خطوط میں دہلی کی عمارتوں، مساجد، دکانوں، اور گلی کوچوں کی تصویریں نظر آتی ہے۔

اور ساتھ ہی ساتھ میں دہلی کی تباہی و بربادی کی تاریخ بھی ملتی ہے۔

س ۵: ان خطوط میں مقفٰی جملے تلاش کر کے لکھیں۔

ج مرزا اسد اللہ خان خالب کے خطوط میں مقفٰی جملے درج ذیل ہیں۔

☆ تینوں مردود، مطرود، محروم و مغموم

☆ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرداز بھی ہے۔

☆ بہ زبان قلم باتیں کیا کرو، ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

☆ قسم کھائی ہے۔ جی میں آئی ہے۔

☆ تم آئے ہو چلے آؤ، خان چند کے کوچے کی سڑک دیکھ جاؤ۔

☆ مقفی جملے وہ ہوتے ہیں جن میں قافیہ کا التزام ہو۔

سوال٦: دوسرے خط کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

ج: مرزا اسد اللہ خان غالب میر میدی مجروح کے نام خط میں لکھتے ہیں کہ بھائی کیا پوچھتے ہو جن ہنگاموں پر دلی کا انحصار تھا یعنی قلعہ، چاندنی چوک، جامع مسجد کا بازار جمنا کے پل کی سیر ہر سال میلہ پھول والوں کا۔ یہ سب کچھ اب ختم ہو چکا ہے۔ تو اب گورنر جنرل 15 دسمبر کو آئینگے دیکھتے ہیں کہاں دربار سجاتے ہیں۔ پہلے سات جاگیردار تھے ان کا الگ الگ دربار ہوتا تھا۔ چار معدوم جبکہ تین باقی ہیں ہانسی حصار کے کمشنر بہادر دوجانہ اور پاٹوڈی حاضر، اگر کمشنران دونوں کو یہاں لائے تو تین ورنہ ایک رئیس۔ مسلمانوں میں صرف تین آدمی ہیں۔ مصطفیٰ خان مولوی صدر الدین اور اسد یعنی غالب لیکن تینوں مردود، محروم ہو چکے ہیں۔ تم ضرور آؤ۔ یہاں بہت سی تبدیلیاں دیکھو گے۔ یہاں کے گھروں، گلی کوچوں کی حالت دیکھ جاؤ گے۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین اشرف علی خان، قطب الملک، نصیر الدین میر افضل علی کو دعا سلام۔

س٧: اپنے دوست کو اپنے علاقے کے حالات کے متعلق خط لکھیں۔

مکان نمبر 43

احمد آباد نمبر ا سرائی پشاور

روڈ پیر غالب بابا

۲۰ اپریل ۲۰۱٦ء

پیارے دوست محمد علی!

اسلام وعلیکم

آپ کا نوازش نامہ ملا پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی آپ نے علاقے کے حال واحوال کا دریافت کیا

تھا تو اس کے متعلق آپ کو خط لکھ رہا ہوں آپ کو معلوم ہے کہ چند سال قبل ہمارا علاقہ شر پسندوں کی زد میں رہا دھماکے اور ٹارگٹ کلنگ روزمرہ کا معمول بن چکا تھا۔ اس مصیبت سے تنگ آکر ہم نے اپنے گھر بار چھوڑ دیا کیونکہ صورت حال اتنی گھمبیر تھی کہ کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ دوست دشمن کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ عزیز و اقارب اور پڑوسی پر بھی دشمن کا گمان ہوتا تھا۔ یہ ہمارے بد اعمال کا نتیجہ تھا کہ حالات اتنے خراب ہو گئے ہمارے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ہم کیا کریں۔ جب ٹھنڈے دل سے ہم نے سوچا تو معلوم ہوا کہ اس کی اصل وجہ ہمارے اپنے رب سے دوری ہے۔ جب بھی لوگ اپنے رب کو بھول جاتے ہیں تو رب اُن کو آزمائشوں میں ڈال دیتے ہیں ہم سب اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے دُعائیں کیں ہماری سختیاں آسان ہو گئی۔ ہماری فوج شیروں کی طرح دشمن پر جھپٹ پڑی اور چن چن کر ایک ایک کو ختم کرتے گئے اسی طرح بہت کم عرصے میں ہماری فوج نے دہشت گردوں کا صفایا کیا مسرت بفضل خُدا اب ہمارے علاقے میں امن و امان قائم ہو چکا ہے۔ لوگ اپنے گھروں میں پر مسرت زندگی گزار رہے ہیں۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ ہمارے ہاں آجائیں کیونکہ ان دنوں آپ کے کالج بھی بند رہتے ہیں۔ امید کرتا ہوں کہ آپ ہمارے علاقے اپنے چھوٹے بیٹے کیساتھ ضرور آئینگے (شکریہ)

تمہارا دوست

اعجاز

☆☆☆☆☆☆

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

مکاتیب اقبال

عبارت نمبر۱:

آپ کی تجویز میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں میرے خیال میں صرف دو باتیں زیر بحث آئیں گی اول یہ کہ فنڈ کہاں سے آئیگا؟ عام مسلمان کی حالت اقتصادی اعتبار سے حوصلہ شکن ہے، اُمراء توجہ دیں تو کام بن سکتا ہے مگر افسوس کہ اکثر مسلمان اُمراء مقروض ہیں۔

حوالہ متن:

سبق کا نام (مکاتیب اقبال) بابائے اُردو مولوی عبدالحق کے نام

مصنف کا نام علامہ محمد اقبال

سیاق و سباق:

بابائے اُردو مولوی عبدالحق کو علامہ محمد اقبال خط میں لکھتے ہیں اگر میری طبعیت ٹھیک رہی تو اُردو کانفرنس میں ضرور شرکت کرونگا ان دنوں میری طبیعت ناساز ہے پہلے سے اچھا ہوں مگر ابھی سفر کے لائق نہیں خصوصا جبکہ سفر بارہ گھنٹے سے زیادہ ہو بہر حال اگر اُردو کانفرنس کی تاریخوں تک سفر کے قابل ہوگیا تو میری حاضری یقینی ہوں گی لیکن اگر حاضر نہ ہو سکا تو یقین جانیے کہ اس اہم معاملے میں کلیتاً آپ کے ساتھ ہوں۔ اگرچہ میں اُردو زبان کی بحثیت زبان خدمت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تاہم میری لسانی عصبیت دینی عصبیت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

تشریح:

تشریح طلب عبارت میں علامہ محمد اقبال مولوی عبدالحق کو فرماتے ہیں کہ آپ نے جو رائے تجویز کی اس میں اختلاف کی قطعی گنجائش نہیں میرا خیال یہ ہے کہ صرف دو باتیں ایسی ہیں کہ جس پر بحث کی جائیگی پہلی بات یہ ہے کہ فنڈ کہاں سے آئیگا مسلمانوں کیلئے فنڈنگ کون کرے گا اس وقت مسلمانوں کی حالت نہایت ابتر ہے۔ اس وقت عام مسلمانوں کی حالت اچھی نہیں ہے اگر اہل استطاعت یا امیر لوگ اس طرف توجہ دیں اور کچھ تعاون کریں تو کام بن سکتا ہے لیکن المیہ یہ ہے بیشتر امراء

بذاتِ خود مقروض ہے اُن کو خود مسائل کا سامنا ہے وہ کسی بھی طرح سے مدد کرنے کو تیار نہیں ہے۔

عبارت نمبر۲:

اسی واسطے مولانا روم ایک جگہ لکھتے ہیں کہ چراغ لے لے کے تمام شہر میں پھرا کہ کوئی انسان نظر آئیگا مگر نظر نہ آیا اور موجودہ زمانہ تو روحانیت، کے اعتبار سے بالکل تہی دست ہے اسی واسطے اخلاص، بحث و مروت و یک جہتی کا نام و نشان نہیں رہا آدمی آدمی کا خون پینے والا اور قوم قوم کی دشمن ہے یہ دور انتہائی تاریکی کا ہے لیکن تاریکی کا انجام سفید ہے کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنا فضل کرے اور بنی نوع انسان کو پھر ایک دفعہ نورِ محمدی عطاء کرے۔

حوالہ متن

سبق کا نام (مکاتب اقبال) والدِ محترم" شیخ نور محمد کے نام

مصنف کا نام علامہ محمد اقبال

سیاق و سباق:

والدِ محترم شیخ نور محمد کو علامہ محمد اقبال لکھتے ہیں کہ مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ دیر تک آپکا سایہ ہمارے سر پر رکھے گا بھائی صاحب نے اس سے پہلے کسی خط میں آپ کے انتظام خوراک وغیرہ کے بارے میں لکھا تھا یہ طریق اچھا ہے اور اسی کو دستور العمل بنانا چاہیے۔ میں نے یورپ کے مشہور حکیم کی کتاب میں دیکھا ہے کہ جو شخص ہر روز دہی کی لسی پیا کرے اس کی عمر بڑھتی ہے وہ کہتا ہے کہ انسان کے جسم میں ایسے جراثیم ہیں جو قاطع حیات ہیں اور دہی کی لسی ان جراثیم کیلئے بمنزلہ زہر کے ہے، روحانی کیفیات کا سب سے بڑا مدد و معاون یہی کھانے پینے کی چیزوں میں احتیاط ہے آج کا انسان روحانی طور پر بہت کمزور ہے۔

تشریح:

ایک جگہ مولانا روم لکھتے ہیں کہ چراغ لے کر سارے شہر میں پھرا کہ کوئی انسان نظر آئے مگر کوئی انسان نظر نہ آیا پورے شہر میں مجھے کوئی انسان نہ ملا انسان سے مراد اللہ پر ایمان رکھنے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

والا نبیوں پر ایمان رکھنے والا، سلامتی چاہنے والا، امر بالمعروف کی دعوت دینے والا نہی عن المنکر یعنی بُرے کاموں سے اپنے آپ کو باز رکھنے والا مگر افسوس کا مقام ہے کہ موجودہ زمانہ میں ایسا نہیں مادہ پرستی کا دور دورہ ہے، اخلاص، محبت، مروت کا نام ونشان تک نہیں آدمی آدمی کا دشمن ہے ساری قوم کی یہی حال ہے یہ دور انتہائی تاریکی کا دور ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ حالات نہایت جلد اچھے ہو جائیں گے کیونکہ تاریکی کا انجام ہمیشہ روشنی ہوتی ہے ہر عروج کا زوال جبکہ ہر زوال کے لیے عروج ہوتا ہے تاریکی کا انجام روشنی ہے یعنی تاریکی روشنی پر ختم ہوتی ہے۔

مشقی سوالات

سوال (۱) اقبال نے کھانے پینے کے معاملے میں حضور کی کیا سنت بیان کی ہے؟

ج: اقبال نے کھانے پینے کے معاملے میں حضور ﷺ کی یہ سنت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ کھانے پینے کی چیزوں میں بُہت احتیاط برتے تھے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا روحانی کیفیات کا سب سے بڑا ممد و معاون یہی کھانے پینے کی چیزوں میں احتیاط ہے نبی کریم ﷺ نے ساری زندگی اس بات کا ثبوت دیا ہے میں خود اپنی زندگی کم از کم کھانے پینے کے متعلق اسی طریق پر ڈھال رہا ہوں آپ ﷺ بذات خود کم خوراک کھاتے اور صحابہ کرامؓ کو بھی کم کھانے کی تلقین کرتے، کم خوراک صحت جبکہ زیادہ خوراک بیماری کا باعث ہے۔

سوال نمبر (۲) اقبال انجمن کے مستقر کیلئے لاہور کے انتخاب پر کیوں زور دیتے ہیں؟

جواب: بابائے اُردو مولوی عبدالحق کو خط میں علامہ محمد اقبال لکھتے ہیں کہ انجمن کے مستقر کے لیے لاہور موزوں اور بہترین جگہ ہے اس کیلئے ایک سے زیادہ وجوہ ہیں۔

۱) مسلمانوں کو اپنے تحفظ کیلئے جو لڑائیاں آئندہ لڑنے پڑیں گی اُن کا میدان پنجاب ہوگا پنجابیوں کو اس میں بڑی دقتیں پیش آئیں گی کیونکہ اسلامی زمانے میں یہاں کے مسلمانوں کی مناسب تربیت نہیں کی گئی، مگر اس کا کیا علاج کہ آئندہ رزم گاہ یہی سرزمین معلوم ہوتی ہے

(۲) آپ انجمن اُردو سے متعلق ایک پبلیشنگ ہاؤس قائم کرنا چاہتے ہیں اس کی کامیابی بھی لاہور

میں ہو سکتی ہے کیونکہ یہ ایک بڑا پبلشنگ سنٹر ہے اور بہت سا طباعت کا کام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے انگریزی پبلشنگ کی طرف بھی یہاں کے مسلمان توجہ کر رہے ہیں۔

(۳) یہاں کے لوگوں میں اثر قبول کرنے کا مادہ زیادہ ہے سادہ دل صحرائیوں کی طرح ان میں ہر طرح کی باتیں سننے اور ان سے متاثر ہو کر ان پر عمل کرنے کی صلاحیت اور مقامات سے بڑھ کر ہے۔ ایک معمولی جلسے کے لیے آٹھ دس ہزار کا جمع ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں بلکہ بیس بیس ہزار مجمع بھی غیر معمولی نہیں یہ بات پنجاب کے ہندوؤں میں بھی نہیں پائی جاتی۔

سوال نمبر ۳: روحانیت کی کمی سے معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔؟

جواب: روحانیت کی کمی سے معاشرہ زوال پزیر ہوتا ہے اخلاق، محبت، مروت، یک جہتی، حب الوطنی، اور یگانگت ختم ہو جاتی ہے معاشرہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے روحانیت کی کمی سے انسانیت کا گراف گر جاتا ہے انسان حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت ختم ہو جاتی ہے۔

سوال نمبر ۳: ان جملوں کی وضاحت کریں۔

(ا) عام مسلمانوں کی حالت اقتصادی اعتبار سے حوصلہ شکن ہے امراء توجہ دیں تو کام بن سکتا ہے مگر افسوس کہ اکثر مسلمان امراء مقروض ہیں۔

جواب: مولوی عبدالحق کو انجمن اُردو کیلئے فنڈ اکھٹا کرنے کیلئے علامہ محمد اقبال خط میں لکھتے ہیں کہ عام مسلمان اقتصادی لحاظ سے بُہت ناتواں ہے وہ چندہ دینے کی اہلیت نہیں رکھتے اگر مسلمان امراء دلچسپی لیں تو کچھ امید بن سکتی ہے لیکن اقبال یہ بھی وضاحت کرتے ہیں کہ امراء میں سے اکثر مقروض ہیں اس لیے ان سے بھی زیادہ کی امید نہیں رکھی جا سکتی یہاں پر امیروں کی حالت ابتر ہے ان سے بہتر امید کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

ب: یہ دور انتہائی تاریکی کا ہے لیکن تاریکی کا انجام سفید ہے کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

وضاحت: والد محترم شیخ نور محمد کا نام خط میں علامہ محمد اقبال لکھتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں اب ایک دوسرے کیلئے محبت نہیں یہ دور تاریکی کا دور ہے اخلاص، خلوص اخلاق، محبت، مروت یک جہتی، حب والوطنی اور یگانگت کسی میں نہیں لیکن ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ تاریکی کا انجام ہمیشہ سفید ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سے بہتری کی امید رکھنی چاہیے۔

<u>ج: میری لسانی عصبیت دینی عصبیت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔</u>

وضاحت: علامہ اقبال مولوی عبدالحق کو خط میں وضاحت کرتے ہے کہ میں علالت کے باعث اُردو کانفرس میں شریک نہیں ہوسکتا۔ اگر چہ میں اُردو زبان کی بحثیت زبان خدمت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا میری لسانی معاملات دینی معاملات سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

<u>(د): وہ کہتا ہے کہ انسان کے جسم میں ایسے جراثیم ہیں جو قاطع حیات ہیں اور دہی کی لسی ان جراثیم کے لیے بمنزلہ زہر کے ہے۔</u>

والد محترم شیخ نور احمد کو علامہ محمد اقبال خط میں لکھتے ہیں کہ میں نے یورپ کے مشہور حکیم کی کتاب پڑھی ہے کہ دہی کی لسی پینے سے عمر بڑھتی ہے اس لیے زیادہ سے زیادہ لسی استعمال کرنی چاہئے انسان کے جسم میں ایسے جراثیم ہیں جو انسان کی زندگی کو ختم کرتے ہیں اور دہی کہ لسی ان جراثیم کے لیے زہر کی طرح ہے لسی ہی ایسی چیز ہے جو ان جراثیم کا خاتمہ کرتی ہے اور انسان کی زندگی کو طوالت بخشتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حصہ نظم

ماہرالقادری

پیدائش: ۳۰ جولائی ۱۹۰۴ء　　　　وفات: ۱۲ مئی ۱۹۷۸ء

حالات زندگی

منظور حسین نام اور ماہر تخلص تھا لیکن ماہرالقادری کے نام سے شہرت پائی۔ اُتر پردیش کے ضلع بلند شہر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علی گڑھ سے حاصل کی۔ حیدرآباد دکن میں ان کی ادبی شہرت بامِ عروج پر تھی۔ پاکستان بننے پر کراچی آ گئے۔ ہندوستان میں کچھ عرصہ روزنامہ مدینہ سے وابستہ رہے ۱۹۴۹ء میں رسالہ فاران نکالا۔ جدہ کے ایک مشاعرے میں حرکتِ قلب بند ہونے کے باعث انتقال کر گئے اور وصیت کے مطابق مکہ معظمہ میں دفن کیے گئے۔

اسلوب

ماہرالقادری نے تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی لیکن اُن کی اصل شہرت نعت گوئی کی وجہ سے ہے۔ اُن کی شاعری کی نمایاں خصوصیت سادگی اور بے تکلفی ہے چونکہ اُن کی شاعری کا محور حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے، اس لیے موضوع کی مناسبت سے اُن کی زبان پاکیزہ اور شستہ ہے اُن کا دِل عشق رسولؐ سے معمور تھا۔ رسولؐ اللہ کی محبت ہی اصل ایمان ہے اور یہی عشق اُن کی نعتوں کا محور و مرکز ہے اسی جذبے سے سرشار ہوکر جب آپ نعت لکھتے ہیں تو سماں بندھ جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے یہی والہانہ محبت آپ کا سرمایہ حیات ہے۔ آپ کا انتقال بھی مکہ مکرمہ میں ہوا اور وہاں کے مشہور قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں۔

مجموعہ ہائے کلام: محسوساتِ ماہر، نغماتِ ماہر، جذباتِ ماہر، ذکرِ جمیل وغیرہ۔

حمد

شاعر　　　ماہرالقادری

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
دانش	عقل مندی	شہادت	گواہی دینا
فکر	خیال/سوچ	توانائی	طاقت
معراج	عظمت/بلندی	صنعت	فن کاری
صانع	کاریگر/خالق	نکہت	خوش بو
وجدان	دریافت/ذکاوت	خلاق	تخلیق کرنے والا
گلبانگ	بلبل کی آواز	ترنم	غنا، الاپ، نغمگی
آیات	آیت کی جمع/نشانیاں		

اشعار کی تشریح

شعر نمبر۱:　　فکر و دانش کی ہے معراج خدا کا اقرار
یہی وجدان کی آواز ہے، فطرت کی پکار

تشریح: شاعر ماہرالقادری حمد کے اس پہلے شعر میں اللہ تعالی کی وحدانیت اور اللہ تعالی سے اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ عقل وحکمت، سوچ اور تفکر کی معراج خدا کی ذات کا انکشاف ہے جب تک انسان اللہ تعالی کی قدرتوں کا اقرار ہی انسان کی تمام کامیابیوں کا نقطہ آغاز ہے یہی انسان کے اندر کی آواز ہے اور یہی اقرار فطرت کی ہر چیز کی پکار بھی ہے دنیا کی ہر شے میں اس کی جھلک دکھائی دیتی ہے کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی عبادت میں مصروف عمل نظر آتا ہے۔ ہر ذرے میں اس کی نشانیاں نظر آنے لگتی ہے۔ بقول شاعر

ے　جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی نظر آیا جدھر دیکھا

شعر نمبر۲:　　ذرّے ذرّے کی شہادت کہ خدا ہے موجود

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

پتے پتے کو ہے صانع کی صفت کا اقرار

تشریح: ماہر القادری اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فطرت کا ذرہ ذرہ اس معبود برحق کی گواہی دیتا نظر آتا ہے دنیا میں آپ کہیں بھی جائیں زمین سے لے کر آسمان تک مشرق سے لے کر مغرب تک فرش سے لے کر عرش تک، اور موجودات سے لے کر ممکنات تک اللہ تعالیٰ کی وجود کی گواہی دے رہی ہے کائنات کا ہر ذرہ اپنے خالق کی صفات کا نمونہ ہے جیسے کائنات کی خوبصورتی اللہ کے حسین و جمیل ہونے کی نشانی ہے اس لیے رب کائنات کے ہر ذرے کے بارے میں غور و فکر کرو۔ اس میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں نظر آئیں گی۔
حیوانات، جمادات، سمندر، چاند، زمین و آسمان، ستارے یہ سب کچھ رب العزت نے پیدا کئے ہیں۔

شعر نمبر ۳: اسی خلاق نے جو ہر کو توانائی دی
پھول پتوں کو عطا جس نے کئے نقش و نگار

تشریح: اس شعر میں شاعر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیقی قوت ہے جس نے انسانی خوبیوں کو قوت اور طاقت بخشی انسان کو عقل و شعور دیا تا کہ وہ اچھائی اور برائی میں تمیز کر سکیں۔ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ انسان کی تخلیق ایک معجزے سے کم نہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو مخاطب کر کے کہا کہ اے انسان تمھیں ایک نر اور مادہ سے پیدا کیا ہے اور تمھیں عقل و فہم دی اور تمھیں طرح طرح کے علوم و فنون عطا کیے اور تمھیں بیش بہا صلاحیتیں بخشیں تا کہ تم اس کائنات کے نظام کو چلا سکو پھر اپ کے لیے کائنات میں طرح طرح کے رنگ بھر دیے ہیں ہر قسم کے پھول پیدا کئے اور زندگی سے محبت پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان پھول پتوں کو نقش و نگار عطا کئے تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کر سکو۔

ے نہیں موقوف خدائی تیری اس ایک دنیا پر
کیے ہیں ایسے ایسے سینکڑوں پیدا جہاں تو نے (بہادر شاہ ظفر)

شعر نمبر ۴: اُسی خالق، اُسی مالک کی ہے سب حمد و ثنا

آبشاروں کا ترنم ہو کہ گلبانگ ہزار

تشریح: اس شعر میں شاعر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کائنات میں موجود ہر چیز اپنے خالق و مالک کی حمد و ثناء میں مصروف عمل ہے چاہے وہ آبشاروں جیسی بے جان آشیاء ہو یا بلبل کی طرح بے زبان حیوانات سب اپنی بولیوں میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو انسان کے لیے جنت بنا دیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے جہاں دیکھو خوبصورت باغات خوبصورت پھولوں سے آراستہ ہے اور نہروں سے آبشاریں بلندی سے پستی کی جانب اُتر چلی آ رہی ہے اور ان سے نکلنے والی آوازیں کانوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے تو کہیں بلبل کی کوکو دل کو خوش کر دیتی ہے بقول شاعر؛

ے ہر ایک ذرہ فضا کا داستان اس کی سناتا ہے
ہر ایک جھونکا ہوا کا آ کے دیتا ہے پیام اس کا (بہادر شاہ ظفر)

شعر نمبر ۵: یہ سب آیاتِ الٰہی ہیں، ذرا غور سے دیکھ
اُس کی پھر حمد بیاں کر اُسی خالق کو پکار

تشریح: اس شعر میں شاعر اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ دنیا اور کائنات میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت کی بے شمار نشانیاں بکھری پڑی ہیں۔ کیا زمین کیا آسمان ایک ذرے سے لے کر ایک صحرا تک اور ایک قطرے سے لے کر ایک سمندر تک سب تیری تخلیق کے کرشمے ہیں۔
کائنات میں ایسی واحد شے کا بھی وجود نہیں ہے جسے اللہ نے نہ بنایا ہو ہر طرف اللہ کی قدرت کی نشانیاں نظر آتی ہیں ذرے سے لے کر آفتاب تک اور فرش سے لے کر عرش تک اُسی کی حکمرانی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اس پر غور و فکر کریں اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کریں اور اپنے دل سے یہ یقین پیدا کریں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی عطا کرنے والا نہیں اور مشکلوں کو آسان کرنے والا بھی وہی وحدہ لاشریک ہے۔ شاعر کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اظہار

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

کر رہی ہے اس لیے کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسکی قدرت اور دانائی سے انکار کیا جائے اور ہر مشکل ،مصیبت کی گھڑی میں اُسے پکاریں اور اُسی سے مدد مانگیں (بقول شاعر)

؎ گواہی دے رہی ہے اس کی یکتائی پہ ذات اُسی کی
دوئی کے نقش سب جھوٹے سچا ایک نام اس کا (بہادر شاہ ظفر)

شعر نمبر ۶: اس کی صنعت کے نمونے ہیں وہ نکہت ہو کہ رنگ
اس کی قدرت کے کرشمے ہیں ،خزاں ہو کہ بہار

تشریح: اس شعر میں شاعر اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس ساری کائنات کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے اس کائنات کی ہر شے اس کے حکم کے تابع ہے وہ اکیلا اس کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ موسموں کا تغیر وتبدل ،خزاں و بہار کی خوبصورتیاں اور زندگی کے دوسرے انقلابات ،سورج و چاند کا طلوع وغروب ہونا ،رات دن کا بدلنا اس حقیقت کا شاہد ہے کہ اس میں نظم وضبط حکمت و کاریگری ہے ذرہ ذرہ شان یکتائی کا ظہور ہے کائنات کا ذرہ ذرہ اس حقیقت کو آشکارا کر رہی ہے کہ اس کو پیدا کرنے والا کوئی اعلیٰ ہستی ہے وہی پھل پھول اگاتا ہے مالک و مختار ہے اور کائنات میں ترتیب ونظم اس کی ذات کا ثبوت ہے پس اللہ ہی عبادت کے لائق ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگیں۔

بقول شاعر: ؎ بنائے اپنی حکمت سے زمین وآسمان تو نے
دکھائے اپنی قدرت کے ہمیں کیا کیا نشان تو نے (بہادر شاہ ظفر)

مشقی سوالات

سوال نمبر ۱: یہ سب آیات الٰہی ہے، ذرا غور سے دیکھ" حمد کے اشعار کے پس منظر میں اس مصرع کی وضاحت کریں۔

جواب: شاعر واضح کرنا چاہتا ہے کہ اس کائنات میں ذرے سے لے کر صحرا تک ،فرش سے کر عرش تک ،قطرے سے لے کر سمندر تک الغرض کائنات میں جو کچھ ہم دیکھ سکتیں ہیں اور جو ہمیں نظر نہیں

آرہا ہے بلکہ صرف محسوس کرتے ہیں ان سب میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے نمونے موجود ہیں ۔شاعر کہتا ہے کہ پھول ،پتے ،نقش ونگار ،خوشبو ،رنگ ،آبشار اور پرندوں کا چہکنا اور خزان و بہار سب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی واضح نشانیاں ہیں اس لئے انسان کو ان سب نشانیوں پر غور وفکر کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور خالق ہونے پر ایمان لانا چاہیے۔

سوال نمبر ۲: اس حمد میں اللہ تعالیٰ کی جن صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اُنھیں اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب: اس نظم (حمد) میں شاعر ماہر القادری اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی اقرار کرنے والا فکر و دانش کی بلندیوں کو چھو لیتا ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ مزید کہتے ہیں کہ کائنات کے ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی موجودگی کی گواہی دیتا ہے پتا پتا اپنے خالق کی صفت کا اقرار کر رہا ہے جو ہر کو توانائی اور پھول پتوں کو خوبصورت نقش ونگار اور خوشبو دینا اسی کا دین ہے نور اور خوشبو دینے والی ذات اسی کی ہے اور خزاں و بہار اور موسموں میں تغیر وتبدل لانے والا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

سوال نمبر ۳: حمد کی تعریف کریں۔ اس حمد کے علاوہ کوئی سے حمد یہ اشعار تحریر کریں۔

جواب: حمد کی تعریف: حمد ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ،صفات ،نعمتوں اور کرشمات کا تذکرہ کیا گیا ہو۔

تین حمدیہ اشعار:

؎ بجھاتے ہی رہے پھونکوں سے کافر اس کو رہ رہ کر
مگر نور اپنی ساعت پر رہا ہو کر تمام اس کا

(بہادر شاہ ظفر)

؎ تیری تخلیق کی وسعت کے آگے
یہ دنیا ایک نقطے کی طرح ہے

(شکیل احمد نایاب)

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

محمد کو عطا کی بادشاہی دین دنیا کی

خدا کی سروری کی خوب کیسی یہ گواہی ہے

(ایاز غزل)

سوال نمبر۴: قواعد کے حوالے سے جملے درست کریں۔

☆ یا کھانا کھاؤ یا چائے پیو۔

☆ اے لوگوں! میری بات سنو۔

☆ وہ ہنستا ہوا بولا۔

☆ جب میں لاہور پہنچ جاؤں گا تمہیں خط لکھوں گا۔

☆ میں نے درحقیقت میں اُسے تمام صورت حال بتادی۔

جواب: **درست جملے**

☆ کھانا کھاؤ یا چائے پیو۔

☆ اے لوگو! میری بات سنو۔

☆ وہ ہنستے ہوئے بولا۔

☆ جب میں لاہور پہنچوں گا تو تمہیں خط لکھوں گا۔

☆ میں نے درحقیقت اُسے تمام صورت حال بتادی۔

سوال نمبر۵: اس حمد کے قوافی لکھیں۔

جواب: قوافی:۔ اقرار، پکار، نگار، ہزار، پیار

سوال نمبر۶: حمد کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب: خلاصہ:۔ خدا کی ذات کا اقرار انسان کی فکرو دانش کی بلندی ہے اور درحقیقت یہی فطرت کی پکار ہے۔ کائنات کا ایک ایک ذرہ ذرہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات واحد ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت کاری کا اقرار پتے پتے سے ہو رہا ہے اور یہ وہی ذات ہے

جس نے جوہر کے اندر توانائی پیدا کی۔ رب کائنات نے ہی انسانی خوبیوں میں نکھار پیدا کیا اور قوت و طاقت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو انسان کے لئے مختلف اور خوبصورت رنگا رنگ پھولوں سے آراستہ و پیراستہ کیا۔ پھولوں کو رنگ و بو نقش و نگار اسی نے عطا کیا۔

الغرض ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مصروف عمل ہے۔ چاہے آبشاروں کا ترنم ہو۔ یا پرندوں کا چہچہانا ہر چیز اپنی اپنی بولیوں میں رب کائنات کی تعریف میں مصروف کار ہے۔ خزاں ہو یا بہار، زمین و آسمان کی وسعتیں ہو یا چاند سورج کی گردش ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی صنعت کاری نظر آ رہی ہے وہی ذات ہے جو اس کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

☆☆☆☆☆☆

محسن کاکوروی

پیدائش: ۱۸۲۶ء وفات: ۱۹۰۵ء

حالات زندگی:

نام محمد محسن اور محسن ہی ان کا تخلص تھا۔ لکھنؤ کے ایک قصبے کاکوری میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ کے حصول کے بعد انگریزی تعلیم حاصل کی اور عدالتی کاموں میں مشغول ہو گئے۔ بعد ازاں وکالت کا امتحان پاس کیا اور آگرے میں پریکٹس کرتے رہے۔

روایت ہے کہ محسن نو سال کے تھے کہ انھیں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی جس پر اظہار مسرت کے طور پر انھوں نے ایک فارسی نظم لکھی۔ محسن کاکوروی کا زیادہ تر کلام حمدیہ اور نعتیہ ہے۔ ان کی وجہ شہرت بھی ان کا نعتیہ کلام ہے ان کا کلام کلیاتِ نعتِ محسن کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔

اسلوب:

محسن کی شاعری مجموعی طور پر زبان دانی کا ایک عمدہ نمونہ ہے جس میں عربی فارسی کے علاوہ ہندی الفاظ بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ اُن کی نعتوں میں صداقت اور خلوص موجود ہے۔ اُن

educhampgroup.com Scanned with CamScanner

کا اسلوب شگفتہ اور رواں دواں ہے۔ دبستانِ لکھنو سے تعلق کی وجہ سے اُن کے ہاں شوکتِ الفاظ پائی جاتی ہے۔ اُن کی زبان کوثر و تسنیم میں ڈھلی ہوئی ہے۔ بندشیں چُست اور نادِر و حسین تشبیہات اور استعارات نے اُن کے کلام کو چار چاند لگا دئے ہیں۔ اِن کے ہاں الفاظ چناؤ اور مضمون کی بلندی ہمیشہ ہم آہنگ نظر آتی ہے اور یہ چیز ان کی قادرالکلامی کی دلیل ہے۔ نعتوں کے علاوہ ان کے مجموعی کلیات میں صحابہ کرامؓ کے مناقب بھی موجود ہیں اور بعض دیگر اصناف پر بھی اشعار ملتے ہیں جن میں تاریخ گوئی بھی ملتی ہے۔

مجموعہ کلام: کلیاتِ نعتِ محسن

نعت

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
مفصل	تفصیل سے	اوج رفعت	بلندی۔عروج
ابد	دنیا کے خاتمے کا وقت / آخر	مشعل	بڑی شمع / بڑا چراغ دان
ازل	ابتداء، جب دنیا وجود میں آئی	دو عالم	دو جہاں
مجمل	مختصر، خلاصہ	قمر	چاند
طرۂ دستار	پگڑی کا اوپری اور بلند حصہ	بحرِ وحدت	توحید کا سمندر
راہِ عدم	دوسری دنیا کا راستہ	ریشۂ اُمید	اُمید کا دھاگہ
مداح	تعریف کرنے والا	نخلِ سرسبز	سبز رنگ کا ہرا بھرا درخت
افضل	سب پر فضیلت رکھنے والا	مستانہ قصیدہ	سرشار کرنے والا قصیدہ

اشعار کی تشریح

شعر نمبر ۱: سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے، سب سے افضل

میرے ایمان مفصل کا یہی ہے مجمل

تشریح: شاعر محسن کاکوروی حضرت محمدؐ سے اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپکا دربار سب سے اعلیٰ اور افضل ہے، آپ کی ذات بہت بلند اور تمام انسانوں پر فضیلت رکھنے والی ہے۔ میرے تفصیل سے بیان کئے گئے ایمان وعقیدے کا یہی خلاصہ ہے۔ کہ تیری حکمرانی و بادشاہی تمام بادشاہوں سے اعلیٰ ترین و افضل ہے۔ ایمان مفصل کے مطابق ایک بندہ مسلمان ہو جاتا ہے تو پھر وہ مکمل احکامات پر ایمان لائے گا۔ اللہ تعالیٰ پر رسولوں پر اس کے فرشتوں پر اُس کے کتابوں پر روز آخرت پر اگر کوئی بندہ ان میں سے کسی ایک پر بھی ایمان نہیں لاتا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

شاعر جب حضرت محمد مصطفیؐ سے اپنے عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے پکار اُٹھتا ہے کہ میرے ایمان مفصل کا خلاصہ یہی ہے کہ حضرت محمدؐ اس دنیا میں سب سے اعلیٰ اور فضیلت والی ہستی ہے۔

شعر نمبر ۲: گلِ خوش رنگ رسولؐ مدنی و عربی

زیبِ دامانِ ابد، طرۂ دستارِ ازل

تشریح: محسن کاکوروی رقمطراز ہیں کہ دنیا میں رنگینیاں، اور خوبصورتی رسولؐ عربی کے سبب سے ہیں۔ محسن کاکوروی نے حضورؐ کو عرب کے سرزمین پر ایک ایسا خوشنما پھول کہا ہے جس کی مہک پوری کائنات میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس پھول کی خوشبو نہ صرف دنیاوی فضا کو دلفریبی عطا کرتی ہے۔ دنیا و آخرت کی کامیابی انہی کی نقش قدم پر چل کر حاصل کی جاسکتی ہیں کیونکہ ازل سے ابد تک اس پھول کے لازوال حوالے زندگی کی لطافتوں، شادابی اور رعنائیوں کا باعث بنتے ہیں۔

آپؐ نے دنیا میں توحید کا درس عام کیا۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور واحدانیت سے روشناس کرایا۔ اس لئے آپؐ کی ذات کائنات کے ابتداء سے لے کر آخر تک لوگوں کیلئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

شعر نمبر۳: اوج رفعت کا قمر، نخل دو عالم کا ثمر

بحر وحدت کا گہر، چشمہ کثرت کا کنول

تشریح: محسن کاکوروی اس شعر میں حضورؐ پاک کی ذات مبارک کے مرتبے اور درجے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتیں ہیں۔ کہ اس کائنات میں حضورؐ کی حیثیت ایک ایسے نور کی سی ہے جس نے اس دنیا سے ظلم، شرک، اور جہالت جیسے تاریکیوں کو دور کیا۔ آپؐ نے لوگوں کو وحدہ لاشریک کا درس دیا۔ لوگوں کو آگ سے نکال کر جنت کے حسین باغوں میں لے گیا۔ آپؐ کی تعلیمات رہتے دنیا تک لوگوں کے لیے مشعل راہ کا کام انجام دیتے رہی گی۔

محسن کاکوروی فرماتے ہیں کہ آپؐ دونوں جہانوں کے سردار ہیں۔ آپؐ وحدت سمندر کے وہ قیمتی موتی ہیں، جس سے سمندر کا مقام و مرتبہ بھی بڑھ گیا ہے۔ آپؐ کی مثال اُس سفید پھول یعنی کنول جیسی ہے۔۔ جو ہر طرف نظر آنے والے چشمے سے پیدا ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ آپؐ کی تعلیمات چار دانگ، عالم مقبول عام ہیں۔ آپؐ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی یقینی ہیں۔ یعنی آپؐ کی خوشبو سے سارا کائنات معطر ہیں۔

شعر نمبر۴: ہے تمنا کہ رہے نعت سے تیرے خالی

نہ مرا شعر، نہ قطع، نہ قصیدہ، نہ غزل

تشریح: اس شعر میں محسن کاکوروی اس خواہش کا اظہار کر رہے کہ اے میرے پیارے نبیؐ! یہ میری تمنا ہے کہ بہ حیثیت ایک شاعر میں شعر لکھو یا قطع، غزل لکھو یا قصیدہ غرض میرے قلم سے جو بھی حرف نکلے وہ تیری مدح سرائی میں نکلے اس کے علاوہ میرا قلم کچھ نہ لکھیں۔ دیگر الفاظ میں اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اے نبیؐ میں جب بھی کسی کے حق میں شعر پڑھتا ہو یا اس میں آپ کا ذکر مبارک ہو یا کسی کے لیے قصیدہ لکھو تو اس میں بھی آپؐ کا ذکر ضرور ہو الغرض نظم کے جتنے بھی اصناف میں طبع آزمائی کرو ہر صنف میں ہر لفظ میں تیرا ذکر مبارک ہو۔

شعر نمبر۵: ہو مرا ریشۂ امید، وہ نخل سر سبز

جس کے ہر شاخ میں ہو پھول، ہر اک پھول میں پھل

تشریح: محسن کاکوروی آپؐ سے اپنی وابستگی کا اظہار کرتے ہیں کہ اے نبیؐ میرا اُمید اُس سر سبز درخت کی طرح ہے جو ہر وقت ہرا بھرا رہتا ہے آپؐ کی تعلیمات پر ساری زندگی عمل پیرا رہونگا کیونکہ اسی میں میری دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی ہیں۔ ریشۂ اُمید سے مراد وابستگی اور عقیدت ہیں یہ عقیدت ساری زندگی قائم و دائم رہے اور یہ وابستگی اُس سر سبز و شاداب درخت و پھل پھول کی طرح رہے گی۔ جس پر زمانے کی تغیریات و انقلابات اثر انداز نہیں ہوگی۔ اور اس درخت کے ہر پھول میں پھل ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ آپؐ کی اطاعت میں کامیابی ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

شعر نمبر۶: رُخ انور کا ترے دھیان رہے بعد فنا

میرے ہمراہ چلے راہِ عدم میں مشعل

تشریح: شاعر حضورؐ پاک سے اپنی عقیدت اور وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کے اے سردار دو عالمؐ میری یہ خواہش ہے کہ جس طرح اس دنیا میں تیری اطاعت کی۔ تیری پیروی کی۔ آپؐ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی بسر کر دی۔ اب میری خواہش تیری عقیدت سے اور بھی بڑھ گئی میں چاہتا ہوں کہ جب میں اس دنیا سے کوچ کرنے والا ہو تب بھی میری سوچوں اور خیالوں میں تیرا مبارک، چمکدار چہرہ ہو۔ اور مرنے کے بعد میرے خیالات پہ تیرا مبارک چہرہ چھایا ہوا ہو۔ آپؐ کا چہرہ چونکہ چراغ کی مانند ہیں اس لیے شاعر تمنا کر رہے ہیں کہ راہ عدم میں بھی یہ مبارک چہرہ ساتھ رہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں کامیابی حضورؐ کی ذات مبارک اور اُن کی تعلیمات کی پیروی کرنے سے ہی ملتی ہے۔ اس لیے شاعر اسی خواہش کا اظہار کر رہے ہیں کہ آپؐ کا مبارک اور پُر نور چہرہ قبر کے اندھیروں سے نجات دلا سکتی ہیں۔

شعر نمبر۷: صف محشر میں ترے ساتھ ہو تیرا مدّ رح

ہاتھ میں ہو یہی مستانہ قصیدہ، یہ غزل

تشریح: محسن کا کوروی اس شعر میں رقمطراز ہیں کہ جب سزا و جزا کا دن ہو (محشر کا دن) تو اس دن جب صفیں کھڑی کر دی جا رہی ہو تو میں آپؐ کے ساتھ ہونگا اور ہاتھ میں تیری تعریف میں لکھا ہوا قصیدہ یا غزل ہوگا جس میں آپؐ کے ساتھ عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہو۔ یعنی شاعر اس خواہش کا اظہار کر رہے ہیں کہ اے نبیؐ! کہ جب ہر طرف نفسی نفسی کا ورد ہو ہر شخص اپنے اعمال کا جوابدہ ہو اس دوران ہر بندہ اُس شخص کے ساتھ کھڑا ہوگا جس کے ساتھ دُنیا میں عقیدت رکھتا ہے۔ تو میں یعنی تیری تعریف کرنے والے آپؐ کے ساتھ کھڑا ہوگا اور ثبوت کے طور پر میرے ہاتھ میں وہ قصیدہ اور غزل ہوگا جس میں آپ کی تعریف بیان کی گئی ہو اور یہی قصیدہ میری بخشش کا باعث بھی بنے گا۔

مشقی سوالات

سوال نمبر۱: حمد، نعت اور منقبت میں فرق واضح کریں۔

جواب: حمد، نعت اور منقبت میں درجہ ذیل فرق ہے۔

حمد: ۔ وہ نظم جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کیا جائے حمد کہلاتا ہے۔

نعت: ۔ وہ نظم جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و صفات بیان کئے جائیں نعت کہلاتا ہے۔

منقبت: ۔ وہ نظم جس میں اولیائے اللہ یا بزرگان دین کی تعریف اور صفات بیان کی جائیں منقبت کہلاتا ہے۔

سوال نمبر۲: شاعر نے رسول کریمؐ کے کیا کیا اوصاف بیان کیے ہیں؟ ان کی وضاحت کریں۔

جواب: محسن کا کوروی اس نظم میں رسولؐ اللہ اوجِ رفعت، بحر وحدت کا گہر، نخل دو عالم کا ثمر اور چشمہ کثرت کا کنول کہہ کر ان کی صفات بیان کرتا ہے۔ شاعر واضح کرنا چاہتا ہے کہ رسول اکرمؐ ان دنیا کے سب سے افضل اور اعلیٰ شخصیت ہے آپؐ عربستان کے چمن میں کھلنے والے اس پھول کی طرح ہے جو ہر طرف سے نمایاں نظر آتا ہے اور جس کی خوشبو پوری دُنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ کائنات کی خوبصورتی کا دار و مدار آپ کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا درس آپؐ نے

دیا۔ آپؐ دُنیا کے آسمان کے خوبصورت چاند ہیں۔

سوال نمبر۳: آخری تین اشعار میں کیا دعا کی گئی ہے؟

جواب: آخری تین اشعار میں یہ دُعا کی گئی ہے کہ دُنیا کی بھلائی، موت کے وقت رسولؐ اللہ کے چہرہ انور کی جھلک اور محشر کے دن اس نعت کو توشۂ آخرت بنانے کی دُعا مانگی ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ آپؐ سے میری والہانہ محبت اور وابستگی ہمیشہ قائم و دائم رہے تاکہ مجھے دنیا و آخرت کی کامیابی مل جائے اور محشر کے دن میرے ہاتھ میں یہی قصیدہ یا غزل ہو جو آپؐ کی تعریف میں لکھی گئی ہے۔

سوال نمبر۴: اس نعت میں کون کون سی تشبیہات استعمال ہوئی ہیں؟

جواب: اس نعت میں جو تشبیہات استعمال ہوئی ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

☆عرب کا پھول ☆نخل دو عالم کا ثمر ☆طرۂ دستار ازل ☆زیب دامان ابد

☆اوجِ رفعت قمر ☆بحر وحدت کا گہر ☆چشمہ کثرت کا کنول

سوال نمبر۵: اس نعت میں جن اصناف سخن کا ذکر ہوا ہے، ان کی تعریف کریں؟

جواب: **قطعہ:** ۔ قطعہ کا مطلب ہے قطع کرنا شعری اصطلاح میں اس نظم کو قطعہ کہتے ہیں جس میں کوئی خیال یا واقعہ مسلسل بیان کیا جائے اس میں مطلع کا ہونا ضروری نہیں۔ اس کے پہلے دو مصرعے ہر قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں اور بعد میں آنے والے اشعار کا دوسرا مصرع بھی ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتا ہے۔ اشعار کی کم سے کم تعداد دو اور زیادہ جتنی چاہے۔

قصیدہ

قصیدہ عربی زبان کا لفظ ''قصد'' سے ماخوذ ہے جس کی معنی ہے ارادہ کرنا شعری اصطلاح میں قصیدہ سے مُراد ایک ایسی نظم جو کسی کی تعریف میں لکھی جائے ہیئت کے اعتبار سے قصیدہ غزل سے ملتا ہے شروع سے آخر تک ایک ہی بحر استعمال ہوتی ہے۔

غزل

غزل سے مُراد اشعار کا ایک ایسا مجموعہ جس میں عورتوں سے باتیں کرنا ہو یا عورتوں

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

کے بارے میں باتیں کرتا۔ جدید دور میں غزل صرف عشق و محبت تک محدود نہیں بلکہ اس میں عشق و محبت اور حُسن و جمال کے علاوہ بھی بہت دکھ ہے غزل کے ہر شعر میں الگ الگ موضوع ہوتا ہے مطلع ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتا ہے جبکہ باقی اشعار کا دوسرا مصرع مطلع کا ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتا ہے۔

سوال نمبر ٦: کلام میں ایک چیز کی مناسبت سے مختلف چیزوں کا ذکر کرنا جن میں کوئی تضاد نہ ہو مراعاۃ النظیر کہلاتا ہے۔ مثلاً

ہو مرا ریشۂ امید ، وہ نخل سر سبز
جس کے ہر شاخ میں ہو پھول، ہر اک پھول میں پھل

اس شعر کے پہلے مصرعے میں نخل سرسبز کی مناسبت سے شاخ پھول اور پھل کا ذکر کیا گیا ہے۔ کم سے کم تین اشعار لکھیں جن میں صنعت مراعاۃ النظیر پائی جائے۔

نہیں نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرہ نم ہو تو یہ مٹی بڑی ذرخیز ہے ساقی!

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی

پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

☆☆☆☆☆☆

نظیر اکبر آبادی

پیدائش ۱۷۴۰ء وفات ۱۸۳۰ء

حالات زندگی

سید ولی محمد نظیر اکبر آبادی آگرے میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید محمد فاروق تھا۔ آگرے کے ایک مکتب میں عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ نظیر نے بڑے پُر آشوب زمانے

میں ہوش سنبھالا۔ آگرے کے بُرے حالات نے اُنھیں ہجرت پر مجبور کیا اور وہ اپنی والدہ اور نانی کے ہمراہ دلی منتقل ہو گئے۔ دلی میں نظیر کا لڑکپن اور جوانی بڑی ہنسی خوشی اور رنگ رلیوں میں گزری۔ اُنھوں نے ہر قسم کی تقریبات اور تفریحات میں حصہ لیا۔ طبیعت موزوں تھی، اس لئے شاعری شروع کی۔

نظیر قناعت پسند، صوفی منش اور بے پروا طبیعت کے مالک تھے۔ ساری عمر معلّمی کا پیشہ اختیار کیے رکھا۔ کسی نواب یا بادشاہ کے دربار سے وابستہ نہ ہوئے۔ اَوَدھ اور بھرت پور کے حکمرانوں نے دعوت نامے بھیجے مگر نظیر نے قبول نہ کیے۔

اسلوب

اُن کی شاعری میں دلی کے میلوں ٹھیلوں، تفریحات، کھیل تماشوں اور مذہبی تقاریب کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا تو دوسری طرف اخلاقی مضامین اور تصوف پر بھی قلم اُٹھایا۔

اُن کی شاعری میں عوامی مسائل اور عوامی خیالات کی ترجمانی ملتی ہے۔ ایسی نظموں میں فکر آٹے دال کا، روپے کی فلاسفی، روٹی نامہ، آدمی نامہ اور مفلسی وغیرہ شامل ہیں۔

نظیر اکبر آبادی نظم میں ایک نئے طرز اور نئے انداز کے موجد تھے۔ وہ پُر گو شاعر تھے۔ اُن کی نظموں میں موسیقیت، روانی، جزیات نگاری اور منظر نگاری عروج پر ہے۔ مشکل اور ادق قافیے باندھنے میں اُنھیں کمال حاصل تھا، اُن کے کلام میں مذہبی رنگ موجود ہے۔ انبیائے کرام اور بزرگانِ دین سے عقیدت اُن کی شاعری میں موجود ہے۔ نظیر اکبر آبادی نے طویل عمر پائی۔ آخری عمر میں وہ فالج میں مبتلا ہو گئے اور اسی مرض میں وفات پائی۔

مجموعہ کلام : کلیاتِ نظیر اکبر آبادی۔

نظیر آکبر آبادی

شہر آشوب

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	الفاظ

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

لیل ونہار	رات اور دن	موجدار	موجوں ولا
خلق	لوگ	صراف	سونے کا کاروبار کرنے والا
بنیے	آٹا دال بیچنے والے	سیٹھ	امیر لوگ
ساہوکار	روپے کا کاروبار کرنے والا	بھجایئو	بھیجو
شرمسار	شرمندہ	نجیب	شریف، بزرگ
نابودگی	نہ ہونا	فرسودگی	پرانا پن
بہبودگی	فائدہ	آسودگی	آرام
کوڑی	سب سے چھوٹا سکہ	مہر	محبت

(خلاصہ)

سید ولی محمد نظیر اکبر آبادی اگرے میں پیدا ہوئے والد کا نام سید محمد فاروق تھا اس کی شامل نصاب نظم ''شہر آشوب'' کا مرکزی خیال اگرہ کی تباہی و بربادی ہے۔ اس شہر کو مرہٹوں اور جاٹوں نے پے در پے حملے میں تباہ و برباد کر دیا تھا۔ نظیر اس نظم میں فرماتے ہیں کہ کچھ عرصے سے میرے لکھنے، بولنے کا اختیار ختم ہو چکا ہے۔ کیونکہ میری سوچ اور فکر اسی ہی میں رہتی ہے کہ اگرہ کے لوگوں کا کاروبار زندگی بند ہو چکا ہے اور اب ان لوگوں کا کیا بنے گا۔ بے روزگاری نے ہر گھر کے چولھے بجھا دیے ہیں۔ لوگوں کے گھربار لوٹ چکے ہیں۔ وہ لوگ جو امن کے زمانے میں لوگوں کو اُدھار دیا کرتے تھے وہ بھی آج روپے روپے کیلئے محتاج ہے۔ کیونکہ قتل و غارت کے بعد سارا شہر ویران پڑا ہے۔ دوکاندار تو ہے لیکن گاہک غائب ہے اور یہ لوگ ایسے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے چوروں کو پکڑ کر قطار میں بیٹھا دیا جاتا ہے۔ بازار سرد ہو چکے ہیں یہ طرف مندی ہے۔ لوگ محنت کرتے ہیں لیکن اسکے باوجود بھی ہاتھ میں ایک کوڑی تک نہیں آرہا اور جس کو بھی دیکھو وہ آہ و فریاد کر رہا ہے اور ہر طرف ایسی بے بسی نظر آرہی ہے کہ اللہ تعالیٰ دشمن پر بھی کبھی ایسی حالات نہ لائے۔ وہ لوگ جو

صدقات و خیرات دیا کرتے تھے۔ اب اگر گداگر ان کے پاس جاتے ہیں تو وہ بھی ان سے معذرت کرتے ہیں۔ اور گداگر جس گھر میں بھی جاتے ہیں تو مایوس ہو کر لوٹتے ہیں۔

العرض مالدار، غریب، امیر، بڑے سوداگر ہو یا چھوٹے کاروباری سب کا بُرا حال ہیں۔ سب لوگ رزق اور آب و دانا کیلئے ترس رہے ہیں اور اس فکر میں ہے کہ اس شہر کی آسودگی کیسے ختم ہوگی۔ نظیر اکبر آبادی آخر میں دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ آگرے کے لوگوں پر رحم کر ان کے کاروبار رواں دواں کر اور ان کی بدحالی خوشحالی میں بدل کرتا کہ ہر بندہ اپنی محنت کے بل بھرتے پر کمائے اور کسی انسان کے محتاج نہ بنے۔

اشعار کی تشریح

بند ۱

ہے اب تو کچھ سخن کا مرے اختیار بند   رہتی ہے طبع سوچ میں لیل و نہار بند
دریا سخن کی فکر کا ہے موجدار بند   ہو کس طرح نہ منہ میں زبان بار بار بند
جب آگرے کی خلق کا ہو روزگار بند

نظم کے اس بند میں نظیر اکبر آبادی آگرہ کی تباہی و بربادی پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اب تو پریشانی کی وجہ سے شاعری کرنا میرے اختیار میں نہیں آگرہ کی تباہی و بربادی نے میری سوچ و فکر منجمد کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے سخن کا خزانہ گویا گم سا ہو گیا ہے۔ اور منہ میں زبان بند رہتی ہے۔ ذہن میں کوئی شعر نہیں آتا۔ دن رات اسی سوچ میں ہوتا ہوں کہ آگرے کے حالات کب ٹھیک ہونگے شاعر کی سوچ ایک بہتے ہوئے دریا کی سی ہوتی ہے۔ اب اس بہاؤ میں رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے۔ شاعری تو دور کی بات اب تو پریشان حالی کی وجہ سے بات بھی زبان سے نہیں نکلتی اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرے کے تمام لوگ مصیبت کا شکار ہیں اور ان کا روزگار بند ہو گیا ہے۔ اگرہ کے لوگوں کی خوشی کو کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ آگرہ کے لوگ بے بسی کی تصویر بنے بیٹھیں ہیں۔ لوگوں کا کاروبار بند ہو چکا ہے اور لوگ پریشان حال ہے۔ ان کا پرسان حال کوئی نہیں۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

بند۲

بے روزگاری نے یہ دکھائی ہے مفلسی   کوٹھے کی چھت نہیں ہے یہ چھائی ہے مفلسی
دیواروں کے بیچ سمائی ہے مفلسی   ہر گھر میں اس طرح سے بھر آئی ہے مفلسی
پانی کا ٹوٹ جاوے ہے جوں ایک بار بند

اس بند میں نظیر اکبر آبادی فرماتے ہیں کہ آگرے کا ہر شخص بے روزگار ہے۔ بے روزگاری کی وجہ سے آگرے کے لوگ غربت کا شکار ہیں۔ ہر طرف تباہی و بربادی کا راج ہے۔ آمدنی کا کوئی وسیلہ نہیں کوٹھے کی چھت معاشی تنگی کی وجہ سے توڑ پھوڑ کا شکار ہے۔ تنگ دستی کی وجہ سے لوگ گھر کی چھت کو مرمت نہیں کر سکتے آگرے کی درودیوار سے مفلسی، اُداسی اور غربت کی تصویر جھلکتی ہے۔ ہر گھر میں مفلسی اور محتاجی ایسے داخل ہوئی ہے جیسے پانی کا بند ٹوٹ جانے پر پانی کا سیلاب گھروں میں داخل ہوتا ہے۔ آگرے کے لوگ حسرت و یاس کی تصویر بنے غیبی امداد کے منتظر ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جیسے غربت و افلاس کا بند ٹوٹ گیا ہے اور پوری آگرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مفلسی کا سیلاب آیا ہو۔

بند۳

صراف، بنئے، جوہری اور سیٹھ وساہوکار   دیتے تھے سب کو نقد سو کھاتے ہیں اب ادھار
بازار میں اُڑے ہے پڑی خاک بیشمار   بیٹھے ہیں یوں دکانوں میں اپنے دکاندار
جیسے کہ چور بیٹھے ہوں قیدی قطار بند

اس بند میں نظیر اکبر آبادی آگرہ کے لوگوں کے روزگار کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے سرمایادار جن کا ایک زبردست روزگار ہوتا تھا آج وہ پائی پائی کے محتاج ہے۔ سونے کا کاروبار کرنے والے، بڑے بڑے دُکاندار، ہیرے اور موتیوں کا کاروبار کرنے والے بڑے بڑے سیٹھ جو سب کو نقد پیسے دیا کرتے تھے ان کے کاروبار اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ اب یہ خود دوسروں سے اُدھار لے کر کھا رہے ہیں۔ بازار گاہکوں سے خالی پڑے ہیں۔ بازاروں کی رونقیں ختم ہو گئی ہیں

وہاں صرف دھواں اُڑ رہی ہے۔ دُکاندار اپنی دکانوں میں ایسے فارغ اور اداس بیٹھے ہیں کہ جیسے چوروں کو پولیس نے پکڑ کر قطار میں بٹھایا ہو۔ ہر چور کو اس بات کا غم ہے کہ ان کیساتھ کیا سلوک ہوگا۔ روزگار تباہ و برباد ہو کر رہ گیا ہے لوگ کاموں پر مجبور ہیں۔ ہر طرف ویرانی اور مایوسی کے گہرے بادل چھائے ہوئی ہیں کہیں سے اُمید کی کرن نظر نہیں آ رہی لوگوں کی آنکھیں خوشی کیلئے ترس گئی ہیں۔

بند۴

محنت سے ہاتھ پاؤں کی کوڑی نہ ہاتھ آئے   بے کار کب تک کوئی قرض اور ادھار کھائے
دیکھوں جسے وہ کرتا ہے رورو کے ہائے ہائے   آتا ہے ایسے حال پہ رونا ہمیں تو ہائے
دشمن کا بھی خدا نہ کرے کاروبار بند

نظم کے اس بند میں نظیر اکبر آبادی فرماتے ہیں کہ آگرہ شہر اقتصادی لحاظ سے تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ روزگار کے معاملے میں آگرے کی کاروباری صورتحال اتنی خراب ہو چکی ہے کہ اگر کوئی کتنی ہی محنت کیوں نہ کرے ایک کوڑی بھی نہیں کما سکتا۔ شاعر کہتا ہے کہ ہاتھ پاؤں کی محنت مزدوری سے بھی کچھ میسر نہیں آتا۔ جس آدمی کا کوئی کاروبار نہ ہو وہ کب تک کسی سے ادھار لے کر اپنا کام چلائے حقیقت تو یہ ہے کہ غریب اور بے کار کو کوئی قرض نہیں دیتا ہر شخص بھوک کے مارے رو رو کر اپنی جان نکال رہے ہیں۔ لوگوں کی یہ ابتر حالت دیکھ کر مجھے بھی رونا آتا ہے۔ شعراء حضرات بہت احساس ہوتے ہیں یہ حالات دیکھ کر ان کو بھی رونا آ جاتا ہے۔ ان تمام لوگوں کی حالت زار کو دیکھ کر دل سے بے اختیار یہ دعا نکلتی ہے کہ اللہ پاک کسی دشمن کا بھی کاروبار بند نہ کرے۔ بے روزگاری ایسی بلا ہے کہ خُدا اس سے دشمن کو بھی محفوظ رکھے۔

بند۵

اس شہر کے فقیر بھکاری جو ہیں تباہ   جس گھر میں جا سوال وہ کرتے ہیں خواہ مخواہ
بھوکے ہیں کچھ بچائیو بابا! خدا کی راہ   واں سے صدا یہ آتی ہے پھر مانگو جب تو آہ
کرتے ہیں ہونٹ اپنے وہ ہو شرم سار بند

نظیر اکبر آبادی اس بند میں اگرے کی تباہی کا منظر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مفلسی پورے شہر پر

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

مسلط ہے حتیٰ کہ وہ بھکاری جن کا گزارہ بھیک مانگنے پر ہوتا تھا۔ وہ بھکاری بھی غربت کی اس لپیٹ میں آ گئے ہیں۔ اس سے پہلے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے صاحب ثروت لوگ بھیک مانگنے والوں کو کچھ نہ کچھ دے دیتے تھے لیکن اب صاحب ثروت لوگ خود غربت کے شکنجے میں پھنسے ہوئے ہیں جب فقیر کسی کے دروازے پر کھڑے ہو کر صدا لگاتے ہیں کہ بابا خُدا کے نام پر کھانے کیلئے کچھ دے دو میں بھوکا ہوں تو گھر والوں کی طرف سے یہ جواب ملتا کہ پھر کبھی آ کر مانگو آج آپ کو دینے کیلئے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔ یہ کہہ کر گھر کا مالک شرم کے مارے خاموش ہو جاتا۔ معلوم نہیں خدا کیوں اس شہر کے لوگوں سے ناراض ہے کہ لوگ دانے دانے کو ترس رہے ہیں۔ اس غربت نے امیر اور غریب سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے ہر کوئی تقدیر کے سامنے بے بس ہیں۔

بند۶

کیا چھوٹے کام والے کیا پیشہ ور نجیب   روزی کے آج ہاتھ سے عاجز ہیں سب غریب
ہوتی ہے بیٹھے بیٹھے جب شام عنقریب   اٹھتے ہیں صاحب دُکان سے کہہ کر کہ یا نصیب
ہمت ہماری ہو بے اختیار بند

نظیر اکبرآبادی دہلی کی بربادی پر غم کا اظہار کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ بے روزگاری نے چھوٹے کاموں سے لے کر بڑے بڑوں کو نیست و نابود کر دیا ہے شاعر فرماتے ہیں کہ آگرے کی بد قسمتی کا کیا پوچھتے ہو سب لوگ پریشان حال ہے جو چھوٹا موٹا کاروبار کرنے والے ہیں یا جو بڑے نیک اور شریف کاریگر ہیں سب رزق کی کمی کی وجہ سے پریشان ہیں۔ چھوٹے اور بڑے پیشوں والے سب لاچار ہیں۔ کسی کا کوئی روزگار نہیں صبح سے لے کر شام تک تمام لوگ اپنے ٹھکانوں میں بیکار بیٹھے رہتے ہیں۔ جب شام کو لوگ مایوس ہو کر گھروں کو لوٹتے ہیں تو اپنی بدنصیبی پر روتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمت کی دروازوں پر تالے لگا دیئے ہیں۔ اب مایوسی ان کا مقدر بن چکا ہے۔

بند۷

ہے کونسا وہ دل جسے فرسودگی نہیں   وہ گھر نہیں کہ روزی کی نابودگی نہیں
ہرگز کسی کے حال میں بہبودگی نہیں   اب اگرے کے نام کو آسودگی نہیں

کوڑی کے آگے ایسے ہوئے رہ گزار بند

نظیر اکبرآبادی رقمطراز ہے کہ کاروبار کی پریشانیوں نے آگرے کے ہر دکاندار اور تاجر کو پریشان کر رکھا ہے کونسا ایسا دل ہے جو ان حالات کی وجہ سے پریشان نہیں ہے۔ اگرے کا ہر شخص پریشان اور بدحال ہے گھروں میں کھانے پینے کی چیزیں ناپید ہو گئی ہے۔ کسی کی حالت میں بھی بہتری کی کوئی امید نہیں کاروبار کی پریشانیوں نے سب کو تباہ کر رکھ دیا ہے۔ اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آگرے کے نام کو خوشحالی نہیں۔ اب آگرہ شہر میں خوشی نام کی کوئی چیز ہی نہیں پورے شہر میں غم کے بادل چھائے ہوئے ہیں کسی بھی طرف سے روپے پیسے کے آنے کا کوئی امکان نہیں۔ پیسوں کے حصول کے تمام راستے بند ہو چکے ہیں۔ مال و دولت کا پہیہ جام ہو چکا ہے کاروبار بند ہیں لوگ کوڑی کوڑی کے محتاج ہیں۔ حالات سنبھل نہیں پا رہے لوگوں کی حالت زار ناگفتہ بہ ہیں

بند۸

ہے میری حق سے اب یہ دُعا شام و سحر   ہو آگرے کی خلق پہ پھر میری نظر
سب کھاویں پیویں یاد رکھیں اپنے اپنے گھر   اس ٹوٹے شہر پر بھی اپنی تو فضل کر
کھل جاویں ایک بار تو سب کاروبار بند

نظیر اکبرآبادی نظم کے اس آخری بند میں حسرت و یاس کے عالم میں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میری اب صبح و شام یہی دُعا ہے کہ آگرے کے لوگوں پر اللہ پاک کی نظر کرم پھر سے ہو میں صبح و شام اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کرتا ہوں کہ آگرے کے لوگوں پر رحم کرے انہیں محبت کی نظر سے دیکھے ان کے گھروں میں کھانے پینے کی چیزوں کی بہتات ہو اور سب اپنے گھروں میں خوش و خرم رہیں۔ یہ لوگ اچھا کھائیں اچھا پئیں اور اپنے اپنے گھروں کو یاد رکھیں بھیک مانگنے کے لئے ان کو سوال نہ کرنا پڑے۔ یہ شہر جو اجڑا ہوا ہے جن کے لوگ پریشان ہیں اے اللہ تو ان پر اپنا کرم کر لے اور ان کے بند کاروبار کو دوبارہ کھول لے ان کے کاروبار میں برکت عطا فرمائے اور ان کو حلال رزق کے حصول کا طریقے بھی بتائے تا کہ خوش حال ہو کر زندگی بسر کر سکیں اور تمھاری شکر ادا کر سکے۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

مشقی سوالات

سوال نمبر ۱:۔ اس نظم کا مرکزی خیال اپنے الفاظ میں لکھیں؟

جواب: اس نظم کا مرکزی خیال یہ ہے کہ مرہٹوں اور جاٹوں نے اگرے پر حملے کئے جس سے آگرے کے لوگوں کا کاروبار متاثر ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے ہر بندہ بدحال ہے۔ پورا شہر مصائب اور آفات میں گھیرا ہوا ہے۔ لوگ بے روزگار ہوئے وہ لوگ جو دوسروں کو اُدھار دیا کرتے تھے آج خود اُدھار لینے پر مجبور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اس بدحالی کو خوشحالی میں تبدیل کر کے لوگوں کی مشکل کو آسان بنائیں۔

سوال نمبر ۲:۔ اس نظم میں کن کن پیشوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ان کی وضاحت کریں؟

جواب: اس نظم میں جن جن پیشوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی وضاحت یہ ہے۔

صراف: سونے یا چاندی کا کاروبار کرنے والا

بنیا: آٹا دال بیچنے والا

جوہری: ہیرے جواہر اور قیمتی پتھروں کا کاروبار کرنے والا

ساہوکار: مہاجن: وہ امیر لوگ جو دوسروں کو سود پر قرض دیتے ہیں

بھکاری: بھیک مانگنے والا

دکاندار: دکان لگا کر کسی بھی قسم کا سودا بیچنے والا

سوال نمبر ۳:۔ شہر آشوب کی تعریف کریں۔ کسی اور شاعر کے شہر آشوب کی چند اشعار لکھیں۔

جواب: **شہر آشوب:** شہر آشوب کی لغوی معنی ہے ''شہر کے لیے فتنہ وفساد کرنا'' شعری اصطلاح میں شہر آشوب سے مُراد وہ نظم جس میں کسی شہر کی تباہی و بربادی کا حال بیان کیا گیا ہو یا کسی شہر کی معاشی، اقتصادی، سیاسی اور سماجی بربادی کی حالت بیان کی گئی ہو شہر آشوب کہلاتی ہے۔

یہ شہر وہ ہے کہ سایہ بھی نور تھا اس کا
چراغ اشک تجلائے طور تھا اس کا

ملی ہیں خاک میں شکلیں جو ماہتاب کی تھی
کھنچی ہیں کانٹوں میں، جو پتیاں گلاب کی تھی

نہ پوچھ زندوں سے بیچارے کس چلن سے چلے
قیامت آئی کہ مُردے نکل کفن سے چلے

سوال نمبر ۴:۔ پھر مانگو سے کیا مُراد ہے؟

جواب: اگرے میں سیاسی انقلاب کے نتیجے میں لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم تھا جس سے آگرے کا ہر گھر متاثر ہوا۔ کاروبار زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی تو اس دوران اگر کوئی فقیر بھیک مانگتا تو گھر سے صدا آتی کہ پھر مانگو کیونکہ ہم لوگ بھی اس تباہی و بربادی سے متاثر ہوئے ہیں ہم خوکسمپری اور تنگ دستی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

سوال نمبر ۵:۔ شاعر نے گھر کی مفلسی کا کیا نقشہ کھینچا ہے؟

جواب: شاعر نے گھر کی مفلسی کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے کہ آگرے کی تباہی و بربادی سے ہر گھر متاثر ہوا ہے۔ اس لیئے بیروزگاری نے ہر گھر میں مفلسی دکھائی ہے۔ کسی کا گھر نہیں کسی کے گھر کا چھت نہیں۔ یہاں تک کہ آگرے کے ہر در و دیوار میں مفلسی ایسی چھائی ہوئی ہے۔ جیسے پانی کا بند ٹوٹ جائیں اور پانی کو روکنا مشکل ہو جائیں ایسی اس شہر میں مفلسی چھائی ہوئی ہیں۔

سوال نمبر ۶:۔ ''جیسے کہ چور بیٹھے ہوں قیدی قطار بند'' اس مصرعے میں تشبیہ پائی جاتی ہے۔ تشبیہ کی تعریف کریں اور اشعار میں مثالیں دیں۔

جواب: **تشبیہ:** ۔ جب ایک چیز کو دوسری چیز سے مشترکہ خصوصیات اور خوبیوں کی مانند قرار دیا جائے تو اسے تشبیہ کہتے ہیں۔ یا تشبیہ کے لغوی معنی ''مانند'' اور ''مثل'' کے ہیں معنی ایک چیز کو کسی خوبی یا خامی کی بنا پر دوسری چیز سے مشابہ قرار دینا۔ تشبیہ کہلاتا ہے۔

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی ایک گلاب کی سی ہے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسدؔ
ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں

کھلنا کم کم کلی نہ سیکھا ہے
اُس کی آنکھوں کی نیم خوابی سے

سوال نمبر ۷: یہ نظم کس ہیت میں ہے؟ وضاحت کریں؟

جواب: نظیر اکبر آبادی کی نظم شہر آشوب مخمس ہیئت میں ہے۔ مخمس وہ نظم ہوتی ہے جس کے ہر بند میں پانچ مصرعے ہوتے ہیں۔ اور ہر بند کے پہلے چار مصرعے آپس میں ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں۔ جب کہ ہر بند کا پانچواں مصرعہ آپس میں ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتا ہے۔ یا پھر جُدا جُدا قافیہ اور ردیف رکھتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

میر حسن

پیدائش: ۱۷۲۷ء   وفات: ۱۷۸۶ء

حالات زندگی

نام میر غلام حسن اور حسنؔ تخلص ہے۔ وہ نامور ہجو گو میر ضاحکؔ کے بیٹے، میر خلیق کے والد نامور مشہور مرثیہ نگار میر انیسؔ کے دادا تھے۔ دِلّی کے سید واڑا میں پیدا ہوئے۔ تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ دِلّی کا شہر جو کئی بار اُجڑا، ان کے زمانے میں بھی ویران ہو گیا، تو وہ اپنے والد کے ساتھ فیض آباد چلے گئے جو اس زمانے میں اودھ کا دارالحکومت تھا۔ یہاں وہ نواب سالار جنگ کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ جب نواب آصف الدولہ نے اپنا دارالحکومت فیض آباد سے لکھنؤ منتقل کیا تو یہ بھی لکھنؤ آ گئے۔

اسلوب:

شعر و شاعری کا ملکہ اُن کو ورثے میں ملا۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔ اُن کی شہرت

غزلیات یا قصائد سے نہیں، بلکہ صرف مثنوی ''سحر البیان'' کی وجہ سے ہے۔ ایک روایتی داستان جو دراصل شہزادہ بے نظیر اور شہزادی بدر مُنیر کا افسانۂ عشق ہے لیکن میر حسنؔ نے اپنے اندازِ بیان سے اِسے واقعیت اور حقیقت کا رنگ دے دیا۔ واقعہ نگاری اور منظر کشی کے ساتھ انھوں نے اپنے زمانے کے رسم و رواج اور تمدن کی تصویر کشی بھی کی ہے۔

میر حسنؔ کے کلام میں ان کی یادگار غزلیات و قصائد کا ایک دیوان، مثنویات ایک مجموعہ اور شاعروں کا ایک تذکرہ شامل ہے۔

شہزادے کا چھت پہ سونا اور پری کے ہاتھوں اغواء ہونا

مصنف: میر حسن

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
قضارا	اتفاق سے / قسمت سے / تقدیر	قدیم	پُرانا
شب چاردہ	چودھویں رات کا چاند	سیمیں تنوں	چاندی جیسا
جلوہ	نظارہ	امنگ	جوش / شوق
مہ	چاند	شبنم	رات کی نمی / اوس
سرور	خوشی	صفا	صاف ستھرا
عجب	عجیب	غلاف	چادر
عالم	حالت	دھرے	رکھے ہوئے
نور	روشنی	مخمل	ملائم کپڑا
ظہور	ظاہر ہونا	نیند	خواب
لطف	مزہ	رخسار	گال

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

مہتاب	چاند	ماند	مدہم پڑنا
بے قرار	بے چین	مکھڑے	چہرے
ترنگ	جوش وجذبہ	حسن	خوبصورت
کوٹھے	کمرے کی چھت	جوت	نور/روشنی
بچھے	بچھائے	سوت	سرچشمہ/زمین سے پانی نکلنے کی جگہ
پلنگ	چارپائی/بیڈ	آن	شان
شاہ	بادشاہ	پاسبان	خیال رکھنے والا/دیکھ بال کرنے والا
خلل	خرابی/رکاوٹ	نگاہ	نظر
وہم	خیال/گمان	ہالہ	گھیرا/چاند کے گرد دائرہ
ماضی	گزرہوازمانہ	ڈھنگ	انداز
سخن	شعر/بات/قول	چوکی	پہرہ/تھانہ
مولوی *	مولانا روم	باری دار	ایک ایک کی باری
سچ	حقیقت	فقط	صرف
جاگتا	بیدار	نثار	قربان
منور	روشنی/روشن	مئے	شراب
سوجھی	خیال	دلربا	محبوبہ
پست	کم تر	بلند	اونچا
پرستان	پریوں کا وطن/مسکن	جی	دل
احمق	بے وقوف/نادان/نا سمجھ	بدرمنیر	روشن
آن کی آن	فوراً	جڑاؤ	ہیرے جواہیرات والا

(خلاصہ)

اُردو ادب کے دو شاہکار مثنویوں میں ایک مثنوی ''سحرالبیان'' ہے۔ جس کا شاعر میر حسن ہے۔ شامل نصاب نظم ''شہزادے کا چھت پر سونا اور پری کے ہاتھوں اغواء ہونا'' مثنوی سحرالبیان کا ایک حصہ ہے۔

سحرالبیان میں میر حسن نے ایک شہزادے کی کہانی بیان کی ہے۔ کہانی کچھ یوں ہیں کہ ایک بادشاہ کا بیٹا نہیں تھا۔ آخر کار لاکھوں منتوں، دعاؤں اور صدقات کے بعد اُن کے ہاں ایک پھول جیسا خوبصورت بیٹا پیدا ہوتا ہے لیکن اُس وقت کے نجومیوں نے یہ پیشن گوئی دی کہ شہزادے کو کچھ مدّت کیلئے کھلے آسمان تلے نہ سُلایا جائے شہزادے کی زندگی کو خطرہ ہے۔ وقت اپنی رفتار سے گزرتا گیا اور نجومیوں کا بتایا ہوا عرصہ گزر گیا۔ لیکن بدقسمتی سے ان سالوں کی گنتی میں غلطی ہوئی تھی۔ بادشاہ اور اس کے کارندوں نے سکھ کا سانس لیا کہ خطرہ ٹل گیا ہے۔ اب شہزادہ محل سے نکل کر کھلی فضا میں چہل قدمی کر سکتا ہے۔

ایک رات چاند اپنی جوبن میں تھا ہر طرف عجیب قسم کا نور پھیلا تھا۔ ہر طرف چاندنی کی بہار تھی۔ شہزادے کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کیوں نہ آج رات محل کے چھت پر گزاری جائیں۔ شہزادے کی خواہش کی تعمیل ہوئی لہٰذا اُن کے لئے چھت پر سونے کا انتظام کیا۔ پلنگ بچھا کر اس پر مخملی چادر بچھادی گئی اور شہزادہ اُس پر لیٹ گیا۔ اُس کے حُسن و جمال کے جلوے ہر طرف پھیل گئے۔ شہزادے کی نگرانی پر کئی لوگ مامور تھے۔ لیکن بدقسمتی سے وہ رات قضارا تھی اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک ایسی ٹھنڈی ہوا چلی۔ کہ نگرانی پر مامور سب لوگوں کو نیند آئی۔

اُس رات تخت پر ایک پری اپنی سہیلیوں کے ساتھ وہاں سے گزر رہی تھی کہ اچانک اُن کی نظر شہزادے پر پڑی۔ اور اُن کی خوبصورتی پر فدا ہوئی۔ وہ تخت نیچے اُتار کر موقعے کو ضائع کئے بغیر شہزادے کو پلنگ سمیت اُٹھا کر پرستان لے گئی یہ خبر محل میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ شہزادے کو غیر مرئی مخلوق پرستان لے گئی ہے۔ سب حیران و پریشان تھے۔ ہر کوئی بے بس تھا۔ تقدیر کے آگے تدبیر کی نہیں چلتی۔ شہزادے کے ساتھ جو ہوا وہ اس کے تقدیر میں تھا۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

اشعار کی تشریح

۱) قضارا وہ شب تھی شب چاردہ
پڑا جلوہ لیتا تھا ہر طرف مہ

میر حسن مثنوی سحر البیان میں شہزادہ بے نظیر کے اغواء کا واقعہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ تقدیر کے لکھے ہوئے کو کون ٹال سکتا ہے۔ تقدیر کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اس رات جب شہزادہ چھت پر سویا اس رات چاند پوری آب و تاب کیساتھ چمک رہا تھا چاند کی روشنی ہر سمت پھیلی ہوئی تھی۔

۲) نظارے سے تھا اس کے دل کو سرور
عجب عالم نور کا تھا ظہور

رات کا منظر اتنا دلفریب تھا کہ شہزادہ اس منظر میں کھو سا گیا۔ نور کا ایسا عجیب سماں تھا کہ کوئی دیکھے تو دنگ رہ جائے۔ چودھویں کا چاند اس کے دل کو خوش کر رہا تھا۔ رات کے اس خوبصورت نظارے سے دل کو تسلی و تشفی ملتی۔ اس رنگ و نور نے پورے عالم کو روشن کر دیا تھا۔

۳) عجب لطف تھا سیر مہتاب کا
کہے تو کہ دریا تھا مہتاب کا

چاند کا حسن لاجواب تھا اس کو دیکھنے کا لطف ہی کچھ اور تھا۔ چاند کی چاندنی نے رات کی خوبصورتی میں بے پناہ اضافہ کر دیا تھا۔ چاند روشنی کا دریا بن گیا اور اس کی روشنی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ تاریک رات کو چاند کی روشنی نے منور کر رکھا تھا۔ ہر سمت روشنی ہی روشنی تھی۔

۴) ہوا شاہ زادے کا دل بے قرار
یہ دیکھی جو واں چاندنی کی بہار

میر حسن نے مثنوی سحر البیان میں نہایت ہی خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے کہ جب شہزادے نے وہاں چاندنی کی بہار دیکھی تو ان کا دل بے قرار اور بے چین ہو گیا۔ شہزادے نے جب ہر طرف چاند کی مسحور کن روشنی کے نظارے دیکھے تو اس کا دل بے چین و بے قرار ہو گیا۔ چاند کا حسن

اُسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ کیونکہ شہزادہ ان نظاروں سے تا دیر یہ لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔

۵) کچھ آئی جو اس مہ کے دل میں ترنگ
کہا آج کوٹھے پہ بچھے پلنگ

اس چاند جیسے خوبصورت چہرے والے شہزادے کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوئی۔ دل میں جذبات کا سمندر موجزن ہونے لگا۔ اس نے اپنی خواہش کا اظہار بادشاہ سے کیا کہ آج میرے سونے کا بندوبست مکان کی چھت پہ کیا جائے۔ میرا پلنگ کوٹھے کی چھت پہ بچھایا جائے۔ تاکہ ان نظاروں سے خوب لطف اندوز ہو سکوں اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ بستر چھت پر لگا دیا جائے۔ کیونکہ آج رات وہ کھلے آسمان کا نظارہ کرنا چاہتا ہوں۔

۶) کہا شہ نے اب تو گئے دن نکل
اگر یوں ہے مرضی تو کیا ہے خلل

شہزادے کی کوٹھے پر پلنگ بچھانے کی فرمائش پر بادشاہ نے سوچا کہ نجومیوں نے جو کھلے آسمان تلے سونے سے منع کیا تھا۔ وہ وقت تو بیت چکا ہے خطرے کے دن گزر چکے ہیں۔ جس خطرے کی پیشن گوئی نجومیوں نے کی تھی۔ یعنی جب شہزادے کی ولادت ہوئی تھی تو نجومیوں نے بتایا تھا کہ ۱۲ سال تک شہزادے کو گھر میں بند رکھا جائے کیونکہ ان کیساتھ کسی بھی وقت کوئی حادثہ ہو سکتا ہے۔ بادشاہ کے حساب کے مطابق ۱۲ سال پورے ہو چکے ہیں۔ اگر شہزادے کی مرضی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں آج وہ چھت پر سو سکتا ہے اس پر کوئی پابندی نہیں۔

۷) قضارا وہ دن تھا اُسی سال کا
غلط وہم ماضی میں تھا حال کا

تقدیر کا لکھا دیکھئے کہ نحوست کا سال ابھی ختم نہیں ہوا تھا وہ دن اسی سال کا آخری دن تھا بادشاہ سے حساب لگانے میں غلطی ہوئی تھی بدقسمتی نے شہزادے کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ بادشاہ سمجھ گیا تھا کہ بارہ سال بیت چکے ہیں لیکن معاملہ اس کے برعکس تھا۔ وہ دن اسی منحوسہ سال کا آخری دن تھا۔ وہ

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

رات خطرے کی رات تھی۔ یہ سب کچھ غلط فہمی میں ہوا۔

۸) سخن مولوی کا یہ سچ ہے قدیم
کہ آگے قضا کے ہو احمق حکیم

اس شعر میں مولوی سے مراد مولانا روم ہیں۔ ان کے اقوال بہت زیادہ مشہور ہیں۔ یہاں میر حسن نے مثنوی میں مولانا روم کے ایک مصرعے کا حوالہ دیا ہے جسمیں وہ فرماتے ہیں'' چوں قضا آید طبیب ابلید شود'' اس کا مطلب ہے۔ کہ جب بدقسمتی اور بدنصیبی آتی ہے تو اچھے اچھے عقل منداور دانا لوگ بے وقوف بن جاتے ہیں۔ موت کے سامنے بڑی حکمت وتدبیر بھی ناکام ہو جاتی ہے۔ قسمت کے آگے عقل والے احمق بن کر رہ جاتے ہیں۔ تقدیر کے آگے کسی کی نہیں چلتی۔

۹) وہ سونے کا جو تھا جڑاؤ پلنگ
کہ سیمیں تنوں کو ہو جس جس پہ امنگ

اس شعر میں میر حسن خوبصورت انداز میں رقمطراز ہیں کہ وہ پلنگ جو شہزادہ بے نظیر کیلئے تیار کیا گیا تھا وہ قیمتی پتھروں اور ہیرے جواہرات سے مذین تھا۔ یہ خوبصورت پلنگ سونے کا تیار کردہ تھا قیمتی ہیرے اور جواہرات اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہی تھی۔ اس پلنگ کی خوبصورتی کا عالم یہ تھا کہ چاندی جیسے جسم رکھنے والے خوبصورت لوگوں کے دلوں میں محبت کی امنگ پیدا ہو جاتی تھی۔

۱۰) کھنچی چادر ایک اس پہ شبنم کی صاف
کہ ہو چاندنی جس صفا کی غلاف

اس پلنگ پر ایک انتہائی خوبصورت نازک چادر بچھائی گئی تھی۔ اس چادر کی سفیدی وصفائی اور چمک دمک اتنی زیادہ تھی کہ چاند کی روشنی اس پہ پڑتی تو اس کی روشنی میں مزید اضافہ ہوتا۔ اس کی سفیدی کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا تھا کہ جیسے چاند کی چاندنی کا غلاف چڑھا دیا گیا ہو۔ چادر کی سفیدی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

۱۱) دھرے اس پہ تکیے کئی نرم نرم
کہ مخمل کو ہو جس کے دیکھے سے شرم

شہزادے کے پلنگ پہ کئی نرم نرم تکیے رکھ دیے گئے تھے کہ مخمل کا قیمتی کپڑا بھی دیکھ کر شرما جائے۔ شہزادے کے بستر پر نرم نرم خوبصورت تکیے انتہائی نفاست سے رکھے گئے تھے۔ مخمل کا کپڑا ان تکیوں کی نرمی کو دیکھ شرما جاتا ان کو اپنا مقام ومرتبہ بہت پست معلوم ہو رہا تھا۔

۱۲) کبھی نیند میں جب کہ ہوتا تھا وہ
تو رخسار رکھ کر اُس پہ سوتا تھا وہ

جب شہزادے کو نیند آتی تھی تو وہ اپنا چہرہ ان تکیوں پر رکھ دیتا علاوہ ازیں جب بھی شہزادہ عالم خواب میں ہوتا تو ان نرم و ملائم تکیوں پر اپنا نرم و نازک گال رکھ کر خوب مزے کی نیند سوتے اور خواب خرگوش کے مزے لوٹتا۔

۱۳) چھپائے سے ہوتا نہ حسن اُس کا ماند
کہے تو لگائے تھے مکھڑے کو چاند

شاعر کہانی کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتا ہے کہ شہزادہ بے نظیر اتنا حسین وجمیل تھا کہ اس کا حسن تکیے میں منہ چھپانے سے بھی کم نہیں ہوتا تھا یوں لگتا تھا جیسے اس کے حسین وجمیل چہرے پہ کئی چاند چمک رہے ہو۔ شہزادے کا حسن چھپانے سے نہ چھپتا اور اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ شہزادہ بھی خوبصورت پلنگ بھی خوبصورت دونوں کی خوبصورتی سونے پہ سہاگہ تھی۔

۱۴) ہوئی دونوں کے حسن کی ایک جوت
کہ جیسے ہوں دو چشمے کی ایک سوت

چاند اور شہزادے کے حسن ایک دوسرے سے اس طرح بندھے ہوئے تھے جیسے کہ دو چشمے ایک ہی دھار بن کر بہہ نکلے ہو۔ دونوں کے ملاپ سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حسن کے دولازوال چشمے بہہ رہے ہو۔ دونوں کا منبع حسن تھا۔

۱۵) وہ سویا جو اس آن سے بے نظیر
رہا پاسبان اُس کا بدرِ منیر

میر حسن بڑی چابکدستی کیساتھ شہزادے کے سونے کے منظر کو پیش کرتے ہیں۔ شہزادے بے نظیر بڑی شان سے سو گیا چودھویں کا چاند پہرہ دینے کیلئے تیار ہوا۔ شہزادہ بے نظری دنیا و مافیا سے بے خبر اس پلنگ پر سو رہا تھا اس کے چاروں طرف چاند کی چاندنی بکھری ہوئی تھی۔ شہزادہ بے نظر جب اس انداز سے سویا تو بدر منر اس پر پہرہ دے رہی تھی اس کی نگرانی کر رہی تھی۔ آج چاند شہزادہ بے نظیر کی خدمت پر معمور ہے۔

۱۶) ہو اس کے سونے پہ عاشق جو ماہ

لگا دی ادھر اس نے اپنی نگاہ

آگے کا حصہ بیان کرتے ہوئے میر حسن فرماتے ہیں کہ شہزادے کا سونے کا انداز اتنا پیارا تھا کہ چاند اس پر فریفتہ ہو گیا۔ چنانچہ اس نے اپنی نظر اس پر جمائے رکھی۔ چاند کی روشنی شہزادے کے حسین و جمیل چہرے پر پڑ رہی تھی۔ جب چاند اس کے سونے کے انداز پر عاشق ہوا تو اس نے اپنی نگاہیں شہزادے پر مرکوز رکھی۔ کیونکہ چاند کو بھی شہزادے کی طلب تھی وہ مسلسل شہزادے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پل بھر کے لیے اُسے بھی چین نہ تھا۔

۱۷) وہ مہ اُس کے کوٹھے کا ہالہ ہوا

غرض واں کا عالم دوبالا ہوا

میر حسن کہانی کو بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس کوٹھے پر شہزادہ بے نظیر سو رہا تھی چاند نے اس کے گرد روشنی کا ایک گھیرا بنا لیا اور شہزادے کو اپنے گھیرے میں لے لیا جس کی وجہ سے شہزادے کی خوبصورتی دو چند ہو گئی تھی ہر عاشق اپنے معشوق کی حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح چاند نے بھی اپنا فرض ادا کیا۔ چاند کے اس عمل سے وہاں کا منظر اور بھی حسین ہو گیا۔

۱۸) وہ پھولوں کی خوشبو وہ ستھرا پلنگ

جوانی کی نینداور وہ سونے کا ڈھنگ

شاعر فرماتے ہیں کہ شہزادے کی نیند کو پرسکون بنانے کیلئے گلاب کی پتیوں کا سہارا لیا گیا تھا۔ پھولوں کی خوشبو ہر سوں پھیلی ہوئی تھی۔ صاف ستھرا بے داغ پلنگ پر سوئے ہوئے خوبصورت شہزادے کی جوانی کی نینداور پھر سونے کا خوبصورت انداز دل موہ لینے والا تھا۔

۱۹) جہاں تک کہ چوکی کے تھے باری داری

ہوا جو چلی سو گئے ایک بار

شاعر رقمطراز ہیں کہ جب تازہ اور ٹھنڈی ہوا چل پڑی تو چوکی کے تمام چوکیدار سو گئے۔ کیونکہ ماحول بڑا پرسکون تھا بادشاہ نے شہزادے کی حفاظت پر معمور پہرہ داروں کو سختی سے حکم دیا تھا کہ وہ سخت پہرہ کرینگے لیکن اس پرسکون ماحول میں ان کو بھی نیند آ گئی اور وہ بھی سو گئے شہزادے کے محافظ ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکوں کی وجہ سے بےفکر ہو کر خواب خرگوش کی نیند سو گئے۔

۲۰) غرض سب کو وہاں عالم خواب تھا

فقط جاگتا ایک مہتاب تھا۔

میر حسن فرماتے ہیں کہ سارا ماحول مدہوش تھا مختصر یہ کہ وہاں سب کے سب نیند کی حالت میں تھے۔ ہر سمت نیند نے اپنے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ شہزادے کے آس پاس جتنے بھی لوگ موجود تھے سب کے سب گہری نیند سو گئے۔ چاند کی چاندنی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے ماحول کو مدہوش کر رہی تھی۔ صرف و صرف چودھویں کا چاند بیدار تھا وہ جاگ رہا تھا اور روشنی کی کرنیں ہر سمت بکھیر رہا تھا۔

۲۱) قضارا ہوا اک پری کا گزر

پڑی شاہزادے پر اس کی نظر

میر حسن کہانی کو پرلطف بنانے کیلئے آگے فرماتے ہیں کہ اتفاق سے ایک پری اُدھر سے گزر رہی تھی اس کی نظر شہزادے پر پڑی جو محو خواب تھا۔ وہ پرسکون نیند کے مزے لوٹ رہا تھا پری نے شہزادے کو دیکھ لیا جو نہایت خوبصورت انداز میں پلنگ پر لیٹا ہوا ہے شہزادے کے اس انداز نے پری کو اپنی جانب مائل کیا۔

۲۲) ہوئی حسن پر اُس کے جی سے نثار

وہ تخت اپنا لائی ہوا سے اتار

شاعر فرماتے ہیں کہ وہ پری شہزادے کے حسن کی تاب نہ لا سکی وہ اسی لمحے اس پر دل و جان سے عاشق ہو گئی۔ یعنی پری اس کی محبت میں گرفتار ہو گئی۔ اپنی چاہت کی تکمیل کیلئے وہ جس تخت پر بیٹھی سفر کر رہی تھی وہ نیچے اُتارنے لگی کیونکہ وہ شہزادے کو قریب سے دیکھنا چاہتی تھی لہٰذا اپنا تخت نیچے لے آئی۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

۲۳) جو دیکھا تو عالم عجب ہے یہاں

منور ہے سارا زمین آسمان

جب پری اتری تو اس کی حیرت کی انتہا نہ تھی کیونکہ اس سے قبل اس نے اس قدر حسن اور نور نہیں دیکھا تھا۔ آج تو زمین سے لے کر آسمان تک پوری فضا منور و معطر ہے۔ ہر طرف حسن ہی حسن اور روشنی ہی روشنی ہے۔ عجیب و غریب منظر کو دیکھ کر پری بھی حیران تھی۔ سارا ماحول چاند کی روشنی میں ڈوبا ہوا تھا اور شہزادہ بے فکری کی نیند سو رہا تھا۔ شہزادہ کسی بھی چیز سے باخبر نہیں تھا۔

۲۴) مئے عشق میں پھر یہ سوجھی ترنگ

کہ لے چلے اس کا امانت پلنگ

میر حسن کہانی کو مزید دل چسپ بنانے کیلئے رقمطراز ہیں کہ پری دل و جان سے شہزادے کے حسن پر نثار ہو گئی اور عشق کی مستی میں اس نے سوچا کہ اب شہزادے سے جدائی کسی بھی صورت گوارا نہیں۔ پری کو عشق کا نشہ چڑھ گیا تھا اس سرور کے عالم میں اس کو خیال آیا کہ کیوں نہ شہزادے کو پلنگ سمیٹ اٹھالیا جائے۔ تا کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ان کے پاس رہے۔ شہزادے کو حاصل کرنے کیلئے پری نے یہ سب کچھ کیا۔

۲۵) محبت کی آئی جو دل میں ہوا

وہاں سے اُسے لے اُڑی دل رُبا

شاعر محبت کی اس انتہا و نہایت خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہیں۔ جو پری کے دل میں پیدا ہوئی۔ پری کے دل میں شہزادے کیلئے محبت کے جذبات واحسات پیدا ہوئے۔ پری محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر رہ گئی اسی وجہ سے اس نے شہزادے کو پلنگ سمت پرستان لے گئی۔

۲۶) غرض لے گئی آن کی آن میں

اڑا کر وہ اس کو پرستان میں

پری دل کے ہاتھوں مجبور تھی وہ شہزادے پر مر مٹنے کیلئے تیار تھی وہ کسی بھی حال میں شہزادے کو گنوانا نہیں چاہتی تھی۔ اسی سوچ نے چند لمحوں میں شہزادے کو پلنگ سمت پرستان لے گئی کیونکہ وہ اسے اپنا دل دے چکی تھی۔

۲۷) کبھی دل رہے خوش کبھی دردمند

زمانے کی جیسے ہے پست و بلند

میر حسن مثنوی کا اختتام انتہائی خوبصورت انداز میں کرتے ہیں کہ دنیا کا دستور بھی کیا عجب ہے کبھی انسان خوش ہوتا ہے اور کبھی غموں کی اتھا گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے۔ شاعر اس شعر میں زندگی کا فلسفہ بیان کرتے ہیں کہ دنیا کا نظام پستی اور بلندی پر قائم ہے کبھی خوش کبھی غم، کبھی اچھا کبھی بُرا کبھی دکھ تو کبھی سکھ یہ سب تو نظام ہستی کا حصہ ہے۔ پری کے دل کی کیفیت بھی کچھ اسی طرح تھی۔ کبھی وہ خوش ہوتی تو کبھی اُداس ہوتی۔

مشقی سوالات

سوال نمبر۱: چاندنی رات کا منظر اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب: شاعر نے بڑے دلفریب انداز میں چاندنی رات کے منظر کو بیان کیا۔ چودھویں رات کا پورا چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ چاند کے اس منظر میں ایک عجیب سی کشش تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پوری دنیا نور سے منور ہے۔ چاند کی روشنی میں ایک عجب جوش تھا۔ دنیا نور میں ڈوبی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ چاند کی چاندی انسانی جذبات کو ابھارتی ہے۔

سوال نمبر۲: مصرعے کی وضاحت کریں۔ ''کہ آگے قضا ہوا احمق حکیم''۔

جواب: یہ مصرع مولانا روم کے مشہور شعر کا ہے۔

مصرع کچھ یوں ہے

''چون قضا آید طبیب ابلید شود''

تقدیر کے آگے تدبیر کی نہیں چلتی انسان کی تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوا ہوتا ہے وہ ضرور ظہور پزیر ہوتا ہے۔ جب تقدیر کا لکھا پیش آتا ہے۔ تو حکیم احمق بن جاتا ہے۔ انسان کی تقدیر میں جو ہو وہ اسے ضوور ملتا ہے۔ تقدیر کے سامنے سارے بے بس ہے۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

سوال نمبر۳: مثنوی کی تعریف کریں۔

جواب: مثنوی کی لغوی معنی دو'' ۲''یعنی ایک ایسا صنف سخن جس کا ہر شعر غزل کے پہلے شعر کی طرح دو مصرعوں کی صورت میں ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتا ہے اور ایک ہی بحر میں لکھی جاتی ہے۔ مثنوی ایک مسلسل واقعہ، داستان یا حکیمانا بات کو بیان کرنے کیلئے موزوں صنف سخن ہے۔ اس میں لمبے لمبے قصے بیان کئے جاتے ہیں۔ نثر میں جو کام داستان سے لیا جاتا ہے شاعری میں وہی کام مثنوی سے لیا جاتا ہے۔ اُردو ادب کی بہترین مثنویاں میر حسن کی مثنوی سحر البیان اور دیا نسیم شنکر کی گلزار نسیم ہیں۔

سوال نمبر۴: درج ذیل الفاظ و محاورات کو جملوں میں استعمال کریں۔

الفاظ و محاورات	جملوں میں استعمال
شب چاردہ	شب چاردہ میں چاند اپنی روشنی ہر سمت بکھیرتا ہے۔
دن نکل گئے	وہ دن نکل گئے ہیں جب سائنس نے ترقی نہیں کی تھی۔
قضارا	قضارا ندیر کا تمام کاروبار ختم ہوگیا۔
عالم خواب	عالم خواب میں انسان دُنیا و مافیا سے بے خبر رہتا ہے۔
پست و بلند	ہر ایک شخص کی زندگی میں پست و بلند آتے رہتے ہیں۔
خلل	اچھے کام میں خلل نہیں ڈالنا چاہئے۔
دوبالا	زندگی کا مزہ اس وقت دوبالا ہوتا ہے جب انسان کامیاب ہوتا ہے۔

سوال نمبر۵: اس نظم میں سے کوئی سے پانچ اشعار لکھیں جن میں تشبیہ استعمال ہوتی ہو۔

۱) چھپائے سے ہوتا نہ حسن اس کا ماند
دیئے تھے لگا اس کے مکھڑے کو چاند

۲) کھینچی چادر اک اس پہ شبنم کی صاف
کہ ہو چاندنی جس صفا کی غلاف

۳) عجب لطف تھا میر مہتاب کا
کہے تو کہ دریا تھا مہتاب کا

۴) وہ سویا جو اس شان سے بے نظیر
رہا پاسبان اس کا بدرِ مُنیر

۵) وہ مہ اسی کے کوٹھے کا ہالہ ہوا
غرض واں کا عالم دو بالا ہوا

سوال نمبر۶: کبھی دل رہے خوش کبھی دردمند
زمانے کی ہے جیسے پست و بلند

اس شعر میں پست و بلند متضاد الفاظ ہیں۔ اس طرح کے متضاد الفاظ سے کلام میں اثر اور معنی آفرینی پیدا ہوتی ہے۔ اس صنعت کا تضاد کہتے ہیں۔ آپ ایسے تین اشعار لکھیں۔ جن میں صنعت تضاد پائی جاتی ہو۔

جواب: صنعت تضاد کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱) وقت طلوع دیکھا وقت غروب دیکھا
اب فکر آخرت ہے دنیا کو خوب دیکھا

۲) آتے ہوئے آذاں ہوئی جاتے ہوئے نماز
اتنے قلیل عرصے میں آئے چلے گئے

۳) صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

سوال نمبر۷: غرض لے گئی آن کی آن میں
اڑا کر وہ اس کو پرستان میں

یہاں پرستان سے مراد پورا پرستان نہیں بلکہ پرستان کا کوئی حصہ، جہاں پری کا گھر ہے علم بیان کی رو سے یہ مجاز مرسل کی قسم کُل بول کر جز مراد لینا ہے۔ آپ مجاز مرسل کی تعریف کریں اور مزید اقسام

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

اور مثالیں لکھیں۔

جواب: مجازِ مرسل:۔

جب کسی لفظ کو مجازی معنوں میں اس طرح استعمال کریں کہ اس کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کے سوا کوئی اور تعلق پایا جائے تو اسے مجازِ مرسل کہتے ہیں۔ یہ تعلق یا ؛ تے کئی طرح کے ہو سکتے ہیں۔

مثلاً:۔ شاجہان نے تاج محل بنایا

وضاحت: شاجہان تعمیر کا سبب تھا۔ ورنہ عمارت معماروں اور مزدوروں نے بنائی تھی۔

میں پشاور یونیورسٹی میں پڑھتا ہوں۔

وضاحت: پورے پشاور یونیورسٹی میں نہیں بلکہ کسی ایک ڈیپارٹمنٹ میں زیرِ تعلیم ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

میر ببر علی انیسؔ

پیدائش: ۱۸۰۰ء وفات: ۱۸۷۴ء

حالاتِ زندگی:

میر ببر علی انیس میر خلیق کے فرزند اور میر حسن کے پوتے تھے۔ خاندانی روایات کے مطابق انھیں گھر پر ہی تعلیم دی جاتی رہی۔ گھر کے باہر اُن کے پہلے استاد میر نجف علی فیض آبادی تھے۔ زمانہ طالب علمی میں انیسؔ کو معقولات اور لسانی مسائل سے بڑی دلچسپی تھی۔ ان کے ذاتی کتب خانے میں لگ بھگ دو ہزار کے قریب نسخے تھے۔ زمانے کے رواج کے مطابق انھوں نے شہ سواری اور شمشیر زنی بھی سیکھی۔ بعد میں فوجی تربیت بھی حاصل کی۔ ہمیشہ چاق و چوبند رہا کرتے تھے طبعاً خوش مزاج اور حاضر جواب تھے۔

اسلوب:

انیس نے شاعری کا آغاز غزل سے کیا لیکن ان کی شہرت کا مدار مرثیہ نگاری پر ہے۔ ان کے زمانے میں مرثیہ خوانی کے لئے تحت اللفظ اور سوز کا انداز اپنایا جاتا تھا۔ انیس نے دونوں طرح

پر پڑھنے کے لئے مرثیے لکھے اور کامیاب رہے۔ اُن کا اسلوب سادہ، رواں اور آسان ہے انسانی جذبات کا بیان انھوں نے جس طرح کیا ہے شاید ہی کوئی کر سکے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ان کے مرثیوں کی تعداد دو ہزار کے قریب ہے۔

میر انیس کے مرثیے پانچ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اُنھوں نے مرثیوں کے علاوہ سلام اور رباعیات بھی کہی ہیں۔ ان رباعیات میں بھی ان کا رنگ صوفیانہ ہے۔ مگر اُن کا کمال مرثیے کے فن میں زیادہ کھل کر سامنے آتا ہے۔

مجموعہ کلام: کلیاتِ میر انیس

درمراد (مرثیہ)

میر انیس

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
کربلا	عراق کا شہر جہاں امام حسینؑ شہید ہوئے	پیادہ پا	پیدل
دشت	صحرا	شگفتہ ہونا	خوش ہونا
خلد بریں	بہشت، جنت	اشک	آنسو
فلک	آسمان/چرخ	ارجمند	نیک بخت
اوج	بلندی/اونچائی	ترائی	گیلا پن
خورشید	سورج/شمس/آفتاب	غضب	شاندار
فروغ	ترقی	رب	مالک/خالق/پالنے والا
نیّر	سورج	یاس	مایوس

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

حباب	بُلبلا	کوچ	سفر/روانگی
فرس	گھوڑا	حشر تک	قیامت تک
کردگار	اللہ تعالیٰ	داخلہ	داخل ہونا
رہوار	گھوڑا	محو	ڈوبا ہوا
سعادت	خوش نصیبی	کوہ	پہاڑ
تلک	تک	دست	ہاتھ
مشہد	شہادت کی جگہ	موافق	مطابق
مقتل	قتل گاہ	توشہ	وہ کھانا جو مسافر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں
بار	وزن/بوجھ	خوش کار	نیک طبعت
خیام	خیمہ	باغ باغ ہونا	خوش ہونا
یاں	یہاں	کرم	مہربانی
آبِ خضر	آبِ حیات	موج	لہر
بےقرار	بےچین	کارساز	کام بنانے والا

(خلاصہ)

میر انیس کا شمار اُردو ادب میں ایک اعلیٰ مرثیہ گو میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنا قلم اپنی زندگی اور اپنا وقت مرثیہ گوئی کے لئے وقف کی تھی۔

''درِ مُراد'' بھی اُن کے شاہکار مرثیوں میں سے ایک ہے اس مرثیہ میں حضرت امام حسینؓ کی کربلا کی سرزمین پر قدم رکھنے کا ذکر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؓ کربلا میں داخل ہوئے۔ تو وہ زمین جو ہر طرف سے ویران تھی۔ ایک صحرا تھا۔ آپ کی آمد سے جنت بن

گئی اور آسمان نے بھی اپکی تعظیم میں سر جھکایا اور سورج نے حضرت امام حسینؓ کا حُسن دیکھ کر حیران رہ گیا۔ آپؑ کی آمد سے ریگستان ونخلستان کا حسن بڑھ گیا امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کی آمد سے اس علاقے میں پھولوں کی خوشبوں پھیل گئی۔ حضرت امام حسینؓ نے اپنا گھوڑا روکا اور فرمانے لگے کہ یہ وہ زمین تھی جس کے لیے میرا دل بےچین تھا۔ یہی وہ زمین ہے جس کو ہم نے بہت تلاش کیا۔ اور یہی ہماری درِ مراد ہے۔ حضرت امام حسینؓ اپنے ساتھیوں سے فرماتے ہیں کہ گھوڑوں سے اُتروں کیونکہ ہم منزل مقصود کو پہنچ گئے ہیں۔ اپنے گھوڑوں اور اُونٹوں سے سامانِ اُتار کر یہاں پر خیمے لگاؤ کیونکہ ہم یہاں سے کہیں اور نہیں جائیں گے یہ باتیں کہنے کے بعد حضرت امام حسینؓ اُتر گیا اور اُن کے تمام ساتھی بھی گھوڑوں سے اتر گئے۔ حضرت امام حسینؓ نے اپنے ساتھیوں سے مسکرا کر کہا کہ دیکھوں نہ کتنی عمدہ جگہ ہے۔ نہر بھی ہے اور کتنی پیاری فضا بھی حضرت علی اکبرؑ صحرا کو دیکھ کر خوش ہو گئے اور حضرت عباسؑ بھی مسرت سے جومنے لگے امام حسینؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اپنے ساتھیوں سے بولے کہ شاید آپ سب کو یہ مقام بہت پسند آ گیا ہے؟ جواب میں ساتھیوں نے عرض کیا کہ اے پیارے بادشاہ یہاں تو ہماری آنکھیں خود بخود بند ہو رہی ہے اگر اللہ نے چاہا تو سارے بہادر اسی جگہ قیام فرمائیں گے۔ کیونکہ اس جگہ میں ترائی بہت ہے اور ترائی ہی شیروں کا اصل گھر ہوتا ہے۔

اشعار کی تشریح

بند نمبر ۱

جب کربلا میں داخلہ شاہ دیں ہوا — دشت بلا نمونہ خُلد بریں ہوا
سر جھک گیا فلک کا یہ اوج زمین ہوا — خورشید محو حسن حسینؓ حسین ہوا
پایا فروغ نیر دیں کے ظہور سے
جنگل کو چاند لگ گئے چہرے کے نور سے

تشریح:۔ اس بند میں میر انیس نے نہایت ہی خوبصورت انداز میں حضرت امام حسینؓ کے کربلا کے میدان میں آمد کا منظر بیان کیا ہے۔ حضرت امام حسینؓ ۲ محرم ۶۱ ہجری کو کربلا کے میدان میں

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

داخل ہوئے۔ کربلا کا میدان دریائے فرات کے کنارے واقع ہے۔ حضرت امام حسینؑ کی آمد سے کربلا کا صحرا جنت کا نمونہ بن گیا آسمان نے بھی حضرت امام حسینؑ اور اہل بیت کے احترام میں سر جھکا دیا اس طرح زمین کا مرتبہ بلند ہوگیا۔ آپ کے مبارک قدموں نے اس زمین کو عزت بخشی۔ اس زمین کا رقبہ جنت کے برابر ہوگیا۔ سورج بھی امام حسین کے حسن کو دیکھ کر دنگ رہ گیا آسمان نے آپکو سلامی پیش کی۔ سورج نے ایسا حسن کبھی نہیں دیکھا تھا۔ حضرت امام حسینؑ کے چہرے کے نور نے صحرا کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیئے۔ آپ کے حسن کا چمک دمک نے اس اس ویرانے کو خوبصورتی بخشی آپ کے چہرے کے نور سے جنگل جگمگا اُٹھا۔

خوشبو سے اُن گلوں کی ہوا دشت باغ باغ   غنچے کھلے ہرے ہوئے بلبل کے دل کے داغ
پہنچا سرِ فلک یہ ہر اک کوہ کا دماغ   دریا نے بھی حبابوں کے روشن کیئے چراغ
خورشید بن گئے طبق ارض پاک کے
تاروں کو گرد کر دیا ذروں نے خاک کے

تشریح:۔ حضرت امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کی آمد پر قدرت نے وہاں بہار کے موسم کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ حضرت امام حسینؑ اور ان کے ساتھی جو پھولوں کی طرح حسین تھے ان بزرگ ہستیوں کی برکت سے اور ان کی آمد کی خوشی میں کربلا کا میدان خوشی سے باغ باغ ہوگیا۔ ہر طرف بہار چھا گئی تازہ ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں۔ غنچے کھلنے لگے سبزہ دار لہرانے لگا اور بلبل نے خوشی کے گیت گانے شروع کر دیئے۔ ہر ایک پہاڑ کا دماغ آسمان کی انتہائی بلندی تک پہنچ گیا۔ دریا میں جو حباب (بُلبلے) تھے وہ بالکل ایسے نظر آ رہے تھے جیسے کسی نے دریا میں چراغ روشن کیئے ہو۔ زمین بھی سورج کی طرح چمک اُٹھی اور خاک کے ذرے بھی چمک اٹھے ان کی روشنی کی چکا چاند اتنی زیادہ تھی کہ ان کے سامنے آسمان کے تاروں کی روشنی ماند پڑ گئی۔ اس مقدس سرزمین بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ آپ کے آنے سے ہر اک چیز کا حسن نکھر گیا۔

بند نمبر ۳

بولے فرس کو روک کے شاہ فلک وقار   منزل پہ ہم پہنچ گئے، احسان کردگار
آگے نہ اب بڑھائے کوئی یاں سے راہوار   یہ وہ زمیں تھی جس کیلئے دل تھا بے قرار
قربان اس مکانِ سعادت نشان کے
پایا در مراد بڑی خاک چھان کے

تشریح:۔ میر انیس فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ میدان کربلا میں ایک خاص مقام پر پہنچے اپنا گھوڑا روک دیا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے ہیں۔ اب کوئی بھی اپنا گھوڑا یہاں سے آگے نہ بڑھائے۔ یہی وہ زمین تھی جہاں پہنچنے کیلئے ہم بے چین تھے۔ ''حضرت امام حسینؑ اپنے مقام شہادت کی جگہ جان گئے'' فرمایا یہی ہماری منزل ہے میری جان اس مقام پر قربان ہے۔ یہ زمین ہمارے لیے ایک قیمتی موتی کی طرح ہے ہم نے بڑی کوششوں اور جدوجہد کے بعد اس موتی کو حاصل کیا ہے۔

بند نمبر ۴

اترو مسافرو! کہ سفر ہو چکا تمام   کوچ اب نہ ہوگا حشر تلک ہے یہیں مقام
متصل یہی زمیں ہے یہی مشہد امام   اونٹوں سے بار اتار کے برپا کرو خیام
بستر لگاؤ شوق سے اس ارض پاک پر
چھڑکا ہوا آب بقایاں کی خاک پر

تشریح:۔ میر انیس نہایت ہی خوبصورت انداز میں اس بند میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ اپنی شہادت کے متعلق بخوبی آگاہ تھے۔ اُن کو اس بات کا بھی علم تھا کہ یہی سرزمین ان کی شہادت کی جگہ ہے حضرت امام حسین نے اپنے ساتھ سفر کرنے والے سب ساتھیوں کو گھوڑوں سے اترنے کا حکم دیا کیونکہ ان کا سفر ختم ہو چکا تھا۔ اب قیامت تک روانگی نہیں ہے۔ ہم نے یہی شہید ہونا ہے اور یہی امام کے شہید ہونے کا مقام ہے۔ اونٹوں سے سامان اُتار کر اپنے خیمے لگا دو۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

پھر فرمایا کہ بڑے شوق سے اس مقدس زمین پر اپنے بستر بچھاؤ اس پاک جگہ پر قدرت نے ہمیشہ کی زندگی بخشنے والا پانی چھڑکا ہوا ہے۔ اس سرزمین پر آبِ حیات کا چھڑکا ہوا ہے۔ یہاں کی شہادت ہمیں ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی عطا کر گیا۔

بند نمبر ۵

توشہ مسافروں کا یہی اور یہی ہے زاد　　یہ خاک آبِ خضر سے رتبے میں ہے زیاد
طوفاں میں اس کو ڈالے گا جو مردِ خوش نماد　　لے آئے گی ہوائے موافق دُرِ مُراد
دیکھے گا یاس میں کرم کارساز کو
تھامے گا دستِ موج سے دریا جہاز کو

تشریح:۔ اس بند میں میر ببر علی انیس فرماتے ہیں کہ امام حسینؓ کو صحرائے کربلا کی مٹی بڑی عزیز ہے کیونکہ یہ مٹی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ ہم نے یہیں شہید ہونا ہے اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنی ہے۔ یہ مٹی آبِ خضر سے بھی زیادہ مقام و مرتبے والی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق مشہور ہے کہ آپ آبِ حیات پی لی اور ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لی۔ جو نیک فطرت شخص اپنے گھوڑے کو اس طوفان میں ڈالے گا اس کی تمام مرادیں پوری ہو جائے گی۔ ہم راہِ حق کے مسافر ہیں اور یہ ہمارے لئے توشہ اخرت ہے۔ یہ بڑی کرامت والی جگہ ہے۔ یہ خاک ناامیدوں کو امید دلاتی ہے طوفان میں گھرے جہاز اس مٹی کی برکت سے محفوظ ہو گی اور دریا کی لہریں اس ڈوبتے ہوئے جہاز کو سہارا دے گی۔

بند نمبر ۶

اُترا یہ کہہ کے کشتی امت کا نا خُدا　　جتنے سوار تھے وہ ہوئے سب پیادہ پا
حضرت نے مسکرا کے یہ ہر ایک سے کہا　　دیکھو تو! کیا ترائی ہے کیا خہر کیا فضا
اکبرؓ شگفتہ ہو گئے صحرا کو دیکھ کر
عباسؓ جھومنے لگے دریا کو دیکھ کر

تشریح:۔ میر انیس آگے کے واقعہ کو نہایت ہی دلچسپ پیرائے میں بیان کرتے ہیں کہ یہ کہہ کر امت کی کشتی کے ملاح یعنی حضرت امام حسین گھوڑے سے اترے تو ان کے سارے ساتھی بھی گھوڑوں سے اتر گئے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے اپنے سب ساتھیوں سے کہا کہ کیا خوبصورت جگہ ہے۔ ذرا دیکھو اور غور کرو دریا کا کنارہ کتنا حسین اور خوبصورت ہے۔ کیا زبردست نہر اچھے مناظر اور کیا خوبصورت ماحول ہے۔ یہاں کتنی نمی ہے۔ یاد رہے کہ ان دنوں گرمی اپنے عروج پر تھی اس نے دریا کے مرطوب کنارے پر پڑاؤ ڈالنا بہت بڑی خوش قسمتی تھی۔ حضرت علی اکبرؓ جو حضرت امام حسین کے فرزند ارجمند جن کی عمر آٹھارہ برس تھی اس صحرا کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ حضرت عباسؓ جو امام حسینؓ کے سوتیلے بھائی تھے دریا کو دیکھ کر جھومنے لگے۔ مصیبت کی اس گھڑی میں ان کے حوصلے قابلِ ستائش ہیں۔

بند نمبر ۷

بولے یہ اشک بھر کے شہنشاہ سربلند　　کیوں، یہ مقام ہے تمہیں شاید بہت پسند؟
کی مسکرا کے عرض کہ یا شاہ ارجمند!　　بس یاں تو خود بخود ہوئی جاتی ہے آنکھ بند
شیراب یہی رہیں گے عنایت جو رب کی ہے
میں کیا کہوں حضور! ترائی غضب کی ہے

تشریح:۔ میر ببر علی انیس آخری بند میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ جو ایک نہایت بلند مرتبہ شہنشاہ ہیں علی اکبرؓ اور عباسؓ کو خوش اور مسرور دیکھ کر انکھوں میں آنسو آئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سب نے یہیں شہید ہونا ہے پھر اپنے بیٹے سے کہا کیوں یہ جگہ تمہیں بہت پسند ہے بیٹے نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ یہاں تو خود بخود آنکھیں بند ہونے لگی ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی شامل ہو تو یہ شیراب یہیں رہیں گے۔ دریا کا یہ کنارا غضب کا ہے اور ہمیں یہ جگہ بہت پسند ہے۔ خُدا کی قدرت کو دیکھیں کہ ان سب کے وہاں شہید ہونا تھا اس لیئے شہادت کی جگہ ان کو معلوم تھی اور یہ مقام اُن کو اچھا لگ رہا تھا خطروں کی اس گڑھی میں ان کے حوصلے بلند تھے۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

مشقی سوالات

سوال نمبر ۱: مرثیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مرثیہ ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں شاعر کسی شخص کے مرنے کے بعد اپنے جذبات غم کا اظہار کرتا ہے مرحوم کی خوبیوں کو بیان کر کے اُسے خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ مرثیہ کسی بھی شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ مگر اب مرثیہ سے مراد وہ نظم لی جاتی ہے جس میں واقعہ کربلا کا ذکر ہو۔ مختصراً مرثیہ اس نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی شخص کی وفات پر رنج وغم کا اظہار کیا جاتا ہے زیادہ مرثیے شہدائے کربلا پر لکھے گئے ہیں۔ اُردو ادب میں بہترین مرثیہ نگار میر انیس اور میر دبیر ہیں۔

سوال نمبر ۲: شاہ دیں، کشتی امت کا ناخدا، شہنشاہ سر بلند مندرجہ بالا تراکیب میں کون سی ہستی مراد ہے۔

جواب: شاہ دیں، کشتی امت کا نہ خُدا، شہنشاہ سر بلند یہ تمام تراکیب نواسہ رسولؐ فرزند حضرت علیؓ حضرت امام حسینؓ کے لیے استعمال کی گئی ہیں۔ جنہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اسلام کو نئی زندگی دی۔

قتل حسینؓ اصل میں مرگ یذید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

سوال نمبر ۳: ''پایا درمراد بڑی خاک چھان کے'' اس مصرعے کی وضاحت کریں۔

جواب: اس مصرعے میں بتایا گیا ہے کہ حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں نے بڑی تگ ودو کے بعد وہ موتی حاصل کی۔ حضرت امام حسینؓ نے کربلا کی زمین کو غور سے دیکھا تو کشف وکرامت کے ذریعے اسے معلوم ہوا کہ یہی اس کی قتل گاہ ہے۔ اس لیے بے قرار بول پڑے کہ بڑی مشکلوں اور تکالیف کے بعد یہ موتی یعنی کربلا کا میدان ہمارے ہاتھ لگا ہے۔ جس کی ہمیں بے حد ضرورت تھی۔ آخر کار ہم اپنے مقصد کے موتی پانے میں کامیابی سے ہم کنار ہوئیں۔ مطلب یہ کہ ہم نے اپنی منزل حاصل کر لی ہے یہی ہماری آخری آرام گاہ ہیں۔ دین کی سر بلندی کیلئے ہم نے اپنی جانوں کے

نظرانے پیش کرنے ہیں۔ یہاں ہماری مرادوں کے پھول کھلیں گے یعنی شہادت نصیب ہوگی

سوال نمبر ۴: مندرجہ ذیل الفاظ کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ مفہوم واضح ہو جائے۔

الفاظ	جملوں میں استعمال
خلد بریں	اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو خلد بریں میں داخل کرے گا
سعادت نشان	خانہ کعبے کا طواف میرے لیے سعادت نشان ہے
آب بقا	آب بقا سے مراد آب حیات ہے جس کے پینے سے انسان دائمی زندگی پاتا ہے
ناخُدا	ہمارے قوم کو ایسے ناخُدا کی ضرورت ہے جو ہماری ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دیں
عنایت	یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے جس نے مجھے چاند جیسا بیٹا دیا
پیادہ پا	پیادہ پا چلنے سے زندگی بڑھتی ہے

سوال نمبر ۵: دوسرا مصرعہ بیان کریں۔

(۱) پایا فروغ نیر دیں کے ظہور سے
(۲) بستر لگاؤ شوق سے اس ارض پاک پر
(۳) اکبر شگفتہ ہو گئے صحرا کو دیکھ کر۔

جواب (۱) پایا فروغ نیر دیں کے ظہور سے
جنگل کو چاند لگ گئے چہرے کے نور سے
(۲) بستر لگاؤ شوق سے اس ارض پاک پر
چھڑکا ہوا ہے آب بقایاں کی خاک پر
(۳) اکبر شگفتہ ہو گئے صحرا کو دیکھ کر
عباس جھومنے لگے دریا کو دیکھ کر

سوال نمبر ۶: کلام میں کسی بات کی کوئی ایسی وجہ بیان کرنا جو درحقیقت اس کی وجہ نہ ہو، لیکن کلام میں خوبصورتی پیدا کرتی ہو حسن تعلیل کہلاتی ہے۔ مثلاً درمراد کے پہلے بند میں فلک کے سر جھکائے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

کی وجہ شاہ دیں کے کربلا میں داخل ہونے کو قرار دیا گیا ہے۔ جو فلک کے جھکنے کی اصل وجہ نہیں ہے

۔آپ حسن تعلیل کی دو مثالیں پیش کریں۔

جواب: حسن تعلیل کی دو مثالیں درجہ ذیل ہیں۔

۱) کسی بات کو ثابت کرنے کیلئے شاعر کا تخیل سے کوئی ایسا سبب بیان کرنا جو فی الواقع اس کا سبب نہ ہو جیسے

؎ پیاسی جو تھی سپاہِ خُدا تین رات کی
ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی

(انیس)

موجوں کے سر پٹکنے کی اصل وجہ یہ نہیں ہے کہ جناب حضرت امام حسنؓ کی فوج تین شب سے پیاسی تھی بلکہ شاعر ذوق عقیدت میں ثابت کرتے ہیں کہ انسان تو کیا موجیں بھی غمگین تھیں۔

۲) ؎ برابری کا تیری گل نے جو خیال کیا
صبا نے طمانچے مار کہ منہ اس کا لال کیا

پھول کی سُرخی اس کا ذاتی رنگ ہے لیکن شاعر ہوا کی تھپیڑوں سے رنگ کا سُرخ بنا دیا ہے۔ یہاں بھی شاعر نے حسن تعلیل کا عمدگی سے استعمال کیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

مرزا سلامت علی دبیرؔ ا

پیدائش: ۱۸۰۳ء وفات: ۹ مارچ ۱۸۷۵ء

حالاتِ زندگی:

مرزا سلامت علی دبیرؔ دلّی میں پیدا ہوئے۔ سات برس کے تھے جب ان کے والدین دہلی سے لکھنو چلے آئے اور یہاں مستقل سکونت اختیار کی۔ مرزا دبیر نے مروّجہ علوم کی تحصیل کا سلسلہ یہاں سے شروع کیا۔ عربی اور فارسی یہاں کے جید علما سے پڑھی۔ فنِ شاعری میں مرزا دبیرؔ، میر ضمیرؔ کے شاگرد ہوئے۔ مرزا دبیر نہایت سلیم الطبع اور عالی ظرف

انسان تھے۔ اپنے ہم عصر مرثیہ گو انیسؔ سے شاعرانہ چشمک کے باوجود کبھی نازیبا جملہ منہ سے نہیں نکالا۔

اسلوب:

مرزا دبیر کے مرثیے اپنی گھن گرج، آب وتاب اور زبان و بیان کے اعتبار سے خاصے کی چیز ہیں۔ انداز بیان کا رعب و دبدبہ، لکھنوی اثرات، منظر نگاری لفظی صنعت گری، واقعہ نگاری، بے ساختہ پن، حسن تشبیہ اور سراپا نگاری وغیرہ اُن کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ مرزا دبیر میر انیس کے ہم عصر تھے۔ مگر یہ بات مسلّمہ ہے کہ مرزا دبیر مرثیہ گوئی کے میدان میں انیس سے پہلے داخل ہوئے میر انیسؔ کے کلام کا شہرہ ہو جانے کے باوجود ان کے کمالات ہمیشہ اعتراف کیا جاتا رہا۔

مجموعہ کلام: مراثیِ دبیر

تختِ فرس پر علی اکبرؓ کا خطاب

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
فرس	گھوڑا	تابوت	لکڑی کا صندوق
علی اکبرؓ	امام حسینؓ کا بیٹا	روئے رخساں	حمیا ہوا چہرہ
شہزادے	بادشاہ کا بیٹا	چرخ	آسماں
جلوہ	نظارہ	نسیاں	بارش
دامن	داماں	گھٹا	بادل
زین	گھوڑے کی پٹھ پر چمڑے کی چیز جس پر لوگ بیٹھتے ہیں	رو	چہرہ
آواز	طعنہ	کاوؤں	دائرہ
مہرِ مبین	روشن سورج	حیدر	حضرت علیؓ کا لقب

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

مرکب	گھوڑا	کرم حق	اللہ کا کرم
سرعت	تیزی	تکیہ	بھروسہ/اعتماد
عرش بریں	جنت/بہشت	خاصدان	خاص لوگ
قضا	موت	عقد کشا	گرہ کھولنے والا
یاقوت	سرخ قیمتی پتھر	نمرود	کافر بادشاہ
ناسوت	دنیا/ کائنات	بشر	انسان/ آدمی
تائب	توبہ کرنے والا	زنبور	مکھی
ہاروت و ماروت	دو فرشتے	الحان زبور	الہامی زبور کا ترنم سے پرامن
لاہوت	فنافی اللہ کا مقام	ملک	فرشتہ
سکتہ	لرزہ/خوف	اہل عصا	عصا رکھنے والا
سلاطین	سلطان کی جمع/ بادشاہ	آئینہ گر	آئینہ بنانے والا
دوران	زمانہ	ہما	خیالی پرندہ
پشہ	مچھر	اوج	بلندی
آتش طور	طور پہاڑ کا نور	زر	سونا
دست گدا	فقیر کا ہاتھ	فدائی	قربان ہونے والا

(خلاصہ)

شامل نصاب مرثیہ ''تختِ فرس پر علی اکبرؓ کا خطاب'' میں مرزا دبیر نے حضرت علی اکبرؓ کے میدان کربلا میں گھوڑے پر بیٹھنے کا منظر دل کش انداز میں پیش کیا ہے۔ کہ جب وہ گھوڑے پر بیٹھ کر میدان کربلا میں نمودار ہوا تو انہوں نے با آواز بلند نعرہ لگایا کہ اے ظالمو! کہ آپ کو میرے گھوڑے کے راستے میں فرش بچھانا چاہیئے۔ اس وقت ساری دُنیا سخت حیرت میں مبتلا تھی۔ ہاروت اور

ماروت نے بھی اپنی کوتاہیوں سے توبہ مانگنا شروع کیا۔ دُنیا کے سارے بادشاہوں پر خاموشی چھا گئی۔ حضرت علی اکبرؓ کے خوبصورت رخسار نے سب کو مدہوش کیا تھا۔ سخت گرمی کے باعث وہ شہزادہ پسینے میں شرابور تھا اُس کا چہرہ پسینے سے چمک رہا تھا۔ اور جب انہوں نے اپنے ماتھے سے پسینے کو ہٹایا ایسا لگ رہا تھا کہ سورج سے چھوٹے چھوٹے ستاروں کو دور کیا اور اس انداز میں دشمن کو پکارا کہ اے غافلو! کیا تم لوگ ہمارے مرتبے اور رتبے کو بھول چکے ہو۔ ہم اللہ والے ہیں۔ اور تم لوگ ہمیں حقیر اور کمزور سمجھتے ہو ہم اللہ کی راہ میں کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ دُنیا میں ہماری طرح سرفروش نہیں ملیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمتوں پر بھروسہ کرنے والے ہیں۔ ہم باطل کے خلاف تلوار اُٹھانے والے ہیں۔ اور لوگوں کی مشکلوں کو دور کر کرنے والے ہیں۔ یزید کی باتیں باطل اور ہماری باتیں حق ہیں۔ غرور کی آگ اور حضرت موسیٰ پر کوہ طور میں گرنے والی بجلی دو مختلف چیزیں ہیں۔ زنبور کے شور وغل اور حضرت داوٗد کی خوش الحانی دو الگ الگ چیزیں ہیں تم لوگ سمجھوں کہ فرشتے اور انسان میں کیا تضاد ہے۔ بت کیا ہے اور آسمان اور زمین کیا ہے۔ دنیاوی مال و دولت سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہوتا۔ ہر صاحب لاٹھی موسیٰ عمران کا بیٹا نہیں ہوتا۔ انگوٹھی پہن کر کوئی سلیمان نہیں بن سکتا۔ ہر آئینہ گر سکندر نہیں ہو سکتا۔ مچھر لاکھ بلند پرواز کریں۔ مگر وہ ہما کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ کافر کے مسلسل سجدوں سے بت خدا بن سکتا ہے۔

اشعار کی تشریح

بند نمبر ۱

شہزادے نے جلوہ جو کیا دامن دیں پر
پھر زیں نے آوازہ کسا مہر مبین پر
مرکب نے قدم فخر سے رکھا نہ زمین پر
سرعت سے کہا فرش بچھا عرش بریں پر
پلکوں سے لیا پنجے میں شہباز قضا کو

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

بغلوں کے شکنجے میں کیا قید ہوا کو

تشریح:۔ اس بند میں مرزا سلامت علی دبیر حضرت امام حسینؓ کے بیٹے علی اکبرؑ کی میدان جنگ کو روانگی کی کیفیت عمدگی سے بیان کیا ہے۔ جب شہزادہ علی اکبرؑ زین سے سجائے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوئے تو زین نے چمکتے ہوئے سورج کی تضحیک کی اور اپنا مقام و مرتبہ سورج سے بلند پایا۔ زین نے سورج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ دیکھ میرا سوار تجھ سے زیادہ روشن ہے۔ گھوڑا اتنی تیزی سے دوڑ رہا تھا جیسا کہ ہوا میں اڑ رہا ہو۔ علاوہ ازیں وہ بلند آسمان پر فرش بچھانے کا کہہ رہا تھا تا کہ وہ آسمان پر قدم رکھے۔ شہزادہ جب وہاں پہنچے تو اس کے بیٹھنے کیلئے اچھی سی جگہ تیار ہوئی حضرت علی اکبرؑ کی بہادری کا عالم یہ تھا کہ انہوں نے موت کے شہباز کو پنجوں میں قید کیا تھا ان کے گھوڑے کی رفتار اتنی تیز تھی کہ انہوں نے ہوا کو اپنی بغلوں میں قید کر لیا ہو۔ موت کے پرندے کو علی اکبرؑ نے اپنی آنکھوں سے دبوچ لیا تھا۔ ہوا بھی ان کی تیز رفتاری کے آگے بے بس تھی۔ گھوڑے کی تیز رفتاری کو انتہائی مبالغہ آرائی کیساتھ بیان کیا گیا ہیں۔

بند نمبر۲

اک عالم حیرت تھا، چہ لاہوت، چہ ناسوت
سب جرم سے تائب تھے چہ ہاروت، چہ ماروت
سب خوف سے تھے زرد چہ خورشید چہ یاقوت
سکتہ تھا سلاطین کو نے تخت، نہ تابوت
بےخود جو کیا روئے درخشاں کی چمک نے
بالائے زمیں ٹیک دیے ہاتھ فلک نے

تشریح:۔ اس بند میں مرزا سلامت علی دبیر فرماتے ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ کو دیکھ سب حیران تھے۔ آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق حیرت زدہ تھی علی اکبرؑ کے حسن کو دیکھ کر لاہوت یعنی آسمانوں کے مکین اور ناسوت اس دنیا کے لوگ سب حیران تھے۔ آپؑ کے رعب و دبدبے کی وجہ سے چمکتے

ہوئے سورج کا رنگ بھی زرد پڑ گیا تھا۔ یاقوت جو سُرخ رنگ کا ہوتا ہے وہ بھی پیلا پڑ گیا تھا۔ بڑے بڑے بادشاہوں پر بھی سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ اپنا تخت و تاج اور موت و حیات بھول گئے۔ انہیں نہ تخت کا ہوش تھا۔ اور نہ تابوت کا ہوش تھا آپ کے چہرے کی چمک اتنی زیادہ تھی کہ آسمان بھی اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا اس نے بھی گھبرا کر اپنے ہاتھ زمین پر رکھ دیے۔ گویا کائنات کی ہر ایک شے وحشت زدہ تھی۔ پسینے کے قطرات ان کے چہرے پر یوں نظر آ رہے تھے جیسے سورج پر شبنم کے قطرے گرے ہوئے ہوں۔ علی اکبرؑ کے پسینے کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔ یہاں شاعر نے پسینے کے قطروں کی تعریف کی ہے۔

بند نمبر۳

ماتھے کا عرق پاک کیا انگلی سے بارے
سورج سے کیے دور مہ نو نے ستارے
حیدرؑ کے لب و لہجے میں لشکر سے پکارے
ہاں غافلو! آگاہ ہو رتبے سے ہمارے
اللہ کے بندے ہیں پر اللہ نہیں ہیں
بندے مگر اس طرح کے واللہ نہیں ہیں

تشریح:۔ مرزا سلامت علی دبیر آگے کے واقعات کو نہایت ہی دلچسپ پیرائیوں میں بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ گرمی کا موسم، میدان کربلا کی آگ اور پھر حالت جنگ حضرت علی اکبرؑ نے پسینہ پسینہ ہونا تھا۔ آپؑ نے اپنی انگلی سے چہرے کا پسینہ صاف کیا۔ آپکا چہرہ مبارک خورشید کی طرح چمک رہا تھا۔ پہلے دن کے چاند نے سورج سے ستارے دور کر دیے۔ پھر اس نے اپنے دادا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے انداز میں، یزیدی لشکر سے خطاب فرمایا۔ دشمن کے لشکر کو پکارتے ہوئے کہا اے غافلو! تم ہمارے رتبے سے اچھی طرح آگاہ ہو۔ ہم اہل بیت ہیں ہم رسول پاکؐ کے گھرانے کے لوگ ہیں۔ خُدا کی قسم ہماری طرح اور ہمارے مرتبے کے بندے کہیں بھی موجود نہیں ہیں ہم اللہ کے خاص بندے ہیں۔ ہم ایک خدا کو ماننے والے ہیں لیکن ہم خدا ہونے کے دعویدار نہیں ہے ہم اللہ کی برابری کا دعوی نہیں کرتے۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

بند نمبر ۴

تن پرہ معبود ہم سر نہیں رکھتے
ہم سر کے کٹا دینے میں ہم سر نہیں رکھتے
جز دست گدا اور کہیں زر نہیں رکھتے
تکیہ کرم حق پہ ہے بستر نہیں رکھتے

یہ اُن پہ کھلا ہے کہ جو نماصان خُدا ہیں
ہر بندے کے ہم بند کُشا عقد کُشا ہیں

تشریح:۔ سلامت علی دبیر اس بند میں فرماتے ہیں کہ علی اکبر اپنے رتبے و مرتبے کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہم کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ ہم اللہ کے دشمنوں سے لڑتے ہوئے اپنے سر کی بھی پروانہیں کرتے ہم بہادر لوگوں کی اولاد میں سے ہیں اسلام کی سر بلندی کیلئے ہم سر ہتھیلی پر رکھ کر لڑتے ہیں۔ قربانی اور ایثار کا جذبہ ہمارے اندر اتنا قوی ہے کہ اس میں کوئی بھی ہمارے برابری نہیں کرسکتا۔ ہم سخی ہیں اللہ کی راہ میں مال لوٹنے والے ہیں۔ ہم ان لوگوں میں سے نہیں جو مال و دولت جمع کرتے ہیں البتہ بھیک مانگنے والے کے ہاتھ پر کچھ نہ کچھ ضرور رکھ دیتے ہیں ہم صاحب مند کی حاجت پوری کرتے ہیں۔ ہمارے پاس لیٹنے اور آرام کرنے کیلئے بستر نہیں ہم صرف اللہ کی مہربانی پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں یہ باتیں صرف ان کو معلوم ہیں جو اللہ کے خاص بندے ہیں ہم اللہ کے نیک متقی اور پرہیز گار بندے ہیں۔ ہم لوگوں کی مشکلات میں آسانیاں پیدا کرنے والے ہیں۔ مسائل حل کرنے میں ہم فخر محسوس کرتے ہیں۔

بند نمبر ۵

احکام یزیداور ہیں اور اپنے اموراور
باطل کی نمود اور ہے اور حق کا ظہور اور
نمرود کی آگ اور ہے اور آتش طور اور

ذنبور کا غل اور ہے الحان زبور اور

سمجھو تو سہی تم کہ بشر کیا، ہیں ملک کیا
بت کیا ہے، خدا کیا ہے، زمیں کیا ہے، فلک کیا

تشریح:۔ اس بند میں شاعر فرماتے ہیں کہ حضرت علی اکبر یزیدی لشکر کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں اسلامی لشکر اور یزیدی لشکر میں زمین و آسمان کا فرق ہے یزید کے احکام اسلام کے خلاف ہیں جبکہ ہم مکمل طور پر اسلامی اُمور کی پابندی کرتے ہیں۔ باطل کا چرچہ نمائشی اور چندروزہ ہوتا ہے جبکہ حق کا ظہور دائمی اور ابدی ہوتا ہے۔ ہم حق کا علم بلند کرنے والے لوگ ہیں۔ نمرود نے جو آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کیلئے روشن کی تھی اس میں اور کوہ طور کی اگ میں بہت فرق ہے۔ کوہ طور کی آگ خدا کے جلوئے وہ آگ نہیں نور تھا۔

یاد رکھو نمرود کی آگ برائی، کفر اور ذلت کی علامت ہے جب کہ کوہ طور روشنی اور کامیابی کی علامت ہے۔ مکھیوں کی بھنبھناہٹ اور زبور کی تلاوت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی آواز خوش کن نہیں جبکہ حضرت داؤدؑ کی تلاوت کی آواز خوش کن ہے۔ تم حق اور باطل میں فرق کرنا سیکھو۔۔ تمہیں انسان اور فرشتے کا بھی فرق معلوم ہونا چاہیئے۔

بند نمبر ۶

سامان سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہوتا
ہر اہل عصا موسیٰ عمران نہیں ہوتا
پہنے جو انگوٹھی و سلیماں نہیں ہوتا
آئینہ گر اسکندر دوراں نہیں ہوتا

لاکھ اوج ہو پشے کا ہما ہو نہیں جاتا
بت سجدہ کافر سے خدا ہو نہیں جاتا

تشریح:۔ مرزا سلامت علی دبیر اس نظم کے آخری بند میں واعظ و نصیحت سے کام لیتا ہے اور فرماتا

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

ہے کہ حضرت علی اکبر یزیدی لشکر سے مخاطب ہو کر جوشیلے انداز میں کہتا ہے کہ زیادہ مال و دولت اور سامان سے کوئی صاحب ایمان نہیں بن سکتا۔ تمہارے پاس اگر ساز و سامان کی کثرت ہے تو اس پر مغرور نہ ہونا کیونکہ ان کی کثرت کی وجہ سے تم ایماندار نہیں ہو سکتے۔ ایماندار اور بے ایمان کے مابین فرق برقرار رہتا ہے۔ ہر وہ شخص جس کے پاس لاٹھی ہو موسیٰؑ نہیں ہو سکتا اور ہر انگوٹھی پہننے والا حضرت سلیمانؑ نہیں ہو سکتا ہے آئینہ بنانے والا سکندر اعظم نہیں ہو سکتا۔ مچھر لاکھ بلندی پر اڑتا رہے لیکن اس کا رتبہ وہی مچھر کا رتبہ ہے۔ مچھر خواہ کتنی ہی بلندی پر اُڑے لیکن وہ مبارک پرندہ ہما نہیں بن سکتا۔ ہما ایسا پرندہ ہے جو کسی کے سر پر بیٹھے وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔ بت کو سجدہ کرنے سے بت خدا نہیں بن سکتا۔ اللہ کے خاص بندے فرشتوں سے بھی بہتر ہوتے ہیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ بت اور خدا کے درمیان کیا فرق ہے۔ تمہیں بت خدا، زمین اور آسمان میں فرق کی تمیز ہونی چاہیئے۔ بت خدا نہیں ہو سکتا اور زمین آسمان نہیں ہو سکتی۔ مختصراً کہ یزید اور ہم میں بہت فرق ہے۔ اے غافل انسانوں! تم کیا کر رہے ہو رسول پاک ﷺ کے گھرانے کی عزت کرنا سیکھو تا کہ تمہیں کامیابیاں ملیں حق اور باطل میں فرق تمہیں جنت کا وارث بنا دیگا۔

مشقی سوالات

سوال نمبر۱: حضرت علی اکبرؓ نے اپنے خطاب میں کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: حضرت علی اکبرؓ نے اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا۔ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں سر کٹا دینے والے لوگ ہیں۔ ہر وقت ہتھیلی پر جان رکھ کر لڑنے کیلئے تیار رہتے ہیں۔ ہم راہ حق میں سر کٹانے والے ہیں اور اس میں کوئی ہماری برابری نہیں کر سکتا۔ ہم مال و دولت نہیں رکھتے لیکن فقیر کے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ ضرورت رکھ دیتے ہیں۔ ہمیں اللہ کے کرم پر بھروسہ ہے ہم نرم بستروں کے مالک نہیں ہیں۔ میدان جنگ میں لڑنے والے ہیں۔ ہم عیش و عشرت کے بجائے سختیاں برداشت کرنے کے عادی لوگ ہیں۔ یزید کے احکامات اور ہمارے اعمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہاتھ میں عصا رکھنے انگلی میں انگوٹھی پہننے سے کوئی پیغمبروں جیسا نہیں بن سکتا۔ اسی طرح ہر آئینہ

بنانے والا سکندر اعظم نہیں ہو سکتا۔ مچھر لاکھ اُڑنے کی کوشش کریں وہ ہما نہیں بن سکتا۔ کافر بت کے سامنے کتنا ہی سر جھکائے اس کا سر جھکانے سے بت خدا نہیں بن سکتا۔ اپنے ناپاک ارادوں سے باز آجاؤ تا کہ کل تمہیں کوئی پشیمانی نہ ہو۔ اگر کامیابیاں حاصل کرنی ہے تو اللہ پر پورا پورا یقین رکھو۔

سوال نمبر۲: اِس نظم میں تاریخی شخصیات کا ذکر ہوا ہے اُن کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔

جواب: اس نظم میں جن تاریخی شخصیات کا ذکر ہوا ہے وہ درجہ ذیل ہیں۔

۱) **حیدر:۔** حضرت علی کرم اللہ وجہ کا لقب ہے۔ آپ حضرت ابو طالب کے بیٹے اور حضرت فاطمہ کے شوہر ہے۔ آپ چوتھے خلیفہ تھے۔ آپ بہت بہادر اور نڈر شخصیت تھے۔ آپکا ایک لقب خیبر شکن بھی ہے۔ آپ حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے والد گرامی تھے۔ آپ جب ایمان لے آئے تو اس وقت آپ کی عمر بہت کم تھی۔

۳) **یزید:** یزید کوفہ کا والی تھا۔ اور حضرت امیر معاویہ کا فرزند ارجمند تھا۔ یہ خلافت کا اہل نہ تھا۔ حضرت امام حسینؓ سے اپنی خلافت کی بیعت لینا چاہتا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا جس پہ آپ نے حضرت امام حسین کو (۷۲) ساتھیوں سمیت شہید کر دیا۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

۴) **نمرود:۔** نمرود حضرت ابراہیمؑ کے دور کا ایک کافر بادشاہ تھا۔ ان کی قوم بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ حضرت براہیمؑ نے جب ہوش سنبھالا تو آپؑ نے خدا کی عبادت شروع کی۔ توحید کی دعوت دینے پر نمرود نے آپؑ کو آگ میں پھینکنے کا حکم دیا۔ بہت بڑی آگ لگا کر آپ کو اس میں پھینک دیا لیکن جب ابراہیمؑ اس میں پھینکے گئے تو یہ آگ گلزار بن گئی۔ آپ سے جب دریافت کیا گیا تو آپ کا کہنا تھا کہ میری زندگی کے بہترین دن اُس آگ کے اندر دن تھے۔

۵) **موسیٰ:۔** حضرت موسیٰؑ ایک جلیل القدر پیغمبر تھے۔ آپؑ کے والد کا نام عمران تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر تورات نازل کی۔ فرعون کے محل میں آپؑ کی پرورش ہوئی۔ فرعون نے جب بنی اسرائیل کا

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

پیچھا کیا تو بحر قلزم میں فرعون اور اس کا لشکر ڈوب گیا۔ آپؑ نے سلامتی سے دریا پار کیا۔ آپؑ کوہِ طور پہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو کئی معجزات عطا کئے تھے۔ ان معجزات میں ایک معجزہ وہ عصا تھا جس کو آپ زمین پر پھینکتے تو اس سے اژدہا بن جاتا۔ یہ عصا آپؑ کو حضرت شعیبؑ نے دیا تھا۔ جو آپ کے سسر بھی تھے۔

۲) **حضرت سلیمانؑ:۔** حضرت سلیمانؑ بھی اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر تھے۔ آپؑ کے والد حضرت داؤدؑ بھی پیغمبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو پوری دنیا کی حکومت عطا کی تھی۔ آپؑ کی حکومت چرند، پرند، انسان، جن اور ہوا سب پر تھی۔ آپؑ جانوروں کی بولی بھی سمجھتے تھے۔

۷) **سکندر:۔** سکندر ایک بادشاہ تھا۔ آپ کا والد فلپ یونان کا بادشاہ تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد بادشاہت آپ کو ملی۔ آپ نے مشہور محقق ارسطو سے تعلیم حاصل کی۔ آپ نے ایک آئینہ دریافت کیا تھا جس میں آپ مستقبل کے حال کو دیکھ سکتے تھے۔ یہ ایک عظیم فاتح بھی تھے آپ نے ایران کے بادشاہ دارا کو بھی شکست دی تھی۔ آدھی سے زیادہ دنیا فتح کرنے کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہے۔

سوال نمبر۳: کسی اور مرثیے کے تین اشعار لکھیں جن کا موضوع واقعات کربلا ہو۔

جب کربلا میں داخلہ شاہِ دیں ہوا
رشتہ بلہ نمونہ خلد بریں ہوا
بر جھک گیا فلک کا یہ اوج زمین ہوا
خورشید محوِ حسن حسین ہوا
پایا فروغ نیر دیں کے ظہور سے
جنگل کو چاند لگ گئے چہرے کے نور سے

سوال نمبر۴: پانچویں بند کی وضاحت کریں؟

جواب: اشعار کی تشریح کے تحت پانچواں بند دیکھ لیں/اشعار کی تشریح ملاحظہ ہو۔

سوال نمبر۵: نظم سے ایسے مصرعے تلاش کر کے لکھیں جن میں صنعت تضاد کا استعمال ہو۔

جواب: مندرجہ ذیل مصرعوں میں صنعت تضاد کا استعمال ہوا ہے۔

۱۔ بالائے زمین ٹیک دیے ہاتھ فلک نے

۲۔ باطل نمود اور ہے اور حق کا ظہور اور

۳۔ بت کیا ہے، خدا کیا ہے، زمیں کیا ہے، فلک کیا

۴۔ بت سجدہ کافر سے خدا ہو نہیں جاتا۔

۵۔ سرعت سے کہا فرش بچھا عرش بریں پر

سوال نمبر۶: مرثیہ کی تعریف کریں اور مرثیے کے ارکان کی وضاحت کریں۔

جواب: مرثیہ ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں شاعر کسی شخص کے مرنے کے بعد اپنے جزبات غم کا اظہار کرتا ہے۔ مرحوم کی خوبیوں کو بیان کر کے اُسے خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے مرثیہ کسی بھی شخص کے بارے میں کہا جا سکتا ہے۔ مگر اب مرثیہ سے مراد وہ نظم کی جاتی ہے جس میں واقعہ کربلا کا ذکر ہو اردو ادب میں مرثیہ نگاری میں میر انیس اور میر دبیر کا بڑا نام ہے۔

مرثیہ کے نو اجزاء ہیں۔

۱۔ چہرہ:۔ یہ مرثیے کی تمہید ہوتا ہے۔

۲۔ سراپا:۔ اس حصے میں شاعر ہیرو کی شکل وصورت کا نقشہ کھینچتا ہے۔

۳۔ رخصت:۔ ہیرو رخصت ہوتا ہے۔

۴۔ آمد:۔ ہیرو کی آمد میدان جنگ میں کس طرح ہوتی ہے۔

۵۔ رجز:۔ جنگ میں ہیرو فخریہ انداز سے شعر پڑھتا ہے۔

۶۔ جنگ:۔ اس حصے میں جنگ کے مناظر دکھائے جاتے ہیں۔

۷۔ شہادت:۔ ہیرو کی شہادت کا ذکر اس میں ہوتا ہے۔

۸۔ بین:۔ عزیز و اقارب ماتم کرتے ہیں۔

۹۔ دُعا:۔ اس حصے میں شاعر شہداء کے صدقے اللہ سے دُعا کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

الطاف حسین حالؔی

پیدائش: ۱۸۳۷ء　　وفات: ۱۹۱۴ء

حالات زندگی اور خدمات:

الطاف حسین حالؔی پانی پت میں پیدا ہوئے۔ باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کر سکے، تاہم ذاتی کوشش سے عربی اور فارسی میں مہارت حاصل کی۔ حصولِ تعلیم کے شوق میں دلّی گئے، جہاں غالب اور شیفتہ سے ملاقاتیں ہوئی۔ چند سال شیفتہ کے مصاحب رہے۔ ۱۸۷۴ء میں لاہور میں ملازمت مل گئی اور انگریزی سے ترجمہ ہونے والی کتابوں پر نظر ثانی کرتے رہے۔ یہاں جدید نظم کے چار مشاعروں میں شریک ہوئے۔ پھر اینگلو عربک سکول دلّی میں مدرس ہو گئے۔ وہاں سرسید اور ان کی تحریک سے رابطہ ہوا۔ سرسید کے ایما پر مسدس ''مدوجزرِ اسلام'' لکھی۔ اس کے بعد بہت سی نظمیں لکھیں اور کئی جدید نظم نگار شعراء کو متاثر کیا مولانا حالی اور آزادؔ دونوں کی مشترکہ کوششوں سے اُردو شاعری بہت حد تک تبدیل ہوگئی اور اس میں پہلی بار مشرقی خیالات کے ساتھ ساتھ مغربی خیالات بھی سامنے آئے۔ حالی نے غزل کو بھی جدید رنگ میں ڈھالا اور روایت کی بے جا تقلید کے بجائے تازگی بیان پر توجہ دی۔ حالؔی کی غزل میں میرؔ و غالبؔ کا سا تغزل ملتا ہے جب کہ اُن کی نظمیں جذبہ حُب الوطنی اور اصلاحِ ملّت کا ثبوت ہیں۔ اُردو شاعری میں پہلی مرتبہ حالؔی نے قومی، سیاسی اور سماجی موضوعات پر طبع آزمائی کی۔ حب الوطن، چُپ کی داد، نشاطِ اُمید اور مناظرہ رحم انصاف جیسی نظمیں اس کی درخشندہ مثالیں ہیں۔ حالی نے پانی پت میں وفات پائی۔

تصانیف:

مقدمہ شعر و شاعری، حیاتِ جاوید، حیاتِ سعدیؒ یادگارِ غالبؔ وغیرہ۔

نظم اُمید

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
نہ دل بجھا	مایوس نہ کر	تگاپو	دوڑ دھوپ
پئے	واسطے، کے لیئے	کئی/کے	ایران کے بادشاہان کا لقب
کنعان	حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کا وطن	کولمبس	ایک سیاح جس نے امریکہ دریافت کیا تھا
درد پنہاں	چھپا ہوا درد	نظم جہاں	دنیا کا نظم وضبط
محرم	راز دان	جوتا	جوتنے والا، ہل چلانے والا
سمیں	روشنی	موجزن	موجیں مارتا ہوا

(خلاصہ)

مولانا الطاف حسین حالی ۱۸۳۷ء کو پانی پت میں پیدا ہوئے سرسید احمد خان کے تحریک علی گڑھ سے متاثر ہوئے اور اس میں شمولیت اختیار کر لی۔

شامل نصاب نظم ''اُمید'' اُن کی تصنیف ''مسدس مدوجزر اسلام'' سے ایک حصہ لیا گیا ہے۔ اس نظم میں آپ نا اُمیدی سے مخاطب ہے کہ اے نا اُمیدی بس کر واب ہمارے دلوں کو چھوڑ دو ہمیں اتنا مایوس نہ کرو کیونکہ امید ہی کے سہارے کائنات کی رنگینیاں قائم و دائم ہیں اور اگر یہ اُمید ختم ہو جائے تو کائنات میں تغیر اور ارتقاء کا سلسلہ روک جائے گا۔ اے اُمید اب وہ لمحہ آچکا ہے کہ تو اپنا جلوہ دکھا کر ہمارے دلوں میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کر دیں۔

حالی رقمطراز ہے کہ اے اُمید طوفانِ نوحؑ میں کشتی ہی کی اُمید تھی اور نوحؑ اور اُن کے قوم کو بچایا حضرت یعقوبؑ کے سکون اور آرام کے لیے آپ ہی نے سامان کیا حضرت یوسفؑ کو زندان میں آپ ہی کی وجہ سے اطمینان مل رہا تھا جو بھی کسی مشکل میں گرفتار ہوا سب کا مشکل تیرے ہی وجہ سے آسان ہو گئے۔ اے اُمید! تو نے بہت سے ڈوبتوں کو بچایا اور بہت سے بگڑوں کو راہ راست پر

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

لایا ہے۔ بہت سے گھر تیرے ہی وجہ سے اُجڑنے سے بچ گئے ہارے انسانوں کو کامیابی دی۔ آپ نے تو بہت سے کمزوروں کو طاقت بخشی اور اندھیرے میں اُجالے کا سامان کیا۔ اے اُمید! تیری وجہ سے بوڑھوں اور جوانوں میں طاقت آ گئی آپ ہی نے بڑوں اور چھوٹوں کو اُمید بندھوائی اور دنیا کی نظم وضبط کا انحصار تم ہی پر ہیں۔ کائنات کی رونقیں اور لطافتیں تیرے ہی وجہ سے ہیں۔

کیونکہ بے کسوں، اور بے سہاروں کو تیری وجہ سے نوازا گیا ہے۔ فقیروں کو طاقت تجھ ہی سے ملتی ہے نار ساؤں کو تو نے رسائی دی اور نا خداؤں کو تو نے تخت نشین کرایا۔ سکندر کی بادشاہت اور شان شوکت تیرے ہی وجہ سے تھی۔ کلمبس کو نئی دنیا دریافت کرنے کی صلاحیت اور حوصلہ تیرے ہی سے ملا۔ وہ کسان جو سخت گرمی وسردی میں ہل چلاتے ہیں دن رات محنت کرتے ہیں۔ خون پسینہ ایک کرتے ہیں۔ اگر اُن کے دل اُمید سے خالی ہو جائیں تو پوری دُنیا کو اناج ملنا بند ہو جائیگا۔ اس کے علاوہ اگر ہم پر کوئی غم آزمائش، مصیبت، مشکل اور پریشانیاں آ جائیں ان کا کوئی غم نہیں کیونکہ اُمید ہمارا حوصلہ بڑھانے کے لیئے موجود ہیں۔

اشعار کی تشریح

بند نمبر ۱

بس اے نا اُمید نہ یوں دل بجھا تو — جھلک اے اُمید اپنی آخر دکھا تو
ذرا نا اُمیدوں کی ڈھارس بندھا تو — فسردہ دلوں کے دل آ کر بڑھا تو
تیرے دم سے مردوں میں جانیں پڑی ہیں
جلی کھیتیاں تو نے سرسبز کی ہیں

تشریح: اس بند میں الطاف حسین حالی نہایت ہی خوبصورت انداز میں مسلمانوں کی حالت زار کا ذکر کر رہا ہے۔ نا اُمیدی سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے نا اُمیدی ہمارے دلوں کو افسردہ نہ کر اور ہمارے حوصلوں کو بھی کمزور نہ کر ہم بہت زیادہ مایوس ہو چکے ہیں اب ہم میں زیادہ برداشت کی قوت نہیں اس کے بعد اُمید سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کی اُمید آخر اپنی جھلک دکھا تو بھی اے

اُمید! تو اپنی روشنی دکھا کر مایوس اور نا اُمید لوگوں کو حوصلہ دیں۔ وہ لوگ جو مایوس ہو چکے ہیں اُن کا حوصلہ بڑھا کر ان کو تسلی دے دیں۔ اے اُمید تیری وجہ سے ہی مردوں میں جان پیدا ہو جاتی ہے اور تو انہیں نئی زندگی عطا کرتی ہے۔ اے اُمید تو تو زندگی کی علامت ہے۔ الطاف حسین فرماتے ہیں کہ اے اُمید تو مایوس لوگوں کے دلوں میں نئے سرے سے کوشش کرنے کا ولولہ پیدا کرتا ہے۔

وہ کھتیاں جو بلکل جل گئی تھیں تو نے انہیں ہرا کر دیا۔ ان سے فصل پیدا کرنا ناممکن تھا لیکن محنت کوشش اور اُمید نے اُسے دوبارہ ہرا ابھرا کر دیا یقیناً اُمید پہ دُنیا قائم ہے۔

بند نمبر ۲

سفینہ پۓ نوحؑ طوفاں میں تو تھی — سکوں بخش یعقوبؑ کنعاں میں تو تھی
ذلیخا کی غمخوار ہجراں میں تو تھی — دل آرام یوسفؑ کی زنداں میں تو تھی
مصائب نے جب آن کر اُن کو گھیرا
سہارا وہاں سب کو تھا ایک تیرا

تشریح: دوسرے بند میں الطاف حسین حالی نہایت ہی عمدگی سے اُمید سے مخاطب ہو کر اور صنعت تلمیح کا استعمال کر کے فرماتے ہیں کہ حضرت نوحؑ کی کشتی جو طوفان میں پھنسی تھی تو اُسے اُمید تھی کہ وہ اس مصیبت سے نجات حاصل کرینگے۔ حضرت نوحؑ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔ لیکن جب لوگوں نے آپؑ کی تعلیمات سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب مسلط کر دیا اور اس طرح آسمان سے مسلسل کئی دن بارش برسنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو کشتی بنانے کا کہا آپ نے کشتی تیار کی اور جو لوگ آپؑ کی تعلیمات پر عمل پیرا تھے وہ آپؑ کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے۔ آپ اس اُمید کے ساتھ اُن لوگوں کیساتھ کشتی پر سوار ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے ساتھ ہوگی اس کو اس اُمید نے آپ کو مصیبت سے بچا لیا۔ اس طرح حضرت یعقوبؑ اپنے وطن کنعان میں اپنے بیٹے حضرت یوسفؑ کی جدائی میں بے قرار تھے۔ بیٹے سے جُدائی پر آپ کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی۔ لیکن اُمید کا دامن آپ نے پکڑے رکھا اور اسی

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

اُمید نے آخر کار آپ دونوں کو ملا دیا۔ اسی طرح جب ذلیخا سے حضرت یوسفؑ جُدا ہو گئے تو اسی جُدائی کو اُمید نے آخر کار ملاپ میں تبدیل کر دیا۔ اے امید تو نے ہی حضرت یوسف علیہ اسلام کو قید خانے کی سختیاں جھیلنے کی ہمت دی۔ جب طرح طرح کی مصیبتوں نے انہیں گھیر لیا تو تو نے ہی انہیں سہارا دیا۔

بند نمبر ۳

بُہت ڈوبتوں کو ترایا ہے تو نے   بگڑتوں کو اکثر بنایا ہے تو نے
اکھڑتے دلوں کو جمایا ہے تو نے   اجڑتے گھروں کو بسایا ہے تو نے
بہت تو نے پستوں کو بالا کیا ہے
اندھیرے میں اکثر اجالا کیا ہے

تشریح: تیسرے بند میں الطاف حسین حالی امید سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے امید تو نے بُہت سے ڈوبتوں کو بچایا ہے جب وہ ڈوب رہے تھے لیکن تو نے انہیں ہمت دی اور اسی ہمت نے انہیں بچا لیا۔ اے اُمید تو نے ہی ڈوبتے لوگوں کو تیرنے پر مجبور کر دیا۔ وہ لوگ جو ڈوب رہے تھے اُن کو کنارے پر پہنچا دیا۔ وہ لوگ جن کے حالات خراب ہو چکے تھے کاروباری حوالے سے جن کا زیادہ نقصان ہو چکا تھا اُن کو دوبارہ حوصلہ دیا اور اسی طرح وہ دوبارہ پاؤں پر کھڑے ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اے اُمید تو نے انہیں حوصلہ دیا اور ان کو تباہی سے بچا لیا۔ وہ لوگ جو حوصلہ ہار چکے تھے جن کے گھر مایوسی کے پے در پے حملوں کی وجہ سے اجڑنے کے قریب تھے۔ لیکن تو نے ان کو بھی تباہ ہونے سے بچا لیا۔ تو نے پستی میں گرے ہوئے لوگوں کو بلندی عطا کی۔ وہ لوگ جو فرش پہ آ چکے تھے اُن کو فرش سے عرش تک پہنچایا۔ جب ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا تو اے امید تو نے شمع کا کام بھی سر انجام دیا اور تاریکیوں کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ دیا۔

بند نمبر ۴

قوی تجھ سے ہمت ہے پیر و جواں کی   بندھی تجھ سے ڈھارس ہے خُرد و کلاں کی

تجھی پر ہے بنیاد نظم جہاں کی   نہ ہو تو تو رونق نہ ہو اس دکان کی
تگاپو ہے ہر مرحلے میں تجھی سے
روارو ہے ہر قافلے میں تجھی سے

تشریح: الطاف حسین حالی اس بند میں رقمطراز ہیں کہ اے اُمید تو ہی بوڑھے اور جوان دونوں کو حوصلہ دیتی ہے۔ ہر چھوٹے بڑے کو تو ہی تسلی و تشفی دیتا ہے۔ یہ چھوٹے بڑے کا سہارا تو ہے۔ ایک تو ہی تو ہے جو حوصلہ دیتی ہے دنیا و جہاں کا نظام تیری ہی وجہ سے نظم و ضبط کیساتھ چل رہا ہے اگر تو نہ ہوتی تو لوگ ہمت ہار بیٹھتے ہر طرف انتشار اور افراتفری پھیلتی دُنیا کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہر مُنتظم کو اپنے نظام کی کامیابی کی ہی اُمید ہوتی ہے۔ اس دنیا کی مثال ایک دُکان کی سی ہے اسی کی گہما گہمی تیری وجہ سے ہے۔ اُمید ہی کی وجہ سے لوگ مختلف پیشے اختیار کر لیتے ہیں اور اسی اُمید پہ اپنی ساری زندگی بسر کر لیتے ہیں زندگی کی بھاگ دوڑ تیری ہی وجہ سے ہے۔ اے اُمید تیری ہی وجہ سے قافلے آگے بڑھ رہے تو اگر نہ ہوتی تو دنیا رُک جاتی۔ اس دنیا میں دھوپ دوڑ اور بھاگ دوڑ تیری ہے وجہ سے ہے۔

بند نمبر ۵

نوازہ بُہت بے نواؤں کو تو نے   تونگر بنایا گداؤں کو تو نے
دیا دسترس نارساؤں کو تو نے   کیا بادشہ نا خداؤں کو تو نے
سکندر کو شان کئی تو نے بخشی
کلمبس کو دنیا نئی تو نے بخشی

تشریح: اس بند میں الطاحسین حالی فرماتے ہیں کہ اے اُمید تو نے بُہت سے لوگوں پر مہربانی کر کے اُن کو کامیاب بنایا وہ لوگ جن کا کوئی نہ تھا جو بالکل بے اسراء تھے اور بھیک مانگنے پر مجبور تھے۔ تو نے اُنہیں دولت مند بنا دیا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو بھیک مانگ رہے تھے ان کے دل میں غیرت جھاگ اُٹھی اور ان لوگوں کو محنت و مشقت پر مجبور کر کے کامیاب و کامران بنا دیا۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

اسی طرح وہ خوشحال زندگی گزارنے میں کامیاب ہو گئے وہ لوگ جن کی پہنچ نہیں تھی اے امید تو نے انہیں اس پہنچ تک رسائی دی۔ وہ ملاح جو انتہائی مشقت کا کام کرتے تھے تو نے انہیں بادشاہ بنا دیا۔ سکندر اعظم یونان سے نکلا اور فتوحات کرتے کرتے ایک عظیم فاتح بنا۔ کلمبس ایک سیاح تھے ان کے دل میں تحقیق کا جذبہ زور و شور سے موجود تھا اسی جذبے سے سرشار ہو کر اس نے اپنی کشتی سمندر میں ڈالی اور ایک نئی دنیا امریکہ کو دریافت کیا۔

بند نمبر ۶

وہ رہرو نہیں رکھتے جو کوئی سامان　　　　حور وزاد سے جن کا خالی ہے داماں
نہ ساتھی کوئی جس سے منزل ہو آساں　　　　نہ محرم کوئی جو سُنے درد پنہاں
تیرے بل پر خوش خوش ہیں اس طرح جاتے
کہ جا کر خزانے ہیں اب کوئی پاتے

تشریح: اس بند میں الطاف حسین حالی نہایت ہی عمدگی سے بیان کرتے ہیں کہ وہ مسافر جو سفر اختیار کرتے ہیں لیکن اُن کے دامن خالی ہے جن کے پاس سفر خرچ نہیں اور نہ ہی کوئی ساز و سامان اُن کا دامن کھانے پینے کی اشیاء سے بھی خالی ہے اور نہ سفر میں اُن کا کوئی ساتھی اور نہ ہی کوئی رفیق ہے جسکی وجہ سے اُن کا سفر آسان ہو جائے۔ ان کا کوئی ایسا مخلص اور ہمدرد دوست بھی نہیں جن سے وہ اپنی پریشانیاں دکھ درد اور غم بتا کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر سکے۔ ان کا کوئی ہمراز اور رازداں نہیں ہوتا جو ان کے چھپے ہوئے درد کو سُن سکے اور ان کو دوران سفر تسلی و تشفی دے دیں اور ان کا سفر آساں بنا دے۔ ان تمام چیزوں کے نہ ہونے کے باوجود بھی مسافر اُمید کے سہارے خوشی خوشی آگے بڑھتا ہے اور منزل پر پہنچ کر کامیابی کی موتی پاتا ہے۔ اے امید وہ تیری ہی وجہ اس طرح سفر اختیار کئے ہوئے ہیں۔ بے سہارا لوگ تیرے آسرے پہ اس طرح خوش خوش جاتے ہیں اور بعد میں کامیابیاں حاصل کرتے ہیں۔ اے اُمید یہ سب تمہاری ہی وجہ سے ہے۔

بند نمبر ۷

زمین جوتنے کو جب اُٹھتا ہے جوتا　　　　کہیں کا گماں تک نہیں جب کہ ہوتا
شب و روز محنت میں ہے جان کھوتا　　　　مہینوں نہیں پاؤں پھیلا کے سوتا
اگر موجزن اس کے دل میں نہ تو ہو
تو دنیا میں غل بھوک کا چار سو ہو۔

تشریح: مسدس کے اس بند میں الطاف حسین حالی امید کی افادیت اور اس کی اہمیت کو دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ اے امید جب ہل چلانے والا زمین میں ہل چلانے کیلئے اُٹھتا ہے تو اُسے روشنی کی کرن دکھائی دینے کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ کاشت کار جب صبح اُٹھتا ہے تو آسمان پر سورج کا نام و نشان تک نہیں ہوتا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کسان بہت وقت پر اُٹھتا ہے ابھی سورج کے نکلنے میں خاصہ وقت ہوتا ہے کہ کسان کھیتی باڑی کے آلات سمیت کھیت میں سرگرم عمل ہوتا ہے اسی امید سے کہ اس کی محنت ضرور رنگ لائے گی وہ دن رات محنت کرتا ہے کھیتوں میں ہل چلاتا ہے بیج بوتا ہے فصلوں کو پانی دیتا ہے یہ سب اسی امید پر کرتے ہیں کہ ایک دن اُن کی زمین سونا اگلے گی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مسلسل محنت کرتا ہے مسلسل کئی مہینوں تک پاؤں پھیلا کر سکھ کی نیند بھی نہیں سوتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اے امید تو ہی اُن کو محنت و شفقت کی ترغیب دیتا ہے۔ اگر یہ جذبہ کسان کے دل میں نہ ہوتا ہر طرف بھوک کا دور دورہ ہوتا اور لوگ بھوکے مرتے۔

بند نمبر ۸

بنے اس سے بھی گر سوا اپنے دم پر　　　　بلاؤں کا ہو سامنا ہر قدم پر
پہاڑ اک فزوں اور ہو [illegible] غم پر　　　　گزرنی ہو جو کچھ گزر جائے ہم پر
نہیں فکر تو دل بڑھائی ہے جب تک
دماغوں میں بو تیری آتی ہے جب تک

تشریح: مسدس کے اس آخری بند میں الطاف حسین حالی اُمید کا درس دے کر اور بہادری کے

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

ساتھ مشکلات سے نبرد آزما ہونے کا سبق دیتا ہے۔ اس بند میں وہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم پر بڑی سے بڑی مصیبت بھی آ جائے اور ہمیں ہر وقت بلاؤں کا مصیبتوں کا سامنا ہو ہر قدم پر دشواریاں ہی دشواریاں ہو۔ ہم پر غموں کے پہاڑ ٹوٹے اور لاکھ آندھیاں آئیں ہم اس کو سہہ لینے کیلئے تیار ہیں۔ اے امید تو ہی ہمیں برداشت کرنے کی ہمت دیتا ہے۔ اے اُمید تو ہمارا حوصلہ بڑھاتی ہے ہم پر جتنے بھی مصیبتیں نازل ہو ہم برداشت کر سکتے ہیں۔ جب تک امید کی خوشبو ہمارے دماغ کو معطر کرتی رہے گی کوئی مشکل ہمیں ہرا نہیں سکتی۔ اُمید ایک ایسی بہار ہے جسے خزاں کا بلکل ڈر نہیں۔

مشقی سوالات

سوال نمبر ۱: جس نظم کے ہر بند میں چھے مصرعے ہوں اسے مسدس کہتے ہیں آپ کی کتاب میں کون کون سی ایسی نظمیں شامل ہیں جو مسدس ہیت میں لکھی گئی ہیں؟

جواب: ہمارے نصاب میں مسدس ہیت میں لکھی گئی جو نظمیں شامل ہے وہ مندرجہ ذیل ہے۔۔ شاعر میر انیس کی نظم ''دُرِّ مُراد'' مرزا سلامت علی دبیر کی نظم تخت فرس پر علیؓ اکبر کا خطاب'' اور الطاف حسین حالی کی نظم ''اُمید'' ہے۔

سوال نمبر ۲: دوسرے بند کی وضاحت تاریخی حقائق کی روشنی میں کریں۔

جواب: اشعار کی تشریح کے تحت دوسرے بند کی تشریح دیکھ لیں۔ پورا جواب اُس میں موجود ہیں۔

سوال نمبر ۳: نظم ''اُمید'' کا خلاصہ لکھیں۔

جواب: جواب کیلئے نظم کے شروع میں خلاصہ دوبارہ پڑھ لیں۔

سوال نمبر ۴: نظم میں جو الفاظ ایک دوسرے کے متضاد استعمال ہوئے ہیں ان کی نشاندہی کریں۔

جواب: نا اُمیدی، ڈھارس، اندھیرا، اُجالا، پیر و جواں، خُرد و کلاں۔

سوال نمبر ۵: تلمیح کی تعریف کریں اور اس نظم سے تلمیحات چُن کر ان کی وضاحت کریں۔

جواب: کلام میں کسی تاریخی واقعے، حدیث، آیات یا کسی تاریخی شخصیت کا حوالہ ہو تو اس کو ادبی اصطلاح میں تلمیح کہتے ہیں۔

اس نظم میں شاعر نے جن تلمیحات کا خوبصورت انداز میں استعمال کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

طوفانِ نوحؑ: نوحؑ نے جب اپنی قوم کو بہت تبلیغ کی اور اس کے باوجود بھی اُن پر ایمان نہیں لائیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس قوم پر عذاب نازل ہوا جس میں نوحؑ کی ساری قوم غرق ہو گئی تھی۔

حضرت یعقوبؑ: حضرت یعقوبؑ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے آپؑ حضرت یوسفؑ کے والد تھے۔ یوسفؑ کے بھائی آپؑ سے حسد کرتے تھے اس لیے انہوں نے یعقوبؑ سے حضرت یوسفؑ کو جدا کیا اُن کی جدائی میں حضرت یعقوبؑ اتنے روئے تھے کہ اُنکی بینائی چلی گئی جو بعد میں حضرت یوسفؑ سے ملاقات میں واپس آ گئی۔

زلیخا: مصر کے بادشاہ عزیز کی بیوی تھی حضرت یوسفؑ کے حسن و جمال پر عاشق ہو گئی تھی بعد میں دونوں کی شادی ہوئی۔

سکندر: ایران کا بادشاہ جنہوں نے اپنی حکمت اور طاقت سے ایران کے بادشاہ دارا کو شکست دی تھی اور خود تخت نشین ہوئے۔

کلمبس: ایک مشہور سیاح تھا جنہوں نے امریکہ دریافت کیا تھا۔

سوال نمبر ۶: مجازِ مرسل کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: مجازِ مرسل کی تعریف پہلے مشقوں میں پوری وضاحت کے ساتھ ہو چکا ہے طلباء دوبارہ پڑھ لیں۔

☆☆☆☆☆☆

اکبر الہ آبادی

پیدائش: ۱۸۴۵ء — وفات: ۱۹۳۱ء

حالاتِ زندگی اور خدمات:

اصل نام سید اکبر حُسین اور اکبر ہی تخلص تھا۔ الہ آباد میں ولادت ہوئی۔ رسمی تعلیم بہت کم تھی۔ ذاتی کوشش سے وکالت کا امتحان پاس کیا۔ ۱۸۸۰ء میں ''جوڈیشنل سرس'' کے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

لئے منتخب ہوئے۔ ڈسٹریکٹ اینڈ سیشن جج کے عہدے تک پہنچے۔ اُن کا شمار اردو کے نامور شعرا میں ہوتا ہے اُن کی شاعری امتیازی اور انفرادی خصوصیات کی حامل ہے اور ان کی مقبولیت کا دارومدار ان کی طنزیہ اور ظریفانہ شاعری پر ہے۔

اسلوب:

اکبر نے اپنی شاعری کا آغاز سنجیدہ کلام سے کیا تھا لیکن جلد ہی اُنھوں نے ایک پیامی شاعر کا منصب اختیار کیا۔ انگریز جو تہذیب اپنے ساتھ لائے تھے، وہ اکبر کو سخت ناپسند تھی۔ چنانچہ قدیم تہذیب کی حمایت اور جدید تہذیب کی مخالفت ان کی زندگی کا نصب العین رہا۔ اکبر بہت بے خوف آدمی تھے۔ سرکاری ملازم ہونے کے باوجود انگریزی تہذیب و تمدن پر سخت تنقید کرتے رہے۔ اس سلسلے میں آنے والی مشکلات کا اندازہ لگاتے ہوئے اُنھوں نے طنز اور ظرافت کا انداز اختیار کیا۔ اُن کے انداز اور اسلوب نے ایسی عالمگیر شہرت اختیار کی آج بھی لوگ اُنھیں ''لِسان العصر'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اکبر الہ آبادی نے ۱۹۲۱ء میں الہ آباد میں وفات پائی۔

مجموعہ کلام: کلیاتِ اکبر

نظم نصیحتِ اخلاقی

شاعر اکبر الہ آبادی

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
ظہور ہونا	ظاہر ہونا	ہونہار	ذہین / جس میں لیاقت اور قابلیت ہو
پند	نصیحت	غیور	غیرت مند
معین	مددگار	نازاں	فخر کرنا
عقیل	عقل مند	افکار	فکر کی جمع

وقتِ کلام	بات چیت کرتے وقت	مائل ہونا	راغب ہونا
قول	بات	وفور	زیادہ ہونا
صدق	سچائی	مکروزور	دھوکہ اور زبردستی
صحبت بد	بُری صحبت	لب	ہونٹ
کسب کمال	ترقی کے کام	اہل شعور	بات سمجھنے والا
نور	روشنی	برتاؤ	سلوک
صابر	صبر کرنے والا		

(خلاصہ)

اس نظم میں اکبر آلہ آبادی نے ہونہار بیٹے کی ایسی خوبیاں بیان کی ہے جن کے سبب والدین بیٹے کو آنکھ کا تارا سمجھتے ہیں اکبر کہتے ہیں کہ لوگ بیٹے کو آنکھوں کا نور کہتے ہیں اور بیٹے ہی کی وجہ سے گھر میں رونق ہوتی ہیں۔ اکبر بھی ان باتوں سے متفق ہیں لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے اور شرط ہی میں ہونہار بیٹے کی ساری خصلتیں لکھی ہیں اکبر کہتے ہیں کہ ہونہار بیٹا نیکیوں کی طرف مائل ہوتا ہے اور بُرائی سے دُور رہتا ہے۔ وہ نہایت باادب اور تہذیب یافتہ ہوتا ہے۔ اپنے بڑوں کی نصیحت کو پوری رہنمائی سے سُنتا ہے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ ہونہار بیٹا باپ کی ہر مصلحت پر راضی ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ میں وہ باکمال، عقیل اور غیور بھی ہوتا ہے وہ اپنے کردار سے خاندان کی عزت و آبرو پر آنچ نہیں آنے دیتا۔ وہ ہر ایک ایسے کام کرنے سے اجتناب کرتا ہے جس میں اُن کی خاندان کی بدنامی ہو وہ بُری صحبت سے دور رہتا ہے اور دل میں ہر کسی کے لیے محبت و احترام کا جذبہ رکھتا ہے۔ جن لوگوں کے بیٹوں میں مندرجہ بالا خوبیاں ہو اور وہ خوشی مناتے ہیں تو یہ خوشی اُن پر اللہ تعالیٰ کی کرم کا ظہور ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس کسی کی اولاد اُن خوبیوں سے محروم ہو اور وہ بھی خوشی مناتے ہیں تو وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

اشعار کی تشریح

شعر نمبر۱: **بیٹے کو لوگ کہتے ہیں، آنکھوں کا نور ہے**

ہے زندگی کا لطف، تو دل کا سرور ہے

تشریح: اللہ تعالیٰ کی لامحدود نعمتوں میں سے ایک نعمت اولادِ نرینہ ہے۔ اکبر آلہ آبادی بھی رقمطراز ہے کہ لوگ بیٹے کو آنکھوں کا نور کہتے ہیں۔ کیونکہ بیٹا والدین کے زندگی میں لطف اور خوشی لے کر آتا ہے بیٹا والدین کی آنکھوں کا ٹھنڈک ہوتا ہے۔

شعر نمبر۲: **گھر میں اسی کے دم سے ہے ہر سمت روشنی**

نازاں ہے اس پہ باپ، تو ماں کو غرور ہے

تشریح: شاعر پہلے شعر کے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گھر کی روشنی اور حسن بیٹے ہی کے مرہون منت ہیں اور باپ بیٹے پر فخر کرتے ہیں کیونکہ وہ اُسے اپنا اصلی وارث اور سرمایہ کُل تصور کرتے ہیں اور اُن کی ماں بھی اپنے بیٹے پر مغرور ہوتی ہیں اور کہتی ہے کہ میرا بھی ایک بیٹا ہے۔

شعر نمبر۳: **خوش قسمتی کی اس کو نشانی سمجھتے ہیں**

کہتے ہیں یہ خدا کے کرم کا ظہور ہے

تشریح: والدین بیٹے کو اپنے لیے خوش قسمتی کی ایک علامت سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم جن لوگوں پر ہوتا ہے تو انہیں نیک اور صالح بیٹا عطا کرتا ہے۔ یعنی والدین بیٹے کو اللہ تعالیٰ کی رحم و کرم ظاہر کرنا تسلیم کر لیتے ہیں۔ اب اسی کی وجہ سے گھر، گھر نہیں رہے گا بلکہ جنت النظیر بن جائے گا۔

شعر نمبر۴: **اکبر بھی اس خیال سے کرتا ہے اتفاق**

اس کا بھی ہے یہ قول کہ ایسا ضرور ہے

تشریح: اکبر آلہ آبادی فرماتے ہیں۔ کہ بیٹے کو لوگ آنکھوں کا نور کہتے ہیں۔ اُن کو خوشی کی علامت تصور کرتے ہیں لوگ بیٹے کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت مانتے ہیں۔ اکبر بھی والدین کی

ان احساسات و جذبات کے ساتھ مکمل طور پر متفق ہیں کیونکہ فطرتاً ہر ماں باپ اپنے بیٹے کے بارے میں ایسے جذبات رکھتے ہیں۔

شعر نمبر۵: **البتہ شرط یہ ہے کہ بیٹا ہے ہونہار**

مائل ہے نیکیوں پہ، بُرائی سے دور ہے

تشریح: شاعر پہلے شعر کی تسلسل کا قائم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں لوگوں کی باتوں سے متفق ہوں کہ بیٹا آنکھوں کا نور ہے زندگی کا لطف اُسی کی مرہون منت ہے لیکن اس میں ایک شرط ہے اگر بیٹا ہونہار ہو۔ نیک کاموں کی طرف مائل ہو اور بُرائی سے اپنے آپ کو بچا کر رکھے تب جا کے یہ بیٹا۔ اصل معنوں میں والدین کی آنکھوں کا ٹھنڈک ہوتا ہے۔

شعر نمبر۶: **سنتا ہے دل لگا کے بزرگوں کی پند کو**

وقتِ کلام لب پہ جناب و حضور ہے

تشریح: شاعر ہونہار بیٹے کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب اُسے کوئی نصیحت کی باتیں کرتا ہے تو وہ غور سے سُنتا بھی ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے اس طرح اُن کی ایک اچھی عادت یہ بھی ہے کہ جب اُن سے بات کی جائیں تو انتہائی شائستگی اور تہذیب سے ہم کلام ہوتا ہے۔

شعر نمبر۷: **برتاؤ اس کا صدق و محبت سے ہے بھرا**

اس میں نہ ہے فریب نہ ہے مکر و زور ہے

تشریح: شاعر کہتے ہیں کہ ہونہار بیٹا صدقِ دل سے لوگوں سے محبت کرتے ہیں اُن کے سلوک میں کسی قسم کا فریب، دھوکہ، اور دغا نہیں ہوتا۔ اُن کا دل ہر قسم دکھاوے سے پاک ہوتا ہے وہ کسی سے جھوٹ نہیں بولتا۔ والدین سے لے کر اپنے عزیز رشتہ داروں اور دوستوں سے سچی محبت اور عقیدت رکھتا ہے۔

شعر نمبر۸: **افکارِ والدین میں ہے دل سے وہ شریک**

ہمدرد ہے معین ہے اہلِ شعور ہے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

تشریح: شاعر فرماتے ہیں کہ ہونہار بیٹا جہاں ایک طرف نیکیوں کی طرف مائل ہوتا ہے تو دوسری طرف اپنے والدین کے افکار میں شریک ہوتا ہے۔ اپنے والدین کی سوچوں کا تکمیل کرتا ہے۔ ہونہار بیٹا ایک طرف لوگوں کا ہمدرد ہوتا ہے تو دوسری طرف وہ خود ذی فہم ہوتا ہے اور ہر کام کا ادراک بروقت رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے پھر وہ زندگی میں ناکام نہیں ہوتا۔

شعر نمبر۹: راضی ہے اس پہ باپ کی جو کچھ ہو مصلحت
صابر ہے با ادب ہے عقیل وغیور ہے۔

تشریح: شاعر فرماتے ہیں کہ ہونہار بیٹا والد کی ہر بات کو خوشی خوشی سے مانتا ہے باپ اُن کو جس راستے پر ڈالتا ہے خوشی خوشی اس پر چلنے لگتا ہے وہ باپ کی ہر مصلحت پر راضی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ صابر بھی ذی فہم اور عقیل بھی ہے اور ساتھ ہی ساتھ ایک غیرتی انسان بھی ہے۔

شعر نمبر۱۰: رکھتا ہے خاندان کی عزت کا وہ خیال
نیکوں کا دوست صحبت بد سے نفور ہے

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ ہونہار بیٹا اپنے خاندان کی عزت و آبرو کا خیال رکھتا ہے۔ کسی بھی محفل میں بیٹھ کر ایسی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں جس کے سبب اُن کے کردار اور خاندان کی عزت و وقار پر آنچ آتا ہو۔ نیک اور سچے بندوں کا دوست ہوتا ہے اور ہر قسم بُری صحبت سے دور رہتا ہے۔

شعر نمبر۱۱: کسب کمال کی ہے شب و روز اُس کو دُھن
علم و ہنر کے شوق کا دل میں وفور ہے

تشریح: شاعر کہتے ہیں کہ ہونہار بیٹے کے سر پر ہر وقت یہ دُھن سوار ہوتا ہے کہ وہ اپنی قابلیت اور ذہانت کو بروئے کار لا کر ایک ایسا بلند مقام حاصل کرے جس میں عزت و احترام ہو۔ اس لیے وہ دن رات محنت کرتا ہے اور ہر غیر ضروری کام سے پرہیز کرتا ہے کیونکہ اُن کو معاشرے میں اپنا ایک الگ مقام بنانا ہوتا ہے۔ اس لیے وہ زیادہ علم و ہنر حاصل کرنا چاہتا ہے۔

شعر نمبر۱۲: لیکن جوان صفات کا مطلق نہیں پتا

اور پھر بھی ہے خوشی تو خوشی کا قصور ہے

تشریح: اس شعر میں اکبر آلہ آبادی اپنی گفتگو کو سمیٹتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر کسی کا بیٹا باادب، ہونہار، مہذب اور اہل شعور نہ ہو اُن میں بڑوں کی عزت کرنے کا خیال نہ ہو والدین کے بتائیں ہوئے باتوں پر عمل نہیں کرتے غرض اُن میں ایک ہونہار بچے کی سی صفات نہ ہو اور اس کے باوجود بھی اُن کے والدین خوش ہے تو پھر یہ خوشی کا قصور ہے۔

مشقی سوالات

سوال نمبر۱: اس نظم میں اکبر آلہ آبادی نے ہونہار بیٹے کی کیا خصوصیات بتائی ہیں؟

جواب: اس نظم میں اکبر آلہ آبادی ہونہار بیٹے کی مندرجہ ذیل خصوصیات بیان کی ہیں۔

۱۔ اکبر آلہ آبادی فرماتے ہیں کہ ہونہار بیٹا صالح اور نیک ہوتا ہے وہ بُری صحبت سے دور رہتا ہے۔ اپنی بزرگوں کی نصیحت کو سنتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ صدق دل سے اپنی عزیز و اقارب کا عزت و احترام کرتا ہے اور ان سے عقیدت رکھتا ہے۔ وہ صابر، باادب، غیور اور عقیل ہوتا ہیں وہ باپ کی مصلحت پر راضی ہوتا ہے۔ اور خاندان کی عزت و آبرو کا خیال رکھتا ہیں۔

سوال نمبر۲: نظم "نصیحت اخلاقی" کا خلاصہ لکھیں؟

جواب: خلاصہ تشریح سے پہلے لکھا جا چکا ہے۔ طلباء و طالبات وہی دوبارہ پڑھ لیں۔

سوال نمبر۳: درج ذیل الفاظ و محاورات کے معنی لکھیں اور جملوں میں استعمال کریں۔

نازاں، ظہور، مکر و زور، کسب کمال، اہل شعور

الفاظ	معنی	جملوں میں استعمال
نازاں	فخر کرنے والا	ہر ماں باپ اپنے نیک اولاد پر نازاں ہوتے ہیں۔
ظہور	ظاہر ہونا	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ظہور کا سلسلہ ازل سے ابد تک جاری رہے گا۔
مکر و زور	دھوکہ اور زبردستی	اقوام متحدہ میں مسلمانوں کے لئے مکر و زور کے قوانین بنے ہوئے ہیں۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

کسبِ کمال	بلندی والا مقام	محنت کے بل بوتے پر کسبِ کمال حاصل کیا جا سکتا ہے۔
اہلِ شعور	عقل مند	اہلِ شعور لوگ کسبِ کمال حاصل کرتے ہیں۔

سوال نمبر۴: اس نظم کا مرکزی خیال لکھیں۔

جواب: اس نظم میں اکبر آلہ آبادی نے ہونہار بیٹے کی خصوصیات بیان کی ہیں۔ کہ جن لوگوں کے اولاد اچھے خصلتوں کے حامل ہوتے ہیں وہ لوگ حقیقت میں خوش قسمت ہوتے ہیں۔ اور جن لوگوں کی اولاد بُری صحبتوں میں اُٹھتے بیٹھتے ہیں۔ نیکیوں سے دور اور بُرائی کی طرف راغب ہوتے ہیں تو وہ لوگ بدقسمت ہوتے ہیں تو ایسے والدین کو اپنے بیٹے کی زندگی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا چاہیئے اور ایک ایسا لائحہ عمل بنانا چاہیئے کہ اُن کا بیٹا بُری صحبتوں کو ترک کر کے اچھے لوگوں کی محفلوں کو اپنائے۔

سوال نمبر۵: اس نظم کے قوافی لکھیں۔

جواب: اس نظم کے قوافی مندرجہ ذیل ہیں۔

نور، سُرور، غرور، ظہور، ضرور، دور، حضور، زور، شعور، غیور، نفور، وفور، اور قصور۔

☆☆☆☆☆☆

حفیظ جالندھری

پیدائش: ۱۹۰۰ء وفات: ۱۹۸۲ء

حالاتِ زندگی:

محمد حفیظ نام اور حفیظؔ ہی تخلص تھا۔ جالندھر میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حافظ شمس الدین تھا۔ اُن کے اُستاد اُنھیں ابوالاثر حفیظ کہتے تھے اور وہ اسی نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم جالندھر ہی میں ہوئی۔ وہ خاندانی حالات اور خانگی ذمہ داریوں کی وجہ سے اپنی تعلیم مکمل نہ کر سکے۔ وہ بائیس سال کی عمر میں جالندھر سے لاہور آئے۔ یہاں کی ادبی فضا میں ان کے ادبی جوہر خوب کُھلے اور جلد ہی وہ اپنے دور کے ممتاز شعرا میں شمار ہونے لگے۔

خدمات:

اُنھوں نے پاکستان کا قومی ترانہ اور اسلام کی منظوم تاریخ ''شاہنامۂ اسلام'' کے عنوان سے رقم کی۔ اِن دونوں تخلیقات نے اُنھیں زندۂ جاوید بنا دیا۔

اسلوب:

حفیظ بنیادی طور پر گیت نگار ہیں۔ اُن کے گیت جذبات اور لطاف سے بھرپور ہیں۔ وہ عام طور پر چھوٹی اور مترنم بحریں استعمال کرتے ہیں۔ اُن کی شاعری کی خصوصیت غنائیت اور شگفتگی ہے۔ اُن کی شاعری میں ہندی الفاظ کا بے تکلفانہ انداز، ان کے کلام میں مٹھاس پیدا کر دیتا ہے۔ انھوں نے نظموں میں قابلِ قدر تجربے قدر تجربے بھی کیے۔ سادگی، دلکشی، موسیقیت، تغزل، منظرکشی، ندرت تشبیہات، مقصدیت اور متنوع بحروں کا استعمال ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

تصانیف:

سوزساز، تلخابۂ شیریں، تصویرِ کشمیر، بہار کے پھول، نغمہ زار، حفیظ کے گیت، حفیظ کی نظمیں اور چیونٹی نامہ۔

جلوۂ سحر

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
ستارۂ سحر	صبح کا ستارہ	زادگانِ شب	رات کے پیدا کردہ
رنگ آنا	رونق آنا	پریت	محبت
شرق	مشرق	فسوں گر	جادوگر
شرار	چنگاریاں	زیب بر	جسم پر سجا ہوا
شہور	حاضر/شاہد کی جمع	زیب بر	جسم پر سجا ہوا

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

فراز کوہ	پہاڑ کی بلندی	خندہ نگاہ	مسکراتی آنکھوں سے
تاج زر	سونے کا تاج	حسینۂ نمود	جو کچھ موجود ہے اس کا حسینۂ
سنکھ	ناقوس، بیل کی سینگ سے بنتا ہے / گھنٹی	طلسم شب	رات کا جادو
نگاہِ جان	زندگی کی نظر	سعادت	خوش بختی
صنم کدہ	بُت خانہ	رباب	ایک آلہ موسیقی
پجاری	پوجا کرنے والا	نیاز	حاجت، آرزو
تان اُڑانا	گیت گانا	جوئبار	پہاڑی ندی
ٹمٹمانا	مدہم اور کم کم روشنی دینا	جھلملانا	کم کم چمکنا
بندگی	عبادت	شبنمی ہوا	ایسی ہوا جس میں اوس کی نمی ہو
سحاب نور	نور کے بادل	جلوہ گاہ	نظارے کی جگہ
صحت آفریں	صحت بنانے والی	نوا	آواز
محو	گم	مکیں	رہنے والا
صدائے آبشار	آبشار گرنے کی آواز		

(خلاصہ)

حفیظ جالندھری نے بڑے دل کش انداز میں طلوع صبح کا منظر پیش کیا ہے۔ کہ صبح صادق کے وقت ستارہ سحر صبح کی آمد کا خبر دے کر ڈوب گیا۔ اس رات کو چمکنے والے ستارے اپنی ٹمٹماہٹ اور مسلسل چمکنے سے تھک ہار کر سو گئے۔ مشرق کی طرف سے نور کا ایک غبار اُٹھا جس نے رفتہ رفتہ نگاہ کو متاثر کرنا شروع کر دیا۔ اسی دوران مسجدوں سے آذان کی صدائیں گونج اُٹھی اللہ والے اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ مندروں میں گھنٹیاں (سنکھ) بجنا شروع ہو گئے۔ اور ہندو بھی

اپنی مذہب کے مطابق عبادت میں مصروف ہو گئے۔ کسانوں کی چونکہ ایک روایت رہی ہیں کہ صبح سویرے اُٹھتے ہیں۔ تو وہ بھی اُٹھے اور اپنی مویشیوں کو ساتھ لے کر کھیتوں کو روانہ ہوئے۔ صبح کے وقت چونکہ تازہ ہوا چلتی ہے اوس پڑی ہوتی ہے تو تازہ ہوا دل و دماغ کو معطر کر دیتا ہے۔

شہر میں بسنے والے لوگ اس لحاظ سے بدنصیب ہے۔ کیونکہ وہ اس پر لطف نظارے سے محروم ہوتے ہیں۔ صبح جو کہ ایک حسینہ کی مانند ہے س پر زر کا تاج پہنے نور کا لباس پہنے پہاڑ کے چوٹی پر نمودار ہوئی جس کی مسکراہٹ سے سارے پہاڑ منور ہو گئے۔ ندی کی بہنے کی دلفریب آواز اور آبشار کی صدائیں صبح کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

بند نمبر ۱

چلا ستارہ سحر سنائے صبح کی خبر
زمیں پہ نور چھا گیا فلک پہ رنگ آ گیا
زمیں پہ نور چھا گیا فلک پہ رنگ آ گیا
تمام زادگان شب چمک چمک کے سوے ہے
شرار آسمان شب دمک دمک کے سو گئے
ستارے زرد ہو چکے چراغ سرد ہو چکے
وہ ٹمٹما کے رہ گئے یہ جھلملا کے رہ گئے
جلد ستارہ سحر سنا کے صبح کی خبر

اس نظم میں حفیظ جالندھری نے نہایت ہی خوبصورت انداز میں صبح کے منظر کو پیش کیا ہے۔ شاعر فرماتے ہے کہ صبح کا ستارہ رخصت ہو گیا اور جاتے جاتے صبح کی خبر سنا گیا۔ صبح کا ستارہ تھوڑی دیر کیلئے نمودار ہوا اور پھر غائب ہو گیا گویا اس نے صبح کی آمد کی خبر دے دی۔ زمین پہ ہر طرف روشنی پھیل گئی اور آسمان بھی صاف دکھائی دینے لگا آسمان کا بیاہ رنگ ختم ہو گیا اور اس طرح آسمان کا نیلا رنگ صاف اور واضح دکھائی دینے لگا رات سے تعلق رکھنے والی تمام چیزیں جو ساری رات چمک

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

رہے تھے اب سونے کیلئے چلے گئے اور نظروں سے غائب ہوگئے ستارے ساری رات چمکنے کے بعد تھک کر آرام کرنے چلے گئے۔ رات کے وقت آسمان کی چنگاریاں یعنی ستارے کبھی سفید اور کبھی سُرخ ہوتے ہوتے سو گئے یعنی چھپ گئے۔ چراغ بھی ساری رات جلنے کے بعد بڑا اشغلہ دے کر بجھ گئے ان ستاروں میں بعض کی روشنی مدھم پڑ گئی اور بعض جل کر بجھ گئے
صبح کے ستارہ صبح کی نوید دے کر معدوم ہوا اور خوشخبری سُنا گیا۔

بند نمبر ۲

یکا یک ایک نور کا   غبار شرق سے اٹھا
وہ رفتہ رفتہ بڑھ چلا   اور آسمان پہ چھا گیا
حسینہ نمود نے   سیہ نقاب اُٹھا دیا
فسوں گر شہود نے   طلسم شب مٹا دیا
یکا یک ایک تازگی   یکا یک ایک روشنی
نگاہ جاں میں آ گئی   حیات میں سما گئی
یکا یک ایک نور کا   غبار شرق سے اٹھا

نظم کے اس دوسرے بند میں حفیظ جالندھری صبح کے منظر اور سورج کی آمد کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اچانک مشرق سے سورج طلوع ہو گیا اس کی روشنی آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے سارے آسمان پر چھا گئی۔ شاعر فرماتے ہیں کہ صبح کی حسینہ نے اپنے چہرے سے رات کا سیاہ پردہ ہٹا دیا اور اپنا جلوہ ظاہر کر دیا۔ قدرتی طور پر حسن نمائش چاہتا ہے۔ اپنے حسن کی نمائش کرنے والی حسینہ جو سیاہ نقاب اوڑھا ہوا تھا اُٹھا دیا تا کہ لوگ اس کے حسن کے دیدار سے لطف اندوز ہو سکیں مطلب یہ کہ رات ختم ہوئی اور دن نکل آیا۔ صبح کے جادوگر نے حاضر ہو کر رات کے طلسم کو توڑ دیا۔ ایک دم ہر طرف ایک تازگی پھیل گئی فوراً ہی روشنی پھیل گئی۔ اچانک ایک تازگی اور رعنائی نظروں میں آ گئی اور زندگی میں روح بس گئی۔ اسی روشنی نے کائنات میں زندگی کی لہر دوڑا دی۔ ایسے میں اچانک روشنی کا ایک

طوفان مشرق کی طرف سے اُٹھا۔

بند نمبر ۳

عبادتوں کے در کھلے   سعادتوں کے در کھلے
در قبول وا ہوا   دُعا کا وقت آ گیا
اذان کی صدا اٹھی   جگا دیا نماز کو
چلی ہے اُٹھ کے بندگی   لئے ہوئے نیاز کو
صنم کدہ بھی کھل گیا   اُٹھا ہے شور سنکھ کا
چلو نمازیو! چلو   اُٹھو پجاریو! اٹھو
عبادتوں کے در کھلے   سعادتوں کے در کھلے

حفیظ جالندھری نہایت ہی خوبصورت انداز میں صبح کے وقت کی عبادات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عبادت گاہوں کے دروازے عبادت کیلئے کھل گئے ہیں۔ دن نکلنے میں دنیا کے ہر مذہب کے ماننے والے اپنے اپنے طریقے کے مطابق عبادت یا پوجا کرتے ہیں اس لیئے شاعر کہتا ہے کہ تمام عبادت گاہوں کے دروازے کھل گئے ہیں۔ عبادت کرنا نیک بختی کی دلیل ہے یہ درحقیقت خوش قسمتی کے دروازے ہیں۔ صبح کی آذان کی آواز بلند ہوئی اور اس نے مسلمانوں کو نماز پڑھنے کیلئے بیدار کر دیا۔ تا کہ وہ اللہ کے سامنے اپنی عاجزی اور نیازمندی کا مظاہرہ کر سکے۔ آذان کی آواز سُنتے ہی نمازی اُٹھ جاتے ہیں اور عاجزی کیساتھ مسجد کی طرف عبادت کیلئے روانہ ہو جاتے ہیں اس کے بعد گھنٹیوں کا شور بھی بلند ہوا اس کا مطلب ہے کہ بت خانے کا دروازہ بھی کھل گیا ہے۔ اے مندروں میں پوجا کرنے والوں تم بھی اٹھو اور اپنی پوجا پاٹ شروع کر دو۔ عبادتوں کے دروازے کھل چکے ہیں نیکی اور بھلائی کے در بھی کھلے ہیں۔

بند نمبر ۴

کسان اٹھ کھڑے ہوئے   مویشیوں کو لے چلے

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

کہیں مزے میں آ گئے　　تو کوئی تان اڑا گئے
یہ سرد شبنمی ہوا　　یہ صحت آفریں سماں
یہ فرشِ سبز گھاس کا　　یہ دل فریب آسماں
بسے ہوئے پریت میں　　ہیں محوان کے گیت میں
کہاں ہیں شہر کے مکیں　　وہ بے نصیب اُٹھے نہیں
کسان اٹھ کھڑے ہوئے　　مویشیوں کو لے چلے

اس بند میں حفیظ جالندھری صبح کے وقت کا کام کرنے والوں کا حوالہ دیتے ہیں کہ کسان عبادت سے فراغت کے بعد اپنے جانوروں کو لے کہ کھیتوں کی طرف کام کرنے کیلئے روانہ ہو جاتے ہیں۔ جب وہ ترنگ میں آتے ہیں تو کوئی گیت گنگنانے لگتے ہیں۔ صبح کا منظر نہایت ہی نیرالا ہوتا ہے۔ صبح کے وقت کی ایک خوبصورتی یہ بھی ہے کہ صبح تازا ہواؤں کا میلہ لگتا ہے۔ صبح کے وقت کی اوس والی ٹھنڈی ہوا صحت کیلئے ایک انمول تحفہ ہے صبح کے وقت چلنے والی نمدار اور ٹھنڈی ہوا صحت کیلئے نہایت ہی مفید ہے۔ زمین پر سبز گھاس کا فرش نہایت ہی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اور آسمان کا نظارہ ایسے لگتا ہے کہ جیسے کسی نے اس کو دھل کر پاک کیا ہوا۔ چونکہ صبح کی فضا آلودگی سے پاک ہوتی ہے۔ اس لئے ہر چیز نکھری نکھری معلوم ہوتی ہے۔ صبح کے اس سُہانے منظر میں شہر کے رہنے والے لوگ کہاں ہیں شاید وہ بدنصیب ابھی تک بیدار نہیں ہوئے۔ شہری لوگ گاؤں والوں کے مقابلے میں دیر سے سوتے ہیں اور دیر سے جاگتے ہیں۔ اس لیے ان کی صحت گاؤں والوں کے مقابلے میں کمزور ہوتی ہے۔

بند نمبر ۵

اٹھی حسینہ سحر　　پہن کے سر پہ تاج زر
لباس نور زیب بر　　چڑھی فراز کوہ پر
وہ خندہ نگاہ سے　　پہاڑ طور بن گئے
وہ عکس جلوہ گاہ سے　　سحاب نور بن گئے
نوائے جائبار اٹھی　　صدائے آبشار اٹھی

ہواؤں کے رباب اٹھے　　خوش آمدید کے لئے
اٹھی حسینہ سحر　　پہن کے سر پہ تاج زر

حفیظ جالندھری نظم کے اس آخری بند میں صبح کے حسین منظر کو نہایت ہی خوبصورت انداز میں حسینہ سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صبح کا منظر کچھ ایسا ہے کہ کسی حسینہ عورت نے سر پہ سونے کا تاج پہنا ہوا ہے۔ یہ حسینہ روشنی کا لباس زیب تن کئے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر کھڑی ہے اور اس کی روشنی پہاڑوں پر پھیلی ہوئی ہے حسن کی وجہ سے وہ پہاڑ کوہ طور کی طرح نظر آنے لگا پہاڑوں پر روشنی اس طرح نظر آ رہی ہے۔ جیسے کوہ طور پر حضرت موسیٰ نے روشنی کے جلوے دیکھتے تھے۔ سورج کی کرنوں کی چمک سے بادل بھی روشن ہوتے ہیں ندی کے بہنے کی آوازیں اور پہاڑوں سے گرتی ہوئی آبشاروں کی آوازوں نے ایک سماں باندھ دیا ہے۔ بادنسیم کا چلنا ایسا ہے کہ جیسے فضاؤں میں سریلی تانیں اڑ رہی ہو۔ ہوائیں اس طرح چل رہی ہیں جیسے کوئی رباب بجا رہا ہو۔ ہواؤں کے چلنے سے پیدا ہونے والی آواز کو شاعر رباب کا بجنا کہہ رہا ہے۔ یہ رباب صبح کی آمد کی خوشی میں بجائے جا رہے ہیں گویا صبح کا استقبال نہایت شاندار طریقے سے کیا جا رہا ہے۔

مشقی سوالات

سوال نمبر۱: جلوہ سحر میں پیش کیا گیا صبح کا منظر اپنے الفاظ میں بیان کریں؟

جواب: حفیظ جالندھری نے بڑے دلفریب انداز میں صبح کا منظر پیش کیا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ صبح صادق کے وقت ستارہ سحر صبح کی آمد کا خبر دے کر ڈوب جاتا ہے۔ رات کو چمکنے والے ستارے آخر کار تھک ہار کر سو جاتے ہیں۔ مشرق کی طرف سے روشنی کا ایک غبار اُٹھتا ہے اور آہستہ آہستہ ساری کائنات میں پھیل جاتا ہے۔ سحر کی آمد کے ساتھ ہی لوگ اپنے مذہبوں کے مطابق عبادت میں مشغول ہو گئے۔ کسان اپنے جانوروں کو لے کر کھیتوں کی جانب روانہ ہوتے ہیں۔

سوال نمبر۲: اس نظم میں صبح کا منظر بڑی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ شام کے منظر کو اپنے الفاظ میں بیان کریں؟

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

جواب: شام کا وقت بھی صبح کی طرح دلفریب ہوتا ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں۔ شام کے وقت غروب آفتاب کا منظر قابل دید ہوتا ہے۔ سورج کی روشنی مدھم ہو کر آسمان کے افق پر شفق کا رنگ پھیلتا ہے۔ کسان کھیتوں میں محنت کے بعد جانوروں کو لے کر گھروں کو لوٹتے ہیں۔ اندھیرا آہستہ آہستہ چاروں سمت پھیل جاتا ہے چاند اپنا جلوہ دکھانے کے لئے بے تاب ہوتا ہے۔ پرندے اپنے گھونسلوں کو لوٹ جاتے ہیں۔ کائنات کا ہر ذی روح اپنے مسکن کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر ۳: آخری بند میں شاعر نے صبح کو "حسینہ سحر" کے ایک کردار کی صورت میں پیش کرتے ہوئے اس کے استقبال کو کن لفظوں میں بیان کیا ہے؟

جواب: شاعر نے صبح کو اُن کی خوبصورتی اور دلفریبی سے متاثر ہو کر ایک کردار کے طور پر پیش کیا۔ حسینہ سحر سر پر سونے کا تاج پہن کر اٹھتی ہیں۔ تن پر نور کا لباس پہن کر پہاڑ کی چوٹی پر نمودار ہوتا ہے اور اس کے استقبال کے لیئے ندیوں کی صدائیں آبشاروں کی آوازیں اور ہواؤں میں رباب کی گونج خوش آمدید کے لیے آتی ہیں۔

سوال نمبر ۴: جملے بنائیں۔

یکا یک، سعادت، صحت آفرین، جلوہ گاہ، جوئبار، آبشار

جواب:

الفاظ	جملوں میں استعمال
یکا یک	کمرہ امتحان میں ممتحن یکا یک داخل ہوا۔
سعادت	عاصم حج کی سعادت حاصل کرنے مکہ مکرمہ چلے گئے ہیں۔
صحت آفریں	ورزش کرنا صحت آفریں کا دلیل ہے۔
جلوہ گاہ	صحابہؓ آپؐ کے جلوہ گاہ میں بیٹھ کر آپؐ سے روزمرہ کے حالات بیان کرتے تھے۔
جوئبار	بارش کے بعد جوئبار میں طغیانی کا سماں تھا۔
آبشار	ناران کاغان میں بہت سے خوبصورت آبشار ہیں۔

سوال نمبر ۵: کنایہ کی تعریف کریں اور مثالوں کی مدد سے وضاحت کریں۔

جواب: کنایہ کے لغوی معنی ہیں۔ پوشیدہ یا چھپا کر بات کہنا اصطلاح میں کنایہ سے مُراد یہ ہے کہ کلام میں کوئی لفظ حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں کچھ اس طرح استعمال کیا جائے کہ دونوں معنی لئے جا سکے۔ حقیقت میں کلام لکھنے والے کا مقصد مجازی معنی ہوتی ہیں لیکن غور سے پڑھنے سے واضح طور پر حقیقی معنی بھی مُراد لئے جا سکتے ہیں۔

مثالیں:

عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب
دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک

کچھ کرو فکر اس دیوانے کی
دھوم ہے پھر بہار آنے کی

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن
آخر وقت میں کیا مسلمان ہوگئے

☆☆☆☆☆☆

سید محمد جعفری

پیدائش: ۱۹۰۵ء وفات: ۱۹۷۶ء

حالات زندگی:

سید محمد جعفری نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی ایس سی آنرز (کیمیا) کی سند حاصل کرنے کے بعد علم کی تشنگی بجھانے کے لیے ایم اے فارسی اور ایم اے انگریزی ادبیات کیا۔ ان کے اساتذہ میں ممتاز مزاح نگار پطرس بخاری بھی شامل تھے۔ سید محمد جعفری نے مصوری اور خطاطی کی تعلیم و تربیت بھی حاصل کی۔ کچھ عرصہ محکمہ تعلیم سے منسلک رہے۔ بعدازاں وزارت اطلاعات و نشریات سے وابستہ ہو گئے اور وہیں سے ریٹائرمنٹ لی۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

اسلوب:

سید محمد جعفری کا شمار ایسے طنزیہ اور مزاحیہ شعرا میں ہوتا ہے جنھوں نے ظرافت اور طنز کو ملکی اور سماجی اصلاح کا ہر ہتھیار بنایا۔ اُن کا طنز کاری ضرور ہے مگر اس قدر شگفتہ ہے کہ قاری کو نہ صرف لطف اندوز کرتا ہے بلکہ غور وفکر اور اصلاح کی دعوت بھی دیتا ہے۔ وہ ملکی ثقافت اور تہذیب وتمدن کو مغربی اثرات سے پاک دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نظم پُرانا کوٹ میں اُنھوں نے غلامانہ ذہنیت کو طنز کا نشانہ بنایا ہے اور ماضی سے عبرت حاصل کرنے کا درس دیا ہے۔

مجموعہ کلام: شوخیٔ تحریر۔

نظم پرانا کوٹ

شاعر: سید محمد جعفری

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
جاڑوں	سردیوں	آزمودہ کار	کام میں آزمایا ہوا/ تجربہ کار، ہنرمند
صلائے عام	دعوتِ عام	خستہ سامانی	خراب حالت
گورے	انگریز	ضرب کاری	مؤثر چوٹ
وضع	بناوٹ/انداز	نگہ	نگاہ کا مخفف
قلیل	کم/تھوڑی	آفتاب	سورج
جامہ	لباس	جے	زندہ باد
مثل	کی طرح	صنعت	کاریگری
ورق	صفحہ	دستکاری	ہاتھ کا کام
قدرداں	قدر وعزت جاننے والے	دہان	منہ
خراج	ٹیکس	انگھڑیوں	چھوٹی چھوٹی آنکھیں

وضاحت طلب

واسکوڈی گاما Vasco da Gama:۔

ایک پرتگالی جہاز ران جس نے راس اُمید کا چکر کاٹ کر ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کیا ستمبر ۱۴۹۴ء میں کالی کٹ اترا اور ہندوستان سے تجارت کا آغاز کیا اور اس طرح ہندوستان اور پرتگال کے تجارتی روابط استوار ہوئے۔

مارکوپولو Marco polo:۔

وینس کا مشہور ملاح وسیاح، اس نے اپنے باپ اور چچا کے ساتھ ۱۲۶۰ء تا ۱۲۹۱ء چین کا سفر کیا اور وہاں کے حاکم قبلائی خان سے ملاقات کی۔

اشعار کی تشریح

شعر نمبر ۱:۔ خریدا جاڑوں میں نیلام سے پُرانا کوٹ
جو پھٹ کے چل نہ سکے، یہ نہیں ہے ایسا نوٹ

تشریح:۔ سید محمد جعفری فرماتے ہیں کہ جب سردیوں کا زمانہ آگیا۔ تو میں نے بازار کا رُخ کیا وہاں پر کوٹوں کی نیلامی ہو رہی تھی مجھے بھی ایک کوٹ پسند آیا اور اُسے خریدا۔ یہ کوٹ پُرانا ہے جگہ جگہ سے پھٹا بھی ہے لیکن پھر بھی کارآمد ہے یہ نوٹ کی طرح نہیں کہ جب تھوڑا سا بھی پھٹ جائیں تو بے کار ہو جاتا ہے اور اپنی افادیت کھو دیتا ہے۔

شعر نمبر ۲:۔ بنا ہے کوٹ یہ نیلام کی دکان کے لیے
''صدائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے''

تشریح:۔ اس شعر میں شاعر نے صنعت تضمین کا خوبصورت استعمال کیا ہے۔ اس شعر میں پہلا مصرع شاعر کا خود ساختہ ہے اور جو مصرع واوین میں بند ہے یہ مرزا غالب کا ہے اس کو تضمین کہتے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

ہیں کہ شاعر ایک مصرع اپنا لکھ لیتا ہے اور دوسرا کسی دوسرے شاعر کا لکھ کر دواوین میں بند کر لیتا ہے ۔شاعر کہتا ہے کہ یہ کوٹ نیلام کے دکان کے لیے خاص طور پر بنا ہے اور چونکہ یہ ایک کارآمد چیز ہے اس کو بار بار کام میں لاسکتا ہے تو اس لیے میری طرف سے تمام اہل شعور کو مشورہ ہے کہ وہ آئیں اوور اس کوٹ کی پوری جانچ کرنے کے بعد خریدیں۔

شعر نمبر ۳:۔ بڑا بزرگ ہے آزمودہ کار ہے یہ
کسی مرے ہوئے گورے کی یادگار ہے یہ

تشریح:۔ یہ کوٹ چونکہ بہت پُرانا ہے تو اس وجہ سے یہ بہت تجربہ کار بھی ہے۔ یہ کوٹ مختلف ملکوں میں گھوم پھر کر یہاں پہنچا ہے کیونکہ اس کی صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوٹ کسی گورے کے زیر استعمال رہا ہیں۔ اب گورا مر چکا ہے لیکن اُن کا کوٹ یادگار کے طور پر موجود ہے۔ اور لوگ اس کو استعمال کر رہے ہیں۔

شعر نمبر ۴:۔ پُرانی وضع کا بے حد عجیب جامہ ہے
پہن چکا اسے "واسکوڈی گاما" ہے

تشریح:۔ شاعر کہتے ہیں کہ اس کوٹ کی وضع (بناوٹ) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت پُرانا ہے کیونکہ یہ ایک عجیب قسم کا ہے۔ کیونکہ یہ اتنا پُرانا لگ رہا ہے کہ شاید مشہور سیاح واسکوڈی گاما بھی اس کو پہن چکا ہے۔ مُراد یہ ہے کہ یہ کوٹ مشہور پرتگالی سیاح واسکوڈی گاما کے زمانے سے چلا آرہا ہے۔ جس سے اس کوٹ کے پُرانے پن کا اندازہ ہوتا ہے۔

شعر نمبر ۵:۔ نہ دیکھ کہنیوں پر اس کی خستہ سامانی
پہن چکے ہیں اسے تُرک اور ایرانی

تشریح:۔ اس شعر میں شاعر فرماتے ہیں کہ یہ کوٹ اتنا پُرانا ہو چکا ہے کہ لوگوں کے پہنتے پہنتے اتنا استعمال ہُوا ہے کہ کہنیوں سے جگہ جگہ پر پھٹ بھی گیا ہے کیونکہ یہ کوٹ گوروں کے بعد ترک اور ایران کے لوگوں کے زیر استعمال بھی رہا ہیں۔

شعر نمبر ۶:۔ جگہ جگہ وہ پھرا مثل مارکو پولو
وہ کوٹ کوٹوں کا لیڈر ہے اس کی جے بولو

تشریح:۔ شاعر فرماتے ہیں کہ یہ کوٹ مشہور سیاح مارکو پولو کی طرح نگر نگر گھوما پھرا ہے کوٹ دُنیا کی مختلف ملکوں کے عوام کے زیر استعمال رہا ہے۔ جبکہ یہ ایک پُرانا کوٹ ہے تو یہ کوٹ تمام کوٹوں کا لیڈر ہے اور اس کی زیادہ عمر تک سالم رہنے کے لئے دُعا مانگو

شعر نمبر ۷:۔ بڑا بزرگ ہے گو وہ قلیل قیمت ہے
میاں! بزرگوں کا سایہ بڑا غنیمت ہے

تشریح:۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ کوٹ بہت پُرانا ہے اور اس کی قیمت بہت ہی کم ہے۔ جن لوگوں کو یہ مل جائے وہ خوش نصیب ہونگے کیونکہ ہر انسان کو بزرگوں کا سایہ نصیب نہیں ہوتا اور جن کو بزرگوں کی پیار و محبت نصیب ہوتی ہے وہ اُس کو غنیمت سمجھتے ہیں۔

شعر نمبر ۸:۔ ہیں اس پر دھبے جو سرخی کے اور سیاہی کے
نشان ہیں کسی ٹیچر کی بادشاہی کے

تشریح:۔ شاعر کہتے ہیں کہ اس کوٹ پر جگہ جگہ پر نہ مٹنے والی سُرخی اور سیاہی کے دھبے موجود ہے اور اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ یہ کسی ٹیچر کے زیر استعمال بھی رہا ہے۔

شعر نمبر ۹:۔ جگہ جگہ پہ یہ کیڑوں کی ضرب کاری ہے
نئی طرح کی یہ صنعت ہے دستکاری ہے

تشریح:۔ اس شعر میں شاعر فرماتے ہیں کہ اس کوٹ کو کچھ عرصہ کسی نے استعمال نہیں کیا تھا کسی صندوق وغیرہ میں پڑے رہنے سے کیڑوں نے اس کو جگہ جگہ سے سُوراخ کئے ہیں لیکن پھر بھی یہ کوٹ بُرا نہیں لگ رہا بلکہ ایسا لگ رہا ہے کہ یہ ایک نئی صنعت ہے اور اس پر کسی نے خوبصورت نقش و نگار کیا ہوا ہیں۔

شعر نمبر ۱۰:۔ جو قدر دان ہے وہ جانتے ہیں قیمت کو

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

کہ آفتاب چُرا لے گیا ہے رنگت کو

تشریح:۔ شاعر کوٹ کے پُرانے پن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ کوٹ باوجود خستہ اور پُرانا ہونے کے اپنی قیمت کم نہیں کرتا بلکہ اس کی قدر و منزلت میں اضافہ کرتا ہے۔ یہ کوٹ بہت استعمال سے اس قدر پُرانا ہو چکا ہے کہ اس کا اپنا رنگ بھی غائب ہو چکا ہے۔ اور ایسا لگ رہا ہے کہ اس کے رنگ کو سُورج چُرا کے لے گیا ہے۔

شعر نمبر ۱۱:۔ یہ کوٹ کوٹوں کی دنیا کا باوا آدم ہے
اگرچہ ہے وہ نگہ جو نگاہ سے کم ہے

تشریح:۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ کوٹ کوٹوں کی دُنیا کا باپ ہے۔ یعنی دُنیا میں سب سے پہلے یہ کوٹ بنا ہے یہ کوٹ اتنا پُرانا ہو چکا ہے کہ پہلی نظر میں کوئی متاثر نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود اس کی اپنی قدر و منزلت اور اہمیت ہے۔

شعر نمبر ۱۲: دہان زخم کی مانند ہنس رہے ہیں کاج
وصول کرتے ہیں چینی کے انکھڑیوں سے خراج

تشریح:۔ شاعر کہتے ہیں کہ اس کوٹ میں بٹن ڈالنے کے لیئے جو کاج بنے ہوئے ہیں۔ مسلسل استعمال سے وہ بھی پھٹ چکے ہیں اور مُنہ کی زخم کے مانند دکھائی دیتے ہیں۔ یہ پھٹے کاج چینی باشندوں کی گول گول آنکھوں کی طرح لگ رہے ہیں۔ اور یوں لگتا ہے۔ جیسے کوئی چینی باشندہ اپنے گول گول آنکھوں سے دُنیا کے مناظر دیکھ رہا ہوں۔

شعر نمبر ۱۳:۔ جگہ جگہ جو یہ دھبے ہیں اور چکنائی
پہن چکا ہے کبھی اس کو کوئی حلوائی

تشریح:۔ شاعر کہتے ہیں کہ اس کوٹ پر جگہ جگہ گھی اور چکنائی کے دھبے لگے ہوئے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کوٹ کسی حلوائی کے زیر استعمال بھی رہا ہیں۔ جس کی وجہ سے اس پر جگہ جگہ چکنائی کے دھبے لگے ہوتے ہیں۔

شعر نمبر ۱۴:۔ گزشتہ صدیوں کی تاریخ کا ورق ہے کوٹ
خریدو اس کو کہ عبرت کا اک سبق ہے کوٹ

تشریح:۔ شاعر کہتے ہیں کہ یہ کوٹ اپنی نوعیت کی ایک تاریخی ورق ہے جس پر مختلف معاشروں کی عروج و زوال کی ورق گردانی کی گئی ہیں معلوم نہیں یہ کوٹ کس ملک سے ہوتے ہوئیں کہاں سے کہاں تک پہنچا ہیں۔ اور مختلف قوموں کے زیر استعمال رہا ہے اس لیے اس کوٹ کی اہمیت میں اور بھی اضافہ ہوتا ہیں اس لئے اس کو خریدنا اور بھی ضروری ہیں۔

مشقی سوالات

سوال نمبر ۱:۔ شاعر نے پُرانے کوٹ کی خامیوں کو کیسے خوبی بنا کر پیش کیا ہے؟

جواب: سید محمد جعفری نے طنز و مزاح میں پُرانے کوٹ کی خامیوں کو پیش کیا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ یہ کوٹ تمام کوٹوں کا باوا آدم ہیں۔ اس کوٹ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ واسکوڈی گاما نے بھی اس کو استعمال کیا ہے۔ کوٹ میں کیڑوں نے جگہ جگہ پر سُوراخ کئے ہیں شاعر کہتے ہیں کہ یہ سُوراخ ایک نئی کاریگری لگ رہی ہیں۔ یہ کوٹ اس لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ دنیا کے مختلف قوموں جیسے ایرانی، ترکی وغیرہ استعمال کر چکے ہیں۔

سوال نمبر ۲:۔ تشبیہ اور استعارے سے کیا مُراد ہے؟ اس نظم میں شاعر نے پُرانے کوٹ کے لیے کیا کیا تشبیہات اور استعارات استعمال کیے ہیں؟

جواب: **تشبیہ**: تشبیہ کی لغوی معنی ہے کی طرح، کی مانند یا کی مثل یعنی کسی چیز کو دوسری چیز کی مشترکہ خوبیوں اور خامیوں کی مانند یا کی مثل قرار دینا تشبیہ کہلاتا ہے۔ **مثلاً**:

ا۔ علی شیر کی طرح بہادر ہے۔
ب۔ ظہیر لومڑی کی طرح چالاک ہے۔
ج۔ نورین چاند کی طرح خوبصورت ہے۔

استعارہ: استعارہ کی لغوی معنی مستعار (اُدھار) لینا ہے۔ علم بیان کی اصطلاح میں جب کوئی لفظ

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی میں اس طرح استعمال ہو جائے کہ حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق موجود ہو تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔

نظم کے حوالے سے تشبیہات کا استعمال

۱۔ع جگہ جگہ وہ پھرا ''مثلِ'' مارکوپولو

۲۔ع دہان زخم کے مانند نہیں رہے ہیں کاج

نظم کے حوالے سے استعارات کا استعمال

۱۔ع بڑا بزرگ ہے آزمودہ کار ہے یہ

۲۔ع پہن چکا اسے خود واسکوڈی گاما

سوال نمبر۳: مصرعے مکمل کریں۔

۱) کسی مرے ہوئے گورے کی--------

۲) پہن چکے ہیں اسے------------

۳) میاں بزرگوں کا سایہ-----------

۴) نئی طرح کی یہ صنعت ہے----------

۵) گزشتہ صدیوں کی تاریخ کا---------

جواب:

۱۔ کسی مرے ہوئے گورے کی یادگار ہے یہ

۲۔ پہن چکے ہیں اسے تُرک اور ایرانی

۳۔ میاں بزرگوں کا سایہ غنیمت ہے

۴۔ نئی طرح کی یہ صنعت ہے دستکاری ہے

۵۔ گزشتہ صدیوں کی تاریخ کا ورق ہے کوٹ

سوال نمبر۴:۔ نظم ''پُرانا کوٹ'' کا مرکزی خیال لکھیں۔

جواب: نظم پُرانا کوٹ کا مرکزی خیال یہ ہے کہ ایک پُرانا کوٹ اپنے اندر ایک پوری تاریخ رکھتا ہے۔ جس سے مختلف معاشروں کی عروج و زوال کا اندازہ ہوتا ہے دوسرے الفاظ میں اس کا مرکزی خیال اس طرح بھی لکھ سکتے ہیں کہ بحیثیت پاکستانی قوم نصف سے زیادہ آبادی غربت کے لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ اور چونکہ مہنگائی بہت زیادہ ہے اس لیے جاڑوں کے موسم میں غریب لوگ مجبور ہو کر پُرانے کوٹ خریدتے ہیں کیونکہ غربت کی وجہ سے ہماری عوام خواہش کے ہوتے ہی نیا کوٹ نہیں خرید سکتے۔ تو شاعر نے اس بات کی عکاسی طنز و مزاح میں کیا ہے۔

سوال نمبر۵:۔ قافیہ ہم آواز الفاظ کو کہتے ہیں جیسے کوٹ بوٹ دکان اور نکتہ داں، اس نظم میں اور کون کون سے قافیہ استعمال ہوئے ہیں؟

جواب: اس نظم میں جو قافیے / قوافی استعمال ہوئے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

جامہ، گاما، سامانی، ایرانی، مارکو پولو، بولو، قیمت، غنیمت، سیاہی، بادشاہی، ضرب کاری، دستکاری، رنگت، کاج، خراج، چکنائی، حلوائی، ورق، سبق۔

سوال نمبر۶:۔ کسی شاعر کے ایک مصرعے پر دوسرا مصرع لگا کر نیا شعر کہنا ''صنعت تضمین'' کہلاتا ہے۔

مثلاً:

بنا ہے کوٹ یہ نیلامی کی دُکان کے لیے

''صدائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے''

سوال نمبر۷:۔ ایسے تین اشعار تحریر کریں جن میں صنعت تضمین کا استعمال ہو؟

جواب: ۔ مرزا غالب خدا بخشے یہی فرما گئے

''ہم نے مانا کہ دلی میں رہیں کھائیں گے کیا''

۔ ''یارب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے''

ہر شخص مجھ کو آنکھ دکھاتا ہے کس لیے

۔ غالب اپنایہ عقیدہ ہے بقول ناسخ

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

''آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں''

☆☆☆☆☆☆

سید ضمیر جعفری

پیدائش: یکم جنوری ۱۹۱۶ء
وفات: ۱۲ مئی ۱۹۹۹ء

حالات زندگی:

اصل نام سید ضمیر حسین ہے۔ ضلع جہلم کے ایک گاؤں چک عبدالخالق میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے اسکول میں حاصل کی۔ ثانوی تعلیم گورنمنٹ ہائی اسکول جہلم سے پائی۔ گورنمنٹ کالج کیمبل پور (اٹک) سے ایف اے کیا اور بی اے کی ڈگری اسلامیہ کالج لاہور سے حاصل کی۔

فنی خدمات:

تعلیم مکمل کرنے کے بعد صحافت کے کوچے میں قدم رکھا اور مولانا چراغ حسن حسرت کے اخبار ''شیرازہ'' میں بطور معاون مدیر کام کرتے رہے۔ بعد میں ایک فوجی اخبار کے عملہ ادارت میں شامل ہو گئے۔ وہاں سے فوج میں کمیشن حاصل کیا۔ میجر کی حثیت سے ریٹائر ہوئے۔ بعد ازاں مختلف سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔

اسلوب:

سید ضمیر جعفری نے مزاحیہ شاعری میں زندگی کی ناہمواریوں کو آشکارا کرنے اور تاثر کی شدت سے اصلاح مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اُن کے ہاں زندگی کو اعتنا کی نظر سے دیکھنے اور اس کی حالت بدلنے کا انداز نمایاں ہے۔ اُن کے منتخب کردہ موضوعات پھول کی طرح کھلنے اور بے ساختہ مسکراہٹ کو جنم دیتے ہیں۔

تصانیف:

قریہ جان، مافی الضمیر، مسدس بدحالی، گنر شیر خان، کتابی چہرے، من میلہ وغیرہ۔

یہ سڑکیں

سید ضمیر جعفری

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
زائدالمیعاد	زیادہ مدت والی	مادر پدر آزاد	مغربی معاشرہ کے لوگ جن پر کوئی پابندی اور روک ٹوک نہیں ہوتی
گرداب	بھنور، پانی کا گول چکر	صید	شکار
صیاد	شکاری	دم باران رحمت	رحمت کی بارش کے وقت
گڑھوں	کھڈوں	زہرہ آب	شرمندہ ہونا
مانی	ایران کا مصور	چٹخنے	ٹوٹے پھوٹے
گلوں	پھولوں	خار	کانٹے
شاد	خوش	انگڑائیاں	کروٹ بدلنا
رستم وسہراب	ایران کے مشہور پہلوان باپ بیٹا یہاں مراد ہے غضبناک ہونا	بھپر ہونا	غصہ ہونا
بہرگامے	ہرقدم	بہزاد	ایرین کا مشہور مصور بہزاد
چغتائی	پاکستان کا مشہور مصور	ہرچہ بادہ باد	جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

(خلاصہ)

شامل نصاب نظم "یہ سڑکیں" سید ضمیر جعفری کی طنز و مزاح سے بھرپور نظم ہے۔
شاعر طنز و مذاح کے انداز میں سڑکوں کی تعمیر کے حوالے سے کہتے ہیں۔ کہ روئے زمین پر انسان کی سب سے پہلے ایجاد سڑکیں چونکہ بہت پُرانی ہو چکی ہیں۔ تو ایسا لگ رہا ہے کہ بغداد کی اولاد ہے۔ بغداد ایک زمانے میں علم و فن کا ایک آباد شہر تھا۔ جس کو ہلاکو خان نے نیست و نابود کیا تھا۔ شاعر کہتا ہے کہ اب ان سڑکوں کی دوبارہ مرمت محال ہے کیونکہ یہ اتنی پُرانی ہو چکی ہے کہ اگر بارش ہوتی ہے تو یہ سڑکیں تالاب کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ نالیاں بھر کر رستم و سہراب کی لڑائی کا منظر پیش کرتی ہیں۔ اور پانی بھر آنے سے محلوں اور کوچوں کا رُعب اور دبدبہ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ پھر وہاں لوگ قدم رکھنے سے کتراتے ہیں۔ قدم قدم پر ان سڑکوں میں کھا جانے والی کھائیاں موجود ہیں۔ اور سڑکوں میں بیچ در بیچ یہ گڑھے لوگوں میں صبر و تحمل کا درس دیتے ہیں اور یہ گڑھے ایسا منظر پیش کرتے ہیں جیسے مشہور مصوروں، بہزاد، چغتائی اور مانی کے فن کاری کے نمونے ہیں۔
اگر چہ یہ سڑکیں اب کسی کام کے نہیں لیکن ہم پھر بھی اس سے کام لیتے ہیں۔ ہم ان سڑکوں سے خوش ہے اور یہ سڑکیں ہم سے خوش ہیں۔ وہ جو کہتے ہیں کہ گُلوں سے خار بہتر ہے، دامن تھام لیتے ہیں بحیثیت ایک شہری ہم لوگ اتنے بے بس، اور لا پرواہ ہو چکے ہیں۔ کہ آنکھ بند کر کے ان سڑکوں پر سفر کے دوران تکالیف برداشت کرتے ہیں لیکن ان کی مرمت کا تصور ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

اشعار کی تشریح

بند نمبر ۱

زمیں پر آدمی کی اولین ایجاد یہ سڑکیں　　پرانے وقت کے بغداد کی اولاد یہ سڑکیں
مرمت کی حدوں سے زائد المصباد یہ سڑکیں　　ہمارے شہر کی مادر پدر آزاد یہ سڑکیں
بظاہر صید لیکن اصل میں صیاد یہ سڑکیں

سید ضمیر جعفری مخمس کے اس بند میں طنزیہ انداز میں اپنی سڑکوں کی حالت زار کا نقشہ کھینچتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ ہماری سڑکیں اتنی پرانی ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے۔ اس زمین پر انسان کی سب سے پہلی ایجاد یہی سڑکیں ہیں ہمارے ملک کی سڑکیں اتنی پرانی اور خستہ حال ہے کہ انہیں دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ شاید یہ انسان کی اولین دریافت ہے اپنی سڑکوں پہ چل کر انسان کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ کسی قدیم زمانے میں چلا گیا ہو۔ شاعر فرمائیں کہ جب آدم کو جنت سے نکال کر زمین پر اتارا گیا تو جو چیز اس نے سب سے پہلے ایجاد کی وہ سڑکیں ہی تھی۔ بغداد جو کہ ایک انتہائی قدیم شہر ہے یہ سڑکیں بھی اپنی اقدامت کی وجہ سے بغداد کی اولاد لگتی ہیں۔ عراق کے شہر بغداد میں جو سڑکیں ہیں ہمارے شہر کی سڑکیں اُن سڑکوں کی اولاد میں سے ہیں جتنی مدت کیلئے یہ سڑکیں بنائی گئی تھیں وہ مدت گزر چکی ہے اب ہماری سڑکیں تمام پابندیوں سے مکمل طور پر آزاد ہیں۔ ان سڑکوں پر کوئی قانون اور قاعدہ لاگو نہیں ہوتا بظاہر یہ شکار ہیں مظلوم ہیں گاڑیوں کے نیچے روندی جاتی ہے لیکن حقیقت میں یہ شکاری ہیں۔ یہاں روزانہ حادثات پیش آتے ہیں۔ اُن پر چلنا موت کو دعوت دینا ہے۔

بند نمبر ۲:

دم باران رحمت گرد کا گرداب ہو جانا　　گڑھوں کا پھیل کر تالاب در تالاب ہو جانا
بھر کر نالیوں کا رستم و سہراب ہو جانا　　محلے کے گلی کوچوں کا زہرہ آب ہو جانا
مہینوں تک برنگ ہرچہ بادا باد یہ سڑکیں

سید ضمیر جعفری اس بند میں نہایت ہی خوبصورت انداز میں فرماتے ہیں کہ اگر ہماری سڑکوں کو اپنی اصل صورت میں دیکھنا ہو تو بارش میں جا کر دیکھ۔ کیونکہ بارش کے پانی سے ان سڑکوں میں موجد گڑھے دریا کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جب باراں رحمت برستی ہے تو سڑکوں کی دھول گرداب یعنی بھنور میں تبدیل ہو جاتی ہے اور بارش کے پانی سے سڑک کے گڑھے تالاب بن جاتے ہیں۔ سڑک کے کنارے نالیوں میں طغیانی آجاتی ہے اور وہ غصہ میں آکر رستم و سہراب کی طرح پنجہ آزمائی کرنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد محلے کی گلی کوچوں میں جھل تھل کا بسا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔ اپنی سڑکوں سے پانی سہراب کی صورت اختیار کر کے تمام گلی محلوں کو اپنی پیٹ میں لے لیتا

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

ہے۔ بارش ہوئے مدت گزر جاتی ہے مگر یہ سڑکیں پانی سے اسی طرح ڈوبی رہتی ہے لیکن کوئی ان مرمت کی طرف توجہ نہیں دیتا سڑکوں کی حالت مہینوں تک جوں کے توں رہتی ہے۔

بند نمبر ۳:

بہر گامے سڑک کھا جانے والی کھائیاں دیکھوں ۔۔۔ چٹخنے والوں کی ٹوٹتی انگڑائیاں دیکھو
کھڑی اُونچائیوں کے پیٹ میں گہرائیاں دیکھو ۔۔۔ گڑھوں کی جابجا بہزادیاں چغتائیاں دیکھو
نقوش مانی و چغتائی وبہزاد یہ سڑکیں

نظم کے اس بند میں سید ضمیر جعفری سڑکوں کی انتہائی ابتر حالت کا ذکر کرتے فرماتے ہیں کہ زمانہ قدیم سے ان سڑکوں میں گہری کھائیاں ہیں ان سڑکوں میں ہر قدم پر گہرے گڑھوں کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ گڑھے اتنے گہرے ہیں کہ سڑک ان کے پیٹ میں سمائی ہوئی نظر آتی ہے رستے اتنے ٹیڑھے ہیں کہ یوں لگتا ہے جیسے کوئی انگڑائیاں لے رہا ہوں۔ ان گڑھوں کو دیکھ کر مشہور مصوروں کی یاد آ جاتی ہے۔ یہ سڑکیں روم کے مصور مانی، پاکستان کے مصور چغتائی اور ایران کے مصور بہزاد کے شاہکار کو بھی مات دے دیتی ہے۔ انہی سڑکوں پر ٹوٹ پھوٹ کی وجہ سے آیسے نقش ونگار بن جاتے ہیں کہ یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ ایسے نقش ونگار بڑے آرٹسٹ ہی بنا سکتے ہیں۔ کیونکہ ایسے نقش ونگار کسی کی بس کی بات نہیں۔

بند نمبر ۴:

ہم ان سے حلم وصبر وشکر کا پیغام لیتے ہیں ۔۔۔ کہ جب چلتے ہیں کم از کم خُدا کا نام لیتے ہیں
یہ کام آئیں نہ آئیں ہم انہی سے کام لیتے ہیں ۔۔۔ ''گلوں سے خار بہتر ہیں جو دامن تھام لیتے ہیں''
ہم ان سے مطمئن ہیں اور ہم سے شاد یہ سڑکیں

نظم کے اس آخری بند میں سید ضمیر جعفری سڑکوں کی افادیت کا اظہار کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں ان سڑکوں پر چلتے ہوئے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن یہ سڑکیں صبر وشکر کا پیغام بھی دیتی ہے ان سڑکوں پر چلنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب ہم ان سڑکوں پر چلتے ہیں تو

ہمیں خُدا یاد آ جاتا ہے۔ ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم اپنے رب کو بلکل یاد نہیں کرتے لیکن جب مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو ہمیں اپنا رب یاد آ جاتا ہے تو شاعر کے شعر کا مطلب یہ ہے کہ کم از کم اسی سڑکوں پر چلنے سے ہمیں اپنا رب تو یاد آ جاتا ہے۔ یہ سڑکیں ہمارے کام کی ہوں یا نہ ہوں ہم ان سے ہر صورت میں اپنا کام نکال لیتے ہیں کیونکہ پھول سے کانٹے بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے ان سڑکوں سے مطئن ہیں اور یہ سڑکیں ہم سے مطمئن ہیں۔ ہمارا ان سے کوئی گلہ نہیں اور نہ ہی ان کا کوئی فکر ہم سے ہے۔

مشقی سوالات

سوال نمبر ا:۔ نظم میں شہر کی سڑکوں کا نقشہ کس طرح کھینچا گیا ہے؟

جواب: نظم میں شاعر نے شہر کی سڑکوں کا نقشہ کچھ یوں پیش کیا ہے کہ یہ سڑکیں اس کائنات میں انسان کی اولین ایجاد ہیں اور اس کی بد حالی اس حد تک بڑھ چکی ہیں کہ جب بارش ہوتی ہیں تو یہ سڑکیں تالاب کا شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اور جب لوگ یہاں سے گزرتے ہیں تو اُنھیں خدا یاد آ جاتا ہیں۔ یہ سڑکیں انسانوں کو صبر وتحمل کا درس دیتے ہیں۔ سڑکوں میں پیچ در پیچ گڑھے یہ تاثر دے رہے ہیں کہ یہ مشہور مصوروں بہزاد اور چغتائی کے مصورانہ فن کاری ہے۔

سوال نمبر ۲: نظم ''یہ سڑکیں'' کا خلاصہ لکھیں۔

جواب: نظم کا خلاصہ تشریح سے پہلے لکھا جا چکا ہے طلباء دوبارہ پڑھ لیں۔

سوال نمبر ۳:۔ تلمیح سے مُراد شاعری میں کسی تاریخی واقعے یا کردار کا ذکر ہوتا ہے، اس نظم میں شاعر نے کون کون سی تلمیحات بیان کی ہیں ؟

جواب: اس نظم میں جن تلمیحات کا ذکر ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں
بغداد، رستم وسُہراب، بہزاد چغتائی اور مانی۔

سوال نمبر ۴:۔ مصرعے کی وضاحت کریں؟

جواب: پرانے وقت کے بغداد کی اولاد یہ سڑکیں۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

جواب: تشریح میں اس مصرعے کی وضاحت پوری تفصیل سے ہوئی ہے۔

سوال نمبر۵:۔درج ذیل کے چار چار ہم قافیہ الفاظ لکھیں؟

جواب:

الفاظ	ہم قافیہ الفاظ
ایجاد	بہزاد، آباد، صیاد، آزاد
گرداب	سیراب، شاداب، آداب، نایاب
نگر	نظر، شکر، فخر، صبر
قلم	ستم، کرم، رحم، ظلم
خار	بار، ہار، بہار، تار

سوال نمبر۶:۔گلوں سے خار بہتر ہیں جو دامن تھام لیتے ہیں، شاعر نے یہ مصرع واوین میں کیوں لکھا ہے؟ وضاحت کریں۔

جواب: شاعر نے یہ مصرع واوین میں اس لیئے لکھا ہے کیونکہ یہ اُن کا اپنا تخلیق نہیں۔کسی اور شاعر کا ہے اس کو قواعدِ ادب میں تضمین کہتے ہیں۔تضمین سے مُراد یہ ہے کہ کلام میں کوئی شاعر کیسی دوسرے شاعر کا مصرع استعمال کرتا ہے اور ایک مصرع اُن کا اپنا ہوتا ہے۔تو اس لیے اس کو واوین میں لکھتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

مرزا محمود سرحدی

پیدائش:۱۹۱۴ء وفات:۱۹۶۸ء

حالاتِ زندگی:

مرزا محمود سرحدی پشاور میں پیدا ہوئے۔وہ اوائل زندگی ہی سے غمِ روزگار کے چکر میں پڑ گئے۔انھیں زندگی گزارنے کے لیے بڑے جتن کرنے پڑے۔فوجی نوکری سے لے کر

اسکول میں مدرسی تک اور کلرکی سے مزدوری تک کئی مراحل سے گزرنا پڑا۔

اسلوب:

انھوں نے اکبر الٰہ آبادی کے طنزیہ ومزاحیہ انداز کی تقلید کی ہے اور اسی وجہ سے انھیں ''اکبرِ سرحد'' بھی کہا جاتا ہے۔مرزا کے مزاح میں لفظوں کی ہیرا پھیری نہیں ملتی، بلکہ اُن کا مزاح ایک حقیقت پسند کا مزاح تھا، جو وہ حالات واقعات اور اُن کے نتائج سے پیدا کرتے ہیں۔انھوں نے اپنے لیے، جس میدان کا انتخاب کیا وہ فن کے اعتبار سے دشوار ترین رہگار سے کم نہیں۔طنز اور مزاح کی تمام تر لطافتوں کو برقرار رکھتے ہوئے انتہائی مختصر پیرائے میں جامع اور مکمل بات کا اظہار کرنا بے حد مشکل کام ہے، اس میں ایک طرف شاعر سنجیدگی سے دامن بچاتا ہے، تو دوسری طرف پھکڑ پن کی حدود سے دُور رہتا ہے۔مرزا محمود سرحدی نے ہر موضوع پر طبع آزمائی کی لیکن ان کا اصل میدان ''قطعات'' میں سمویا ہے۔مثلاً چوری، رہزنی، ذخیرہ اندوزی، گراں فروشی، ملاوٹ، جھوٹ اور مکر وفریب وغیرہ۔ان کا طنز سماجی ناسوروں کے لیے کسی نشتر سے کم نہیں۔مرزا محمود سرحدی نے ساری عمر شادی نہیں کی زندگی کے آخری ایام میں دمے کے مرض کی وجہ سے علیل رہنے لگے تھے۔انھوں نے پشاور میں وفات پائی۔

مجموعہ ہائے کلام: سنگینے، اندیشۂ شہر۔

قطعات

مرزا محمود سرحدی

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
دل کی کلی کھلنا	ارمان پورا ہونا	پناہ گزینوں	مہاجر، ہجرت کرنے والے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

حادثات اتفاقی	اچانک رونما ہونے والا حادثہ	بھنگی	صفائی کرنے والا
جانو	جان لیجیے	شانِ بیداری	رات جاگ کر گزارنے کی شان
پردہ نشین	پردہ کرنے والا	جاروب کش	جھاڑو دینے والا
غلاظت	گندگی	محتسب	احتساب کرنے والا
مانند	کی طرح		

اشعار کی تشریح

قطعہ نمبر۱

کبھی تو ان کی حسینوں سے شکل ملتی ہے
کبھی پناہ گزینوں سے شکل ملتی ہے
خُدا کی شان ہے وہ ہیں میرے وطن کے جوان
کہ جن کی پردہ نشینوں سے شکل ملتی ہے

تشریح: اس قطعہ میں مرزا محمود سرحدی نوجوان نسل پر تنقید اور طنز کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے تو جوانوں میں اب مردانگی نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی بلکہ ہمارے نوجوان عورتوں کا روپ دھارنے لگے ہیں جو کہ ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ ہمارے نوجوان عورتوں کی طرح فیشن کرنے لگے ہیں فیشن کرنے کے بعد مرد اور عورت کی پہچان مشکل ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ فیشن اتنا عجیب ہوتا ہے کہ بال بڑے کر کے عورتوں کی طرح سجاتے اور سنوارتے ہیں اور پھر مونچھیں اور داڑھی منڈوا کر اپنی شکل عورتوں کی طرح کر لیتے ہیں۔ یہاں پر شاعر اپنے وطن کے نوجوانوں پر طنز کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نوجوان نسل اپنے آپ کو حسین و جمیل بنانے کے چکر میں اپنے آپ کو بہت زیادہ نیچا گرا دیتے ہیں۔ آج کا نوجوان اپنے لباس اور شکل و صورت کی بلکل پرواہ نہیں کرتے بعض اوقات ایسا

گمان ہوتا ہے کہ یہ کسی دوسرے ملک کا باشندہ ہے کبھی اتنے بُرے حال میں ہوتے ہیں کہ مہاجر کا گمان ہوتا ہے۔ لیکن خُدا کی شان بہت بڑی ہے کہ ہمارے جوان عورت کی طرح سے ہو گئے ہیں

قطعہ نمبر۲:

کیا بتائیں آپ کو کیا ہے ہمارا ہسپتال
انتظام ایسا کہ بس دل کی کلی کھل جائے ہے
حادثات اتفاقی کا بھی ہے اک ڈاکٹر
اتفاقی طور پر مل جائے تو مل جائے

تشریح: اس مصرعے میں مرزا محمود سرحدی ملکی ہسپتالوں کی بدنظمی پر طنز کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں کیا بتاؤں ہمارے شہر میں واقع ہسپتال کی حالت زار کیا ہے۔ ہمارے ملک کے ہسپتال کیسے ہیں۔ ان میں کیا کیا طبی سہولیات ہیں۔ مریضوں کو دیکھنے کیلیے کتنے ڈاکٹر ہیں۔ مرزا محمود سرحدی شعبہ صحت میں پائے جانے والی غفلت کا ذکر طنزیہ انداز میں کرتے ہیں کہ ہمارے ہسپتال کا انتظام اتنا اچھا ہے کہ دل خوش ہو جائے۔ اتفاقی حادثات سے نمٹنے کیلیے بھی اس میں ایک ڈاکٹر ہوتا ہے۔ لیکن شعبہ حادثات اتفاقیہ میں اگر وہ بھی اتفاقی طور پر مل جائے تو بڑی غنیمت ہے ورنہ وہ ہمیشہ غائب رہتا ہے اور علاج کروانے سے وہ عاجز ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں ہسپتالوں میں ڈاکٹر کا ملنا دشوار ہوتا ہے۔ اگر آپ کو خوش قسمتی سے مل بھی جائے تو رسمی طور پر جلد آپ کو ٹرخا دیگا اور دوبارہ نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے۔

قطعہ نمبر۳:

اگر کوچوں میں بھنگی رات کو جاروب کش پاؤ
تو جانو یہ بھی ہے اک شان بیداری کمیٹی کی
غلاظت جس سڑک پر جا بجا بکھری ہوئی دیکھو
تو سمجھو اس طرف سے گزری ہے لاری کمیٹی کی

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

تشریح: اس قطعہ میں مرزا محمود سرحدی میونسپل ایڈمنسٹریشن کے انتظامات کو طنز کا نشانہ بنا کر فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں ہمارے ملکی میں میونسپل کارپوریشن کا عجیب رویہ ہے۔ اپنی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں شہر کی کسی بھی گلی میں رات کو جھاڑو دینے والا اگر جھاڑو دیتے ہوئے پاؤ تو سمجھو کہ یہ شہر کے میونسپل کمیٹی کی بیداری اور فرض شناسی کی ایک مستحکم دلیل ہے۔ اگر سڑک پر جگہ جگہ گندگی گری ہوئی دیکھو تو سمجھ جاؤ کہ یہاں سے کارپوریشن کی گاڑی گزری ہے اور بڑی خوش اسلوبی سے گندگی بکھیری ہے۔ اس طرح میونسپل گندگی کو ٹھکانے لگانے کے بجائے اور گندگی کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

قطعہ نمبر۴:

کالے چشمے بھی ایک نعمت ہیں
دھوپ میں خوب کام دیتے ہیں
جو نگاہیں ملا نہیں سکتے
رات دن ان سے کام لیتے ہیں

تشریح: اس قطع میں مرزا محمود سرحدی کالے چشموں کا استعمال کرنے والوں کو طنز کا نشانہ بناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ کالے چشمے بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ آنکھوں کو دھوپ کی گرمی سے بچاتی ہے لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ دوسروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہیں کر سکتے وہ انہی سے اپنا کام چلاتے ہیں یہاں مراد رشوت لینے والا، جھوٹ بولنے والا، دھوکہ دینے والا حسین چہروں کو چھپ چھپ کر دیکھنے والا کالے چشمے پہننے والے دوسروں کو محسوس بھی نہیں کرنے دیتے کہ اس نے کالے چشمے کا ستعمال کر کے اپنا کام بھلا کسی رکاوٹ اور بھلا کسی لعنت ملامت کے سرانجام دیا ہے اور کسی کیلئے شک وشعبہ کی گنجائش بھی نہ چھوڑی۔ اسی وجہ سے تو شاعر کہتا ہے کہ کالے چشمے ایک نعمت ہے۔

قطعہ نمبر۵:

محتسب سے کہوں تو کیا جا کر

میری مانند وہ بھی روتا ہے
پہلے ہوتا تھا دودھ میں پانی
آج پانی میں دودھ ہوتا ہے۔

تشریح: اس بند میں مرزا محمود سرحدی ملاوٹ کرنے والوں کو طنز کا نشانہ بناتے ہیں۔ کہ میں قاضی صاحب سے کیا شکایت کروں وہ بذات خود ملاوٹ کرنے والوں سے سخت نالاں ہیں۔ شاعر فرماتے ہیں کہ قانون نافذ کرنے والے خود فریادی ہیں اُن کی کوئی نہیں سُنتا تو ہمارا کیا خاک کوئی سُنے گا۔ اُن کی سمجھ میں بھی نہیں آرہا کہ کیا کیا جائے لوگ ملاوٹ کچھ اس انداز سے کرتے ہیں کہ اس کو بے نقاب کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ پہلے پہلے لوگ دودھ میں پانی ملاتے تھے لیکن اب تو پانی میں دودھ ملایا جاتا ہے۔ یہ دودھ دودھ نہیں ہوتا لیکن دودھ کے عوض پانی بیچا جاتا ہے۔ محتسب سے فریاد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ بھی بے بس اور لاچار ہیں۔

مشقی سوالات

سوال نمبر۱: شاعر کو نوجوان نسل سے کیا شکایت ہے؟

جواب: شاعر کو نوجوان نسل سے یہ شکایت ہے کہ موجودہ نوجوانوں نے اسلام کے طور طریقے پس پشت ڈالے ہوئے ہیں اور ایک بیاری میں مبتلا ہو چکے ہیں۔۔ مردانہ وجاہت کو چھوڑ کر نسوانیت کے لباس اپنانے میں عار محسوس نہیں کرتے۔

رنگین لباس پہن کر موچھے اور داڑھی منڈوا کر گھومتے پھرتے ہیں۔ یہ نوجوان لڑکیوں کی طرح لمبے لمبے بال چھوڑتے ہیں اور جب راستے سے جاتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی لڑکی (حسینہ) جارہی ہو افسوس کے ان لوگوں کی شکل عورتوں سے ملتی ہیں اور یہ نوجوان میرے وطن کے شاہین ہیں۔

سوال نمبر۲:۔ ان قطعات میں کن معاشرتی برائیں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

جواب: ان قطعات میں مرزا محمود سرحدی نے جن معاشرتی برائیوں کی نشاندہی کی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ نوجوان نسل کی غلط تقلید، اسلاف کے طور طریقوں کو چھوڑ کر کسی دوسرے جانب رجوع کرنا۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

۲۔ محکمہ صحت کے غفلت اور ساتھ ساتھ ہی ساتھ میں ہسپتالوں میں مسیحائی کا دعویٰ کرنے والے ڈاکٹروں کی اپنی فرائض سے غافل ہونے کی نشاندہی کی ہیں۔

۳۔ میونسپل کمیٹی کی ناقص نظام

۴۔ کالے چشمے پہن کر منافقانہ رویہ اختیار کرنا

۵۔ ملاوٹ کی انتہا

سوال نمبر۳:۔ مصرعے مکمل کریں۔

۱۔ انتظام ایسا کہ بس--------------

۲۔ اگر کوچوں میں بھٹکی رات کو----------

۳۔ کالے چشمے بھی---------------

۴۔ آج پانی میں----------------

جواب: مکمل مصرعے

۱) انتظام ایسا کہ دل کی کلی کھل جاتے ہے

۲) اگر کوچوں میں رات کو جاروب کش پاؤ

۳) کالے چشمے بھی ایک نعمت ہے

۴) آج پانی میں دودھ ہوتا ہے

سوال نمبر۴:۔ جملوں میں استعمال کریں؟

دل کی کلی کھلنا، نعمت، نگاہیں ملانا، محتسب مانند

الفاظ	جملوں میں استعمال
دل کی کلی کھلنا	عارف نے آج ایسی خوشخبری سنائی کہ دل کی کلی کھل گئی۔
نعمت	پانی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔
محتسب	محتسب کا کام معاشرے میں عدل وانصاف قائم کرنا ہے۔

مانند	ہمیں دوسروں کی مانند منافقت سے اجتناب کرنا چاہئے۔
نگاہیں ملانا	صادق وامین لوگ عوام سے نگاہیں ملانے سے نہیں کتراتے۔

سوال نمبر۵:۔ قطعہ کسے کہتے ہیں؟ کسی شاعر کا قطعہ لکھیں جس میں شگفتہ پیرائے میں کسی سماج برائی کا ذکر کیا گیا ہو۔

جواب: قطعہ: شاعری اصطلاح میں قطعہ اُس نظم کو کہتے ہیں جس میں صرف ایک ہی بات بیان کی گئی ہو اس میں کم سے کم اشعار کی تعداد دو ہوتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔قطعہ میں مطلع کی قید نہیں ہوتی علامہ اقبال کا یہ قطعہ ملاحظہ کیجئے

علامہ اقبال کا یہ قطعہ ملاحظہ کیجئے۔

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کے موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواہ ہے مگر صاحب کتاب نہیں

☆☆☆☆☆☆

عبدالرحمٰن بابا

پیدائش ۱۶۵۳ء وفات ۱۷۱۱ء

سترھویں صدی پشتو زبان وادب کا دور زریں تھا۔اس عرصے میں پشتو زبان وادب کے بے شمار مستند اور معتبر شاعر وادیب گزرے ہیں۔جن میں خوشحال خان خٹک، عبدالحمید مومند، عبدالقادر خٹک، اشرف خان ہجری اور معز اللہ مومند کے ساتھ عبدالرحمن بابا قابل ذکر ہیں۔

حالات زندگی اور اسلوب:

عبدالرحمن بابا نے ساری زندگی اپنے آبائی گاؤں (بہادر کلے) ہزار خوانی پشاور میں گزاری۔ان کی شاعری پر فطرت اور حقیقت کا رنگ غالب ہے۔ایسا لگتا ہے کہ وہ ہر دور اور ہر

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

زمانے کے شاعر ہیں۔ اُن کے اشعار میں ماضی کی تاریخ، حال کا تذکرہ اور مستقبل کا پیغام جھلکتا ہے۔ اُن کا دیوان اگرچہ مختصر ہے لیکن علم وادب کے لحاظ سے جامع اور مکمل ہے۔ پختون فطرت کی ترجمانی جس طرح عبدالرحمٰن باباؒ نے کی ہے کسی اور شاعر نے نہیں کی۔ اسی لیے جو مقبولیت اُن کو حاصل ہے، کسی دوسرے شاعر کو نصیب نہیں ہوئی۔ اُن کے اشعار نہ صرف عشقِ حقیقی اور تصوف کے آئینہ دار ہیں، بلکہ ابدی زندگی میں کامیابی کے لیے پند نامہ بھی ہیں۔ قرآن احادیث کی تشریح و توضیح اُن کی شاعری کا خاصہ ہے۔ اُن کی شاعرانہ عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اُن کے دیوان کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں اور لوگ اُن کی تعلیمات سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اُن کی شاعری کے موضوعات محنت کی عظمت، رزق حلال، اسلامی اصول، علم کی اہمیت وافادیت اور دنیا کی بے ثباتی جیسے حقائق پر مبنی ہیں

مجموعہ کلام: دیوان عبدالرحمٰن باباؒ۔

اخلاص

(رحمٰن بابا/طحہ خان مترجم)

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اخلاص	خلوص، خالص	ثریا	ایک بلند ستارہ
ہما	خیالی پرندہ	صیاد	شکاری
دام	جال	بعد فنا	موت کے بعد
شیرینی گفتار	گفتگو کا میٹھا پن	گفتہ رحمٰن	رحمٰن کا کلام، رحمٰن کی باتیں

(خلاصہ)

اس نظم میں شاعر نے انتہائی سبق آموز انداز میں اخلاص کی صفات بیان کی ہیں۔ شاعر کہتے ہیں کہ

اخلاص کا مقام ہمدوش ثریا ہے۔ اخلاص کے غلام کو کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اخلاص کی وجہ سے انسان کا فرش سے عرش تک کا سفر آسان ہو جاتا ہے۔ اور ایک ہی جنبش میں کامیابی حاصل ہوتی ہیں۔ کائنات کے ہر ذرّے کو فنا ہونا ہے جبکہ اخلاص بعد از مرگ بھی قائم رہے گا۔ اسلام پابندی اخلاص کا نام ہے۔ اخلاص کا دام پھیلا کر شکاری پرندے کا شکار بھی کر سکتا ہے۔ اخلاص ہی کی وجہ سے گفتار میں شرینی اور شاعری میں مٹھاس پیدا ہو جاتی ہیں۔

اشعار کی تشریح

شعر نمبر ۱

ہم دوش ثریا ہے مقام اخلاص
جو ملتا ہے ملتا ہے غلام اخلاص

تشریح: عبدالرحمٰن بابا اس شعر میں اخلاص کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اخلاص کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں مُخلص شخص کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ثریا ایک بلند ستارے کا نام ہے شاعر کہتا ہے کہ خلوص کا مقام ثریا جتنا بلند ہے اخلاص دین و دنیا میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔ اخلاص ہی وہ جذبہ ہے جو انسان کو عظیم سے عظیم تر بنا دیتی ہے۔ انسان اگر اخلاص کا مقام بن جائے تو یہ کامیابی کی سیڑھی ہے۔ اخلاص کے بغیر کوئی عبادت اللہ کے ہاں قبول نہیں۔

شعر نمبر ۲

فانی ہے ہر اک چیز ہر اک رسم و رواج
باقی ہے مگر ایک دوام اخلاص

تشریح: اس دوسرے شعر میں عبدالرحمٰن بابا سے رقمطراز ہیں کہ دنیا کی تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں اور یہ تمام رسم و رواج بھی ایک نہ ایک دن ختم ہو جائینگی۔ سب نے ایک دن مٹ جانا ہے۔ شاعر فرماتے ہیں کہ دنیا کی ہر شے فانی ہے۔ قدرت کا قانون ہے کہ ہر چیز کو ایک نہ ایک دن زوال پزیر ہونا ہے۔ اگر کسی چیز کو ہمیشگی ہے تو وہ اخلاص ہے۔ اخلاص کو صرف دوام حاصل ہے۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

اخلاص کے بغیر کسی بھی چیز کی قدر و قیمت نہیں۔

شعر نمبر۳

اسلام ہے پابندی اخلاص کا نام

اور نام ہے اسلام کا نام اخلاص

تشریح: عبدالرحمن بابا اس تیسرے شعر میں فرماتے ہیں کہ اسلام اخلاص کا دوسرا نام ہے اسلام اور اخلاص ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم ہے۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اسلام اخلاص کا درس دیتا ہے۔ اخلاص ہی کی وجہ سے ایک تندرست معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ دین اسلام میں اخلاص کی پابندی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اسلام کی بنیاد اخلاص پر رکھی گئی ہے۔ اخلاص کے بغیر اسلام کا تصور ناممکن ہے۔ جس شخص میں اخلاص نہ ہو وہ ایک پکا مسلمان نہیں بن سکتا۔

شعر نمبر۴

صیاد کو ممکن ہے ہما ہاتھ لگے

پھیلائے محبت سے جو دام اخلاص

تشریح: عبدالرحمن بابا اس شعر میں فرماتے ہیں کہ اگر شکاری محبت اور خلوص سے اپنا دام پھیلائے رکھے تو ہما جیسا نایاب پرندہ بھی اس کے دام میں پھنس سکتا ہے۔ ہما ایک خیالی پرندہ ہے جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ جس کے سر پر بیٹھ جائے وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔ اس پرندے کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا اور بہت بلندی پر اڑتا ہے۔ جبکہ گوشت کے بجائے ہڈیاں کھاتا ہے۔ ویسے تو یہ پرندہ کسی کے سر پر نہیں بیٹھتا لیکن شاعر یہاں واضح کرانا چاہتا ہے کہ اگر کوئی اخلاص سے دام پھیلائے رکھیں تو ہما جیسا پرندہ بھی ہاتھ لگ سکتا ہے۔ خلوص ہی سے انسان کو بہت بڑی کامیابی ملتی ہے۔ اگر ایک شخص مخلص ہو تو اللہ اس کی مدد ضرور کرتا ہے۔ جو شخص اپنے معاملات و عبادات میں اخلاص کا دامن تھامے رکھے تو اس کیلئے ناممکن بھی ممکن بن جاتا ہے۔

شعر نمبر۵

حاجت نہیں اخلاص کی کچھ بعد فنا

قائم کرو ہستی میں نظام اخلاص

تشریح: عبدالرحمن بابا اس شعر میں اخلاص کی اہمیت اور فضلیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دنیا اخرت کی کھیتی ہے اس دنیا میں جو کچھ بوئے گے تو اس کا پھل اخرت میں ملے گا جو کچھ کرنا ہے اسی دنیا میں وہ کرلو بعد میں ایسا موقع نہیں ملے گا۔ مرنے کے بعد اعمال کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ شاعر فرماتا ہے کہ خلوص کا دامن دنیا میں پکڑے رکھو مرنے کے بعد خلوص کی چنداں ضرورت نہیں۔ حرص و ہوس اور لالچ کو چھوڑ کر ہر کام میں اخلاص بہت ضروری ہے۔ زندگی کے ہر میدان میں اخلاص کا مظاہرہ بہت ضروری ہے تم تو فنا ہو جاؤ گے لیکن تمہارا اخلاص کبھی فنا نہ ہوگا۔ دنیا و آخرت میں صرف اخلاص کو دوام حاصل ہے باقی کسی چیز کو نہیں۔

شعر نمبر۶

شیرینی گفتار پہ حسرت کیسی

ہے گفتہ رحمن کلام اخلاص

تشریح: نظم کے اس آخری شعر میں رحمان بابا فرماتے ہیں کہ تم رحمان بابا کی میٹھی میٹھی باتیں سن کر کیوں حیران ہوتے ہو۔ رحمن بابا کی باتوں میں مٹھاس اور شیرینی اس لیے ہے کہ وہ ہر اخلاص کی نیت سے کرتا ہے۔ اس کے دل میں اخلاص کا جذبہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی سب کو میٹھی لگتی ہے اس کے دل میں کوئی لالچ نہیں۔ میرا کلام اخلاص سے پُر ہے۔ اسی لوگ ان کی باتیں سُننے کے مُستحق ہے۔

دہ رحمان کلام پہ دہ سبب شیرین دے •

چی دہ دی ہر کلام کلام وی دہ اخلاص •

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

مشقی سوالات

سوال نمبر ۱:۔ اس نظم میں ”اخلاص“ کی جو تعریفیں بیان کی گئی ہیں انھیں مختصراً لکھیں۔

جواب: شاعر رقم طراز ہیں کہ اخلاص کا مقام ہمدوش ثریا ہے۔ اخلاص کے غلام کو کسی دوسری چیزوں کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی پھر وہ کسی کا غلام ہوتا ہے اخلاص کو دوام حاصل ہے جبکہ کائنات کی ہر ذرے کو فنا ہونا ہے۔ ہمارا دین اسلام بھی ہمیں اخلاص کا درس دیتا ہے اگر ہماری عبادتوں میں اخلاص نہ ہو تو عبادتیں بے معنی رہ جاتی ہیں۔ اخلاص ایک ایسا دام ہے جس میں ہما پرندے کو بھی پکڑ سکتا ہے۔

سوال نمبر ۲:۔ ”ہما“ پرندے کی کیا خصوصیت بیان کی جاتی ہے؟

جواب: ہما ایک تخیلاتی پرندہ ہے جس کے بارے میں یہ تاثر عام ہیں کہ یہ پرندہ جس کے سر پر بھی بیٹھ جائیں۔ وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔

سوال نمبر ۳:۔ اخلاص کی وجہ سے کونسا سفر آسان ہوتا ہے۔؟

جواب: اخلاص کی وجہ سے فرش سے عرش تک کا سفر آسان ہو جاتا ہے انسان ایک جنبش میں منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔

ال نمبر ۴:۔ اس نظم کا مرکزی خیال بیان کریں؟

ب: اس نظم کا مرکزی خیال یہ ہے کہ اگر کائنات کو مسخر کرنا ہے تو اخلاص کو اپناؤ کیونکہ اخلاص ہی ولت انسان فرش سے عرش تک پہنچتا ہیں۔ الغرض کائنات میں کامیابی اخلاص کی مرہون نہیں۔

نمبر ۵:۔

رحیم — فانی ہے ہر ایک چیز ہر اک رسم ورواج

ایک — باقی ہے ، مگر ایک دوام اخلاص

دا میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو ایک دوسرے کی ضد ہو۔ صنعت تضاد کہلاتا ہے۔ جیسے

مندرجہ بالا شعر میں ”فانی“ اور ”باقی“ ایک دوسرے کی ضد ہیں صنعت تضاد کی تعریف کریں۔ اور تین مثالیں لکھیں؟

جواب صنعت تضاد کی تعریف سوال ہی میں ہو چکا ہے مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

یا تو افسر میرا شاہانہ بنایا ہوتا
یا میرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا
(بہادر شاہ ظفر)

خودی کی موت سے بندی شکستہ بالوں پر
قفس ہوا ہے حلال اور آشیانہ حرام
(علامہ اقبال)

ہو فکر اگر خام تو آزادی افکارا
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ
(علامہ اقبال)

☆☆☆☆☆☆☆

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

حصہ غزل

میر تقی میر

پیدائش: ۱۷۲۱ء
وفات: ۱۸۱۰ء

اسلوب:

میر تقی میر کی شاعری زندگی کے انقلاب کی ترجمان رہی ہے۔ اگرچہ بعض ناقدین نے میر کو قنوطیت کا حامل شاعر بھی کہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میر تقی میر کا تخلیقی شعور زندگی کی مایوسیوں کی نشان دہی کر کے بھی گم کر دینے والی یاسیت کی منزل سے نہ صرف فاصلے پر رہتا ہے، بلکہ زیرِ سطح ایک نشاطیہ احساس کو جگانے کا باعث بھی بنتا رہتا ہے یہی سبب ہے کہ میر کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف نہ صرف ان کے معاصرین نے کیا ہے۔ بلکہ اب تک کے تمام مستند ناقدین اور غزل کے معتبر شعرائے میر کے کلام کی ہمہ گیریت، نشتریت اور افادیت کو کھلے دل سے تسلیم کیا ہے۔ غالبؔ جیسے یگانہ روزگار شاعر نے برملا یہ کہا:

ریختہ کے تمھیں استاد نہیں ہو غالبؔ
کہتے ہیں، اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

میر کو خدائے سخن کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ میر کا اُسلوب بیان سادہ اور سلیس ہونے کے باوجود نُدرت اور انفرادیت کا حامل ہے۔ ان کے کلام میں روزمرہ اور محاورے کا التزام بخوبی موجود ہے۔ اُن کے عہد کو اردو شاعری کے زریں عہد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اُنھوں نے اُردو ادب کو چھے ضخیم مجموعہ ہائے کلام دیے، جن کی قدر و قیمت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ گویا میر کا یہ دعویٰ بالکل درست ثابت ہوا ہے:

سارے عالم پر ہوں میں چھایا ہوا
مستند ہے میرا فرمایا ہوا

تصانیف:

چھے دیوان (اُردو)، دیوان میر (فارسی) ذکرِ میر (خود نوشت) اور نکات الشعراء (تذکرہ)

غزل نمبر ۱

میر تقی میر

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
فقیرانہ	فقیروں کی طرح	دل اُٹھنا	بیزار ہونا
صدا	آواز	جبین	پیشانی
نا اُمیدانہ	جس میں اُمید نہ ہو	بے خود	ہوش نہ رہنا/ رُکھ جانا
حقِ بندگی	بندگی کا حق/ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر حق	پرستش	عبادت/ پوجا
سبھوں	تمام لوگ	یاں تک	یہاں تک

اشعار کی تشریح

شعر نمبر ۱: فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں! خوش رہو ہم دُعا کر چلے

تشریح: یہ ایک اصول اور قانون ہے کہ جب فقیر بھیک کے لئے صدا لگاتا ہے تو اس میں دُعا کے علاوہ کوئی اور بات نہیں ہوتی۔ چاہے وہ اپنوں کے مابین ہو یا پرائیوں کے دوست ہو یا دُشمن سب ہی لوگوں کو وہ دعا دیتے ہیں میر تقی میر بھی کہتے ہیں کہ اے میرے محبوب میں آج تیرے در پر ایک فقیر کی طرح آیا ہوا اور تیری محبت و چاہت کا بھیک مانگتا ہوں ہم نے محبت کے لیے صدا لگائی ہے

اگر تو اپنی حُسن اور جوانی کے صدقے کچھ محبت میری جھولی میں ڈالیں تو یہ میرے لیے خوش بختی کی علامت ہوگی اور اگر تو انکار بھی کرے تب بھی تیرا بھلا ہو۔ اور میری دُعا رہے گی کہ تم خوش وخرم اور سلامت رہو۔

شعر نمبر ۲: وہ کیا چیز ہے آہ! جس کے لیے
ہر اِک چیز سے دل اُٹھا کر چلے

تشریح: انسان کے دل میں مختلف خواہشات کا آماہ جگاہ رہتا ہے اور ایک خواہش کے پورے ہوتے ہی دوسرے خواہش جنم لیتی ہے۔ میر تقی میر رقم طراز ہے کہ میری ساری زندگی ابتداء ہی سے آزمائشوں اور مصیبتوں میں گزری ہے ان سب چیزوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے میں نے صرف ایک ہی شخص کی طلب کی اور دل سے ہر ایک خواہش نکال دی ہیں لیکن اتنا سب کچھ کرنے کے بعد بھی وہ شخص میرا نہ ہوا۔ کیونکہ محبوب کے لئے میں نے ساری دنیا سے قطع تعلق کیا۔ میرے سامنے دنیا کی حقیقتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے کیونکہ میرا محبوب ہی میرے لئے سب کچھ ہے لیکن افسوس صدا افسوس ان سب قربانیوں کے باوجود محبوب میری محبت کا اعتبار نہیں کرتا اور میری چاہتوں کا پاس نہیں رکھتا۔

شعر نمبر ۳: کوئی نا اُمیدنہ کرکے نگاہ
سو تم ہم سے منھ بھی چھپا کر چلے

تشریح: کسی بھی عاشق کے لئے اُس کا محبوب دُنیا کا سب سے حسین وجمیل بندہ ہوتا ہے عاشق ہر محفل میں رہنے محبوب کے حسن و جمال کا مزاج سرائی کرتا رہتا ہے میر تقی میر بھی اپنے محبوب سے مخاطب ہوکر کہتا ہے کہ اے میرے محبوب کہ میرے محبوب میری طرف مایوس کر دینے والی نظریں سے تو دیکھا ہی تھا اب جب تم ہمارے سامنے اجاتے ہو تو ہم سے منہ بھی چھپا کر چلے جاتے ہو تمھارے اس رویے نے ہماری رہی سہی امید بھی ختم کردی۔ بقول شاعر

اعتبار اُٹھ جاتا آپس کا جمال
لوگ اگر اس کا بچھڑنا دیکھتے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

شعر نمبر ۴: دکھائی دیے یوں کہ بے خود کیا

ہمیں آپ سے بھی جُدا کر چلے

تشریح: کسی بھی عاشق کے لئے اُس کا محبوب دُنیا کا سب سے حسین و جمیل بندہ ہوتا ہے عاشق ہر محفل میں اپنے محبوب کے حسن و جمال کا مدح سرائی کرتا رہتا ہے میر تقی میر بھی اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے میرے محبوب کہ تمھارے حُسن اور جمال وجلال کا یہ حال ہے کہ جب بھی تو اچانک میرے سامنے آجاتے ہو۔ تو میں اپنے ہوش وحواس میں نہیں رہتا تمھارے حُسن میں ایسے کھو گئے کہ اس کے بعد ہمیں اپنا ہوش بھی نہ رہا اور جب جُدا ہو گئے تو ایسا لگا کہ تم جُدا نہ ہوئے بلکہ تن و من سے جان جُدا ہو گئی۔ بقول شاعر

بچھڑے کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی

اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

شعر نمبر ۵: جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی

حق بندگی ہم ادا کر چلے

تشریح: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے" آپ فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمھارے سب گناہوں کو معاف کرنے والے اور بڑی عنایت کرنے والے ہیں"

شاعر بھی اپنی حق بندگی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے اپنے حقیقی محبوب کے سامنے ساری عمر سجدہ ریزی کی اور اُن کی نعمتوں اور احسانات کا شکر ادا کیا لیکن پھر بھی ہم نے اس کو ناکافی سمجھا۔ اور شوق عبادت میں ساری زندگی اللہ کے حضور پیشانی زمین پر رگڑتے رہے اور ایک وقت ایسا آیا کہ میں نے اُمید باندھی کہ آج جب میں اس دُنیا سے رخصت ہو کے جا رہا ہوں تو کوئی افسوس اور پچھتاوا نہیں ہے کیونکہ میں نے اپنی بساط کے مطابق حق بندگی ادا کی شاعر نے اس شعر میں حق

بندگی ادا کرنے کے بات کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کے مقابلے میں جتنی عبادت کی جائے وہ کم ہے۔

شعر نمبر ۶: پرستش کی یاں تک کہ اے بت تجھے

نظر میں سبھوں کی خدا کر چلے

تشریح: عاشق کے لئے تمام ضرورتوں سے پہلی ضرورت محبوب کی توجہ محبت و چاہت حاصل کرنا ہوتا ہے میر تقی میر کہتے ہیں کہ اے میرے محبوب میں نے تجھے حد سے بڑھ کر چاہا ہر محفل میں تیری مدح سرائی کرتا رہتا ہوں۔ اُٹھتے، بیٹھتے، جاگتے میں اور سوتے میں یہاں تک کہ ہر کیفیت میں تجھے یاد کیا۔ شاعر کہتا ہے کہ تجھے یاد کیا، تیری پرستش کی اور اسی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں تیری وقار اور عزت واحترام اتنی بڑی کہ لوگ (نعوذ باللہ) تجھے خدا سمجھنے لگے اس احترام اور ادب کے سبب میرا محبوب مغرور بن گیا۔ اب آپ کی نظروں میں میری کوئی قدر و منزلت نہیں رہی۔ اے بت کی طرح بے حس محبوب میں آپ کو اتنا نہ چاہتا اور آپ کی جگہ حقیقی رب کائنات کی عبادت کرتا تو آج دنیا وآخرت کی کامیابیوں سے ہمکنار ہوتا۔ بقول شاعر

ہم نے تمھیں ذرا سا خدا کیا بنا دیا

تم نے بھرے جہاں میں تماشا بنا دیا

شعر نمبر ۷: کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر

جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

تشریح: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بندگی کے لئے پیدا کیا لیکن افسوس کہ انسان جب اس دنیا میں آجاتا ہے تو اپنا مقصد حیات بھول جاتا ہے اپنے رب کو بھی فراموش کر دیتا ہے میر تقی میر بھی کہتے ہیں کہ اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ اس دنیا میں تم نے کیا کارنامہ سرانجام دیا تو میرا سر شرم کے مارے جھک جائیں گا کیونکہ دنیاوی زیب و زینت اور مجازی محبت و عاشقی میں اس قدر مصروف رہا کہ

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

اصل مقصد حیات ہی بھول گیا۔ہم نے اپنی زندگی تباہ و برباد کردی کبھی غم دوراں اور کبھی غم جاناں میں ڈوب کر زندگی کی چکی میں پیستے رہے اور رب کائنات جو حقیقی معنوں میں بندگی کا حق رکھتا ہے

کو

فراموش کردیا۔

غزل نمبر۲

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
پیری	بڑھاپا	وقت کھونا	وقت ضائع کرنا
غم کشاں	دُکھ اُٹھانے والے	اب گرم	گرم پانی
ڈھوئیے	اُٹھانا	آلودہ	گندہ
وے	وہ	آب حیات	وہ پانی جس کو پینے کے بعد انسان کو موت نہیں آتی
دم	لمحہ	خاک	مٹی

اشعار کی تشریح

شعر نمبر۱: پیری میں کیا جوانی کے موسم کو روئیے

اب صبح ہونے آئی ہے،اک دم کو سوئیے

تشریح: زندگی نام ہے تبدیلی کا اگر کائنات میں تغیر وتبدل کا سلسلہ روک جائیں تو کائنات کا نظام روک جائے گا۔بھی اس تبدیلی کو ایک خوبصورت انداز اس میں پیش کررہے ہیں ۔میر تقی میر کہتا ہے کہ جب میں عالم شباب میں تھا تو دنیا و مافیا سے بے خبر اپنے عیش وعشرت اور مجازی عاشقی میں مبتلاء تھا اور کبھی اپنے غموں اور مصیبتوں کو سلجھانے میں مصروف عمل تھا۔دنیاوی زندگی کو دائمی زندگی تصور کرتا تھا۔ یہ بھول گیا تھا کہ جوانی کے بعد بڑھاپا بھی ہے اور موت بھی اب چونکہ میری جوانی

گزری ہے تو ساری رات عہد رفتہ کو یاد کر کے روتا ہوں ۔اورافسوس کرتا ہوں کہ کاش!زندگی میں کوئی ڈھنگ کا کام کرتا۔جس کے سبب میری دنیا و آخرت دونوں سنور جاتے میر تقی اپنے آپ سے مخاطب ہے کہ بس کر ساری رات آنسو بہادیئے اب صبح کا وقت قریب ہے کچھ لمحے کے لیے سوجایئے کیونکہ رونے دونے سے گزرا ہوا وقت دوبارہ نہیں آسکتا۔

شعر نمبر۲: اخلاص دل سے چاہئے سجدہ نماز میں

بے فائدہ ہے ورنہ جو یوں وقت کھولیے

تشریح: اخلاص یعنی خلوص کا مرتبہ،عظمت اور اہمیت انتہائی بلند ہے اور جس شخص میں اخلاص جیسی خوبی پائی جائے وہ اسے اپنی طرح لافانی بنادیتا ہے

اس شعر میں میر تقی میر بھی اخلاص کی بات کرتا ہے خلوص دل سے جو کام سرانجام دیا جایئے وہ فائدہ مند ثابت ہوتا ہے میر تقی میر کہتے ہیں کہ انسان بندگی کا حق ادا کرتے وقت اخلاص کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے وقت دل میں خلوص نہ ہو تو پھر یہ عبادت،عبادت نہیں رہتی بلکہ وقت کا ضیاع بن جاتا ہے۔

تیرا امام بے حضور،تیری نماز بے سرور

ایسی نماز سے گزر ایسے قیام سے گزر

شعر نمبر۳: کسی طور آنسوؤں میں نہاتے ہیں غم کشاں

اس آب گرم میں تو نہ انگلی ڈبوئیے

تشریح: میر تقی میر کی ساری زندگی دکھ درد،رنج وغم اور مصائب سے عبارت ہے میر تقی میر اس شعر میں دردمندانِ محبت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں جو لوگ مصیبت،دکھ درد رنج وغم اور دیگر مشکلات میں مبتلاء ہوتے ہیں تو ان کی آنکھیں ہر وقت آنسوؤں کی گرم پانی کی وجہ سے دہک رہی ہوتی ہیں ۔اور اس کا اندازہ صرف وہ لوگ کرسکتے ہیں جو زندگی میں کبھی اس کیفیت سے گزرے ہو کیونکہ کوئی عام شخص جس کی ساری زندگی عیش وعشرت اور آرام وراحت میں گزری ہو وہ اس

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

کیفیت سے نا آشنا ہوتا ہے کوئی عام شخص اس طرح کے طوفان کا سامنا نہیں کر سکتا کیونکہ آنسوؤں کا یہ گرم پانی آگ کی مانند گرمائش رکھتا ہے، جس طرح آگ میں جلانے کی خاصیت ہے اس طرح ان گرم آنسوؤں میں انگلی ڈبونے سے انگلی جل سکتی ہے۔

لیکن دردمند لوگوں کا حوصلہ قابل دید ہے

شعر نمبر۴: اب جانِ جسمِ خاک سے تنگ آ گئی بہت
کب تک اس ایک ٹوکری مٹی کو ڈھوئیے

تشریح: یہ دنیا اُمید پر قائم ہے اور انسان پر جب کوئی مشکل وقت آتا ہے تو وہ یہ اُمید رکھتا ہے کہ اندھیرے کے بعد روشنی ضرور آتی ہے میر تقی میر کی زندگی بھی مصائب و مشکلات سے لبریز تھی۔ اُنھوں نے ساری عمر سکھ کا سانس نہیں لیا کبھی غمِ دوراں کرتے رہے اور کبھی غمِ جاناں میں مصروفِ عمل رہے اب چونکہ زندگی میں ہر طرف سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تو اپنی زندگی سے تنگ آ کر کہتے ہیں کہ بس اب میری سانسیں میرے وجود کا بوجھ مزید برداشت نہیں کر سکتا۔ اور کب تک اس ٹوکری مٹی جسم کو لئے پھرو گے وہ اپنی زندگی سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے اور زندگی سے نجات موت ہی اسے دلا سکتی ہے۔

شعر نمبر۵: آلودہ اُس گلی کے جو ہوں خاک سے تو میر
آبِ حیات سے بھی نہ وے پاؤں دھوئیے

تشریح: اس شعر میں میر تقی میر نے بڑے قرینے سے کوچہ محبوب میں جانے کی آرزو کی ہے۔ محبوب کی گلی کی خاک عاشق کے لئے انتہائی مقدس ہوتی ہے شاعر کہتا ہے کہ کاش میں محبوب کی گلی میں جاؤں اور میرے پاؤں محبوب کے گلی کے خاک سے آلودہ ہو جائے اور اس پر اس گلی کا گرد و غبار بھی پڑ جائے تو یہ میرے لئے سعادت کا مقام ہوگا۔ محبوب کی گلی کا گرد و غبار اور مٹی اس قدر اہمیت اور قدر رکھتی ہے کہ اگر میں اس کو عام پانی تو دور آبِ حیات سے بھی نہیں دھوؤں گا۔

مشقی سوالات

سوال نمبر۱: درست الفاظ کا انتخاب کریں۔

(ا) ہر شعر میں ــــــــــــ مصرعے ہوتے ہیں۔
دو، چار، تین، پانچ

(ب) غزل کے پہلے شعر کو ــــــــــــ کہتے ہیں۔
ردیف، بیت الغزل، مقطع، مطلع

(ج) غزل کے ــــــــــــ میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔
مطلع، مقطع، درمیان، آغاز

(د) میر کو ــــــــــــ کہا گیا۔
خدائے سخن، بابائے اُردو، بلبلِ ہند، اُردو غزل کا باوا آدم

(ہ) غزل کے تمام اشعار کا ــــــــــــ مفہوم ہوتا ہے۔
الگ الگ، ایک، متضاد، مبارک

(و) میر کی غزل کا بنیادی موضوع ــــــــــــ ہے۔
غم، ہتک، خوشی، حُسن

جوابات: (ا) دو (ب) مطلع (ج) مقطع (د) خدائے سخن (ہ) الگ الگ (و) غم

سوال نمبر۲: کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر
جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

میر کی غزل کے اس مقطع کی تشریح کریں نیز یہ بھی واضح کریں کہ اس میں علم بیان کی کون سی خوبی پائی جاتی ہے؟

جواب: اس شعر کی تشریح پہلے ہو چکی ہے وہی دوبارہ پڑھ لیں اس میں علم بیاں صنعت تضاد والی خوبی پائی جاتی ہے اس شعر میں آئے اور چلے، ایک دوسرے کے متضاد الفاظ ہیں

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

سوال نمبر ۳: مندرجہ ذیل مصرعوں کے ساتھ دوسرا مصرعہ لگا کر شعر مکمل کریں۔

(ا) فقیرانہ آئے صدا کر چلے

(ب) وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لئے

(ج) دکھائی دیئے یوں کے بےخود کیا

(د) پرستش کی یاں کہ یاں کہ اے بت تجھے

(ہ) کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر

جواب: (ا) فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں! خوش رہو ہم دعا کر چلے

(ب) وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لئے
ہر اک چیز سے دل اٹھا کر چلے

(ج) دکھائی دیئے یوں کہ بےخود کیا
ہمیں آپ سے بھی جدا کر چلے

(د) پرستش کی یاں تک کہ بےخود کیا
نظر میں سبھوں کی خدا کر چلے

(ہ) کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر
جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

سوال نمبر ۴: میر کی شاعرانہ خصوصیات پر نوٹ لکھیں۔

جواب: طلباء جواب کے لیے شاعر پر تنقیدی نوٹ دیکھ لیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

خواجہ میر درؔد

پیدائش: ۱۷۲۰ء وفات: ۱۷۸۵ء

حالات زندگی اور طرز نگارش:

خواجہ میر درد دِلّی میں پیدا ہوئے۔ گو تصوف کے مضامین اُردو کے بیشتر شعرا نے باندھے ہیں لیکن اِن میں جو تکمیلی شان درد نے پیدا کی ہے، وہ انھی کا حصہ ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صوفی تھے۔ درد قلبی واردات کے اظہار کے لیے جن الفاظ کا چناؤ کرتے ہیں، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ الفاظ بنے ہی اس مقصد کے لیے ہوں۔ درد کی صوفیانہ شاعری وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے فلسفوں کا خوب صورت امتزاج پیش کرتی ہے خواجہ میر درد تصوف کے فلسفیانہ مضامین کو جس بے ساختگی اور سادگی سے بیان کرتے ہیں وہ اُنھیں کے ساتھ مخصوص ہے اُن کی غزل میں تغزل صرف تصوف کی بدولت پیدا ہوتی ہے۔ درد کے ہاں عشق اور تصوف ایک دوسرے سے الگ نہیں بلکہ باہم مربوط ہیں۔ انھوں نے محاورہ اور روزمرہ کثرت سے استعمال کیا اور نہ صرف غزل کی تہذیبی روایت پیدا کی بلکہ اسے ارتقا کے اگلنے زینے پر چڑھنے کا راستہ بھی دکھایا۔ اُردو شاعری کو درد نے ایک ہی مجموعہ کلام (دیوان درد) دیا ہے لیکن معیار کے اعتبار سے وہ اتنا بلند پایہ ہے کہ اسے کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور جس نے درد کو غزل گو شعراء کے صفِ اوّل میں کھڑا کر دیا ہے۔

تصانیف:

شمع محفل، آہ سرد، نالہ درد، واردات، درد دل اور علم الکتاب

غزل

فرہنگ

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
عہد	دور/زمانہ	نور	روشنی
دستور	آئین/قانون	صریحاً	جان بوجھ کر/کھلم کھلا/واضح طور پر
حضور	سامنے	باوجودیکہ	اس کے باوجود
مذکور	ذکر کیا گیا	مقدور	قدرت/طاقت
ناسور	ایسا زخم جس سے ہر وقت خون بہتا ہو	محتسب	احتساب کرنے والا
چور	ٹکڑے ٹکڑے	مے خانہ	شراب خانہ
دید	دیدار/دیکھنا	پر	پنکھ
معشوق	محبوب		

اشعار کی تشریح

شعر نمبر ۱: قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا

پر ترے عہد کے آگے تو یہ دستور نہ تھا

تشریح: یہ دستور اور روایت رہی ہے کہ ہر دور میں عشاق پر ظلم و ستم ہو گیا ہے۔ بعض معشوق اپنے عاشق کے ساتھ بے وفائی اور بے اعتنائی برتتے ہیں لیکن کبھی بھی یہ نہیں چاہتے کہ اُسکا چاہنے والا اُن کے ہاتھوں قتل ہو جائے۔ شاعر بھی کہتے ہیں کہ اگر محبوب اپنے عاشق کو قتل کرنا چاہے تو یہ کوئی مشکل کام نہیں ہوتا۔ کیونکہ عاشق اپنے محبوب کے ہر حکم کے آگے سر جھکا دیتا ہے شاعر کہتے ہیں کہ پہلے زمانے میں بھی محبوب کے لئے اپنے عاشق کو قتل کرنا کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ لیکن وہ لوگ ایسا نہیں کرتے تھے کیونکہ اس دور میں یہ قانون اور فائدہ نہیں تھا یہ دستور تیرے عہد سے شروع ہوتا ہے۔

شعر نمبر ۲: رات مجلس میں ترے حسن کے شعلے کے حضور

شمع کے منھ پہ جو دیکھا، تو کہیں نور نہ تھا

تشریح: میر درد اس شعر میں اپنے محبوب کے بے پناہ حسن و جمال کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے محبوب کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ حسن و جمال سے نوازا ہے۔ اور رات جب تیری محفل لگی تھی اور تمھارے حسن کے شعلے بھڑک رہے تھے اُس وقت میں نے شمع کی روشنی بھی دیکھی جو تیرے حسن کے شعلوں کے مقابلے میں مانند پڑھ گئی تھی اور سارا محفل تیرے چہرے کے نور سے منور تھا۔ شاعر یہ بتانا چاہتا ہے کہ محبوب اس قدر خوبصورت ہے کہ شمع اس کے حسن کے شعلے کی تاب نہ لا سکی اور اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔

شعر نمبر ۳: ذکر میرا ہی وہ کرتا تھا صریحاً، لیکن

میں جو پہنچا تو کہا، خیر! یہ مذکور نہ تھا

تشریح: یہ قانون فطرت ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ محبوب کسی نہ کسی حوالے سے اپنے عاشق کا ذکر ضرور کرتا ہے اور یہ لازمی نہیں کہ محبوب عاشق کی غیر موجودگی میں اُس کی بُرائی بیان کریں۔ شاعر کہتا ہے کہ جب میرا محبوب دوستوں کے محفل میں بیٹھا ہوتا ہے تو میرا ذکر ہی کر رہا تھا اور روزمرہ کے حالات و واقعات پر بحث رہا تھا اور جب میں محفل میں پہنچا تو موضوع ہی بدل ڈالی اور کہنے لگے کہ جس کی تعریفیں ہو رہی تھی وہ کوئی اور ہے شاعر کہنا چاہتا ہے کہ محبوب نے ہمیشہ میری چاہت اور محبت کا اقرار کیا ہے لیکن میری موجودگی میں بھری محفل میں شرم محسوس کرتا ہے

شعر نمبر ۴: باوجودے کہ پر و بال نہ تھے آدم کے

واں یہ پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

تشریح: انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا۔ اور انسان کی عظمت اور بلندی کے مرتبے پر فائز کیا۔ کیونکہ بظاہر تو انسان کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہیں اور فرشتے نورانی مخلوق ہیں۔ اور انسان نے بغیر کسی وسیلے کے اس مقام تک رسائی حاصل کی جو کسی فرشتے کی قدرت میں نہیں تھی۔ اگر چہ

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

انسان کو اللہ تعالی نے بال و پر نہیں عطا کئے تھے لیکن اپنی عظمت سوچ، تفکر اور تدبر کی بدولت عروج پر پہنچ گیا۔ شاعر کا اشارہ واقعہ معراج کی طرف ہے معراج کے دوران حضرت جبرائیلؑ حضرت محمدؐ کو لے کر جا رہے تھے۔ کہ آخر ایک ایسا مقام آیا کہ جہاں پر حضرت جبرائیلؑ سدرۃ المنتہا پر ٹھہر گئے اور حضورؐ پاک عرش بریں تک گئے۔

شعر نمبر ۵: پرورش غم کی ترے یاں تئیں تو کی، دیکھا
کوئی بھی داغ تھا سینے میں کہ ناسور نہ تھا

تشریح: ہر محبوب اپنے چاہنے والے کو کوئی نہ کوئی دکھ و درد اور رنج و غم ضرور دیتا ہے اور عاشق اُس غم کو سینے میں رکھتا ہے جیسا محبوب کی طرف سے کوئی قیمتی تحفہ دیا گیا ہو۔ اور ان مصیبتوں کو وہ اپنی زندگی کا قیمتی اثاثہ سمجھتے ہیں۔ خواجہ میر دردؔ بھی اپنے محبوب سے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اے میرے محبوب تیری محبت میں مجھے جو غم نصیب ہوئے اُن کا میں نے اپنے سینے میں ایسی پرورش کی ہے کہ وہ اب میرے لئے ناسور بن چکا ہے اور ایک لاعلاج مرض بن چکا ہے یہ اب ہماری زندگی کا حصہ بن چکے ہیں اور تیسری اس لاپروائی، بے اعتنائی اور بے وفائی کا یہ عالم ہے کہ تم مجھ پر رحم بھی نہیں کرتا۔ اور پھر بھی تو میری وفاداری کا یقین نہیں کرتے

شعر نمبر ۶: محتسب آج تو مے خانے میں تیرے ہاتھوں
دل نہ تھا کوئی کہ شیشے کی طرح چور نہ تھا

تشریح: اس شعر میں شاعر کوتوال (محتسب) سے مخاطب ہو کر رقم طراز ہے کہ اے محتسب مے خانے میں وہ لوگ آتے ہیں جو مصیبتوں، دکھ درد، اور مشکلات میں گھیرے ہو، لوگ اپنا غم بھلانے کے لئے مے خانے کا رُخ کر لیتے ہیں وہ لوگ کو شر دگریز کرتے ہیں لیکن جب تم مے خانے میں آئے کسی کو مارا کسی کو سزا سُنائی تو مے خانے میں موجود ایسا کوئی بندہ نہیں تھا۔ جس کا دل شیشے کی طرح چُور نہیں ہوا تھا۔ آپ کو ان لوگوں کی جذبات کا خیال رکھنا چاہیے تھا اور اس کام کے بجائے کوئی ڈھنگ کا کام کر لیتے کیونکہ معاشرے میں مے خانے کے علاوہ اور بھی کئی ایسے بُرائی کے کام

ہیں جنہیں رُوکنا چاہیئے۔

شعر نمبر ۷: دردؔ کے ملنے سے اے یاروں بُرا کیوں مانا
اس کو کچھ اور سوا دید کے، منظور نہ تھا

تشریح: اس شعر میں شاعر اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ میرے محبوب کہ تم نے درد کے ملنے کا بُرا کیوں مانا۔ اُس کے دل میں کوئی بُرا جذبہ نہیں تھا۔ وہ تو صرف اپنے محبوب کے حُسن و جمال کا دیدار کرنا چاہتا تھا۔ مگر معلوم نہیں تمھیں درد کی ایسی کونسی بات بُری لگی۔
آپ کا دردؔ تو صرف اور صرف آپ کو دیکھنے کا متمنی تھا۔ آپ نے اپنے چاہنے والے کی صرف اس عمل پر اتنا بڑا ہنگامہ برپا کر دیا اور پورے معاشرے میں مجھے بدنام اور رسوا کیا۔ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

مشقی سوالات

سوال نمبر 1۔ خالی جگہ مناسب لفظ کے انتخاب سے پر کریں۔

(۱) قتل عاشق کسی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سے دور نہ تھا
(ا) معشوق (ب) محبوب (ج) دُشمن

(۲) رات مجلس میں تیرے۔۔۔۔۔۔۔۔ کے شعلے کے حضور
(ا) آگ (ب) حسن (ج) ناز

(۳) واں یہ پہنچا کہ۔۔۔۔۔۔۔ کا بھی مقدور نہ تھا
(ا) انسان (ب) آدمی (ج) فرشتے

(۴) محتسب آج تو۔۔۔۔۔۔۔ میں تیرے ہاتھوں
(ا) تھانے (ب) جیل خانے (ج) مے خانے

(۵) درد کے ملنے سے اے۔۔۔۔۔۔۔ بُرا کیوں مانا
(ا) یار (ب) دوست (ج) دُشمن

جواب: (۱) معشوق (۲) حسن (۳) فرشتے (۴) مے خانے (۵) یار

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

سوال نمبر۲: ردیف کسے کہتے ہیں؟ درد کی غزل کی ردیف کی نشاندہی کریں۔

جواب: ردیف اُس کلمے کو کہتے ہیں جو غزل کے مطلع کے دونوں مصرعوں جب کہ بعد میں ہر شعر کے دوسرے مصرعے میں ہم معنی، ہم آواز اور ایک جیسے الفاظ بار بار آتے ہیں۔ اُنھیں ردیف کہتے ہیں۔ درد کے غزل میں "نہ تھا" ردیف ہے۔

سوال نمبر۳: دور دستور، مذکور وغیرہ اس غزل کے قافیے ہیں ایسے پانچ ہم قافیہ الفاظ لکھیں جو اس غزل میں موجود نہ ہو۔

جواب: مجبور، غرور، منظور، منصور، صبور۔

سوال نمبر۴: کنایہ قریب اور کنایہ بعید میں فرق مثالوں کی مدد سے واضح کریں۔

جواب: **کنایہ قریب:**

موصوف کی کسی صفت کا یوں اظہار کیا جائے کہ اس مخصوص صفت کے درمیان کوئی واسطہ حائل نہیں ہوتا یعنی وہ کنایہ جو جلد سمجھ میں آجائے اور اس کے لئے زیادہ غور وفکر کی ضرورت نہ پڑے مثال کے طور پر

ہے دوشِ محمد کا مکیں خانہ زین پر
اس ناز سے رکھتا ہی نہیں پاؤں زمیں پر

دوش کا مکین، ، حضرت امام حسینؑ کی طرف اشارہ ہے۔

کنایہ بعید:

وہ کنایہ جو فوراً سمجھ میں نہ آئے بلکہ غور وفکر کرنا پڑے مثلاً

مطبخ ہے سرد آگ کا اس میں نہیں نام
بچے ہوئے گرم سے بے تاب ہیں تمام

سوال نمبر۵: اس غزل کے قوافی لکھیں۔

جواب: اس غزل کے قوافی مندرجہ ذیل ہیں۔

دستور، درد، نور، مذکور، مقدور، ناسور، چُور، منظور

سوال نمبر۶: مندرجہ ذیل کی تعریف کریں اور دو مثالیں لکھیں۔

مراعاۃ النظیر، حسن تعلیل، لف ونشر، تلمیح، تضمین

جواب: **مراعاۃ النظیر**: مراعاۃ کی معنی ملحوظ رکھنا اور نظیر کے معنی ہیں مثال علم بدیع کی اصطلاح میں مراعاۃ النظیر سے مُراد یہ ہے کہ ایک چیز کی مناسبت سے کلام میں مماثلت چیزوں کو جمع کر دینا، شرط یہ ہے کہ ان میں تضاد کی نسبت نہ ہو۔

۱۔ پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

۲۔ نہیں نا اُمید اقبال اپنے کشت ویراں سے
ذرہ نم ہو تو یہ مٹی بڑی ذرخیز ہے ساقی!

حسن تعلیل: تعلیل کے معنی علت یا سبب بیان کرنے کے ہیں علم بدیع کی اصطلاح میں کسی ایسی وجہ بیان کرنا جو اس کی اصل وجہ نہ ہو لیکن اس طرح ایک نئی علت بیان کرنے سے کوئی شاعرانہ خوبی پیدا ہو جائے حُسن تعلیل کہلاتا ہے۔

۱۔ میرے رونے پر جو اُس نے ہنس دیا
برق چمکی ابر باراں تھم گیا

۲۔ بے سبب زلزلہ عالم میں نہیں آتا ہے
کوئی بیتاب تہِ خاک تڑپتا ہوگا

لف ونشر: لغت میں لف کے معنی لپٹنا اور نشر کے معنی پھیلانا ہے کلام میں اول چند کلمات کا ذکر کیا جائے اور پھر ان کی مناسبت سے چند دوسری چیزوں کا ذکر ہو کلام کا وہ حصہ جس میں چند معانی یا اشیاء کا ذکر ہو "لف" کہلاتا ہے اور جس حصے میں اس کی مناسبت سے رکھنے والی چیزوں کا ذکر ہو نشر کہلاتا ہے

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

۱ بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں

تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

تلمیح: کلام میں کسی آیۂ قرآنی، حدیث نبویؐ، یا کسی مشہور تاریخی واقعہ یا علمی اصطلاح کا نظم کرنا مقصد اس سے کلام کی وضاحت اور شاعرانہ خوبی ہو تلمیح کہلاتا ہے۔

۱ کیا خوب ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب

آؤ نا ہم بھی کریں سیر کوہ طور کی

۲: باوجود یکہ پروبال نہ تھے آدم کے

واں یہ پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

تضمین: لفظی معنی ملانا یا شامل کرنا کے ہیں علم بدیع کی اصطلاح میں کسی دوسرے شاعر کے مصرع کو اپنے شعر میں لانا یعنی ایک مصرع شاعر کا اپنا ہوتا ہے اور دوسرا مصرع کسی اور کا ہوتا ہے۔ جو مصرع کسی اور شاعر کا ہوتا ہے اسے واوین میں لکھا جاتا ہے مثلاً

۱ بنا ہے کوٹ یہ نیلام کی دکان کے لیے

''صلائے عام ہے یاران نکتہ دال کے لیے''

۲ مرزا غالب خدا بخشے، بجا فرما گئے

''ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائیں گے کیا''

سوال نمبر۸: آپ کو اس غزل میں درد کا کون سا شعر پسند ہے اور کیوں؟

جواب: مجھے یہ شعر پسند ہے:

باوجود یکہ پروبال نہ تھے آدم کے

واں یہ پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

کیونکہ اس شعر میں انسانی کی عظمت اور بڑھائی کا ذکر کیا گیا ہے اس شعر میں واقعہ معرج کو علامت بنا کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ انسان حقیقی طور پر اشرف المخلوقات ہے کیونکہ شب معراج یہ حضورؐ

پاک کے ساتھ حضرت جبرائیلؑ نے آگے جانے سے انکار کیا اور حضورؐ پاک اُس سے بھی آگے چلے گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شیخ غلام ہمدانی مصحفی

پیدائش: ۱۷۵۱ء وفات: ۱۸۲۴ء

حالات زندگی:

مصحفی کی غزل دبستانِ دلی اور دبستانِ لکھنؤ کے دِل آویز امتزاج کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ اُن کی غزل میں ایک طرف دبستان دلی کا سوز و گداز ہے تو دوسری جانب دبستانِ لکھنؤ کی پیکر تراشی کا رجحان بھی نظر آتا ہے۔

اسلوب:

مصحفی کا اسلوب نہایت سلیس، بے سادہ اور تخلیقی نفاست کا حامل ہے۔ اُن کے لہجے میں ایک دھیما پن اور ٹھہراؤ ہے جو اُن کی غزل میں ایک طلسماتی فضا پیدا کرتا ہے مصحفی کو غزل پر ایک استادانہ کمال حاصل ہے۔ وہ پائمال موضوعات کو بھی نئے انداز سے برتتے ہوئے اِن میں کوئی نہ کوئی جدت کا پہلو پیدا کرتے ہیں۔ ان کے کئی ایک اشعار کو ضرب المثل کی حیثیت حاصل ہے۔

مولانا محمد حسین آزاد نے ''آب حیات'' میں لکھا ہے کہ ''یہ اُصول فن سے بال برابر بھی سرکتے نہ تھے۔ کلام پر قدرت کامل پائی تھی۔ الفاظ کو پس و پیش اور مضمون کو کم و بیش کر کے اس دروبست سے شعر میں کھپاتے تھے، کہ جو حق استادی کا ہے ادا ہو جاتا تھا۔'' مصحفی کی غزلیات میں روانی اور جوانی پائی جاتی ہے۔ وہ صحت زبان کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کے اشعار میں ترنم پایا جاتا ہے اور یہ کیفیت موزوں اصوات کی تکرار سے پیدا ہوتی۔

غزل

شیخ غلام ہمدانی مصحفی

فرہنگ

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
ناگہ	اچانک	شکست رنگ	رنگ اور خوبصورتی کی شکست
گل اندام	پھول جیسے نازک بدن والا	مست پُرخُمار	مدہوش
گل	پھول	خورشید	سورج
کف	ہتھیلی	کوچے	گلی / محلّہ
جام	شراب کا پیالہ	مست خواب صبح	صبح کی نیند میں مدہوش
لب بام	چھت کا کنارہ	یاں	یہاں
اسیر	قیدی	آفتاب عمر	زندگی کا سورج
جائے رحم	رحم کی جگہ	تہہ دام	دام میں گرفتار
قطع کرنا	تعلق ختم کرنا		

اشعار کی تشریح

شعر نمبر ۱: ناگہ چمن میں جب وہ گل اندام آگیا
گل کو شکست رنگ کا پیام آگیا

تشریح: مصحفی غزل کے مطلع میں اپنے محبوب کی خوبصورتی کا اظہار نہایت دل کش و پیرائے میں کرتا ہے پھول خوبصورتی اور حُسن و جمال کا مظہر ہوتا ہے لیکن مصحفی اپنے محبوب کو پھول سے زیادہ حسین و جمیل قرار دیتا ہے۔ خوبصورتی پر اور نرم و نازک بدن پر ہر کوئی ناز کرتا ہے اس طرح پھول کو بھی اپنی حُسن و جمال پر ناز اور غرور تھا۔ لیکن پھول کا ناز اور غرور اُس وقت خاک ہوا جب مصحفی کا محبوب باغ میں آگیا گویا محبوب کا باغ میں آنا پھول کی خوبصورتی اور رنگت کے لئے شکست کا پیغام ہے۔ پھول چونکہ اس احساس برتری میں مبتلاء تھا کہ باغ میں مجھ سے خوبصورت کوئی شے نہیں وہ حیرانی میں بدل گئی اور پھول نے بھی تسلیم کیا کہ مجھ سے خوبصورت، حسین و جمیل اور نازک

اندام مصحفی کا محبوب ہے۔

شعر نمبر ۲: اُٹھا جو صبح خواب سے وہ مست پرُخمار
خورشید کف کے بیچ لئے جام آگیا

تشریح: شاعر اس شعر میں اپنے محبوب کے صبح کے وقت جاگنے کی کیفیت کا ذکر کر رہا ہے کہ میرا محبوب جب صبح نیند سے بیدار ہوا تو اُن کی آنکھیں نیند کی وجہ سے خمار آلود تھی۔ اُس وقت محبوب نشیلی آنکھوں کی وجہ سے اس قدر خوبصورت لگ رہا تھا کہ جو بھی اس کو اس حالت میں دیکھتا تو اس خواہش کا اظہار کرتا کہ کاش یہ ساری عمر اسی حالت میں ہو۔ سورج نے بھی جب اُن کے آنکھوں میں خواب کا نشہ دیکھا تو وہ خود ہی ہاتھ میں جام لیے آگیا۔ کہ اس خوبصورت اور مست پرخمار محبوب کا نشہ کھبیا تر یا ور عشاق اس جلوئے سے لطف اندوز ہوتے رہتے رہیں۔

شعر نمبر ۳: افسوس ہے کہ ہم تو رہے مستِ خواب صبح
اور آفتاب عمر لب بام آگیا

تشریح: شاعر اس شعر میں زندگی کی حقیقتوں سے پرہ اُٹھاتا ہے کہ یہ دُنیا فانی ہے۔ اس دنیا کی زندگی کوئی گارنٹی ہے انسان جوانی میں غفلت میں پڑا رہتا ہے۔ اللہ تعالی کو بھول چکا ہوتا ہے ساری زندگی مال و متاع جمع کرنے کے فکر میں ہوتا ہے۔

انسان دنیا کی خوبصورتی، رنگینیوں اور عیش و نشاط میں اس قدر مصروف ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے مقصد حیات بھول جاتا ہے اور پھر عمر گزرنے کے بعد جب موت کا وقت قریب آجاتا ہے تو سوائے افسوس کرنے کے کچھ نہیں کر سکتا۔

شاعر بھی کہتا ہے کہ میں نے ساری زندگی غفلت میں گزاری اور جونہی میں غفلت کی نیند سے بیدار ہوا تو عمر کا سورج میری زندگی کے بام پر آ چکا تھا اور میری زندگی کا خاتمہ کرنے کے در پے تھا۔

شعر نمبر ۴: ہے جائے رحم حال پہ یاں اُس اسیر کے
جو گرتے ہی ہوا سے تہہ دام آگیا

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

تشریح: یہ دُنیا اُمید پر قائم ودائم ہے اور جہاں اُمید ختم ہوجاتا ہے وہاں سے ناکامی شروع ہوجاتی ہے شاعر ایسے لوگوں سے ہمدردی کا اظہار کررہا ہے جو کہ ابتداء ہی میں حوصلہ ہارتا ہے اور پھر اُسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ اُس پرندے کی حالت واقع قابل رحم ہے جو اُڑنے کے لئے ہوا میں اُچھلا تھا لیکن ابھی تازہ ہوا میں صحیح طریقے سے سانس بھی نہیں لیا تھا۔ اور ہوا سے نیچے آتے ہی دام میں پھنس گیا۔ اور چونکہ اُس کی آزادی کا کوئی امکان بھی نہیں۔ ابھی اس بے چارے نے نہ کوئی دانا کھایا تھا اور نہ کچھ پیا تھا کہ ایک ظالم شکاری کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس گیا اور پھر عمر بھر قید نصیب ہوجاتا ہے۔

شعر نمبر ۵: سمجھو خدا کے واسطے پیارے بُرا نہیں
دو دن اگر کسی کے کوئی کام آ گیا

تشریح: ''حدیث شریف کا مفہوم ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کریگا۔''
شاعر بھی اس شعر میں انسان کو مخاطب ہے کہ یہ دُنیا ایک دوسرے کی مدد کرنے سے جنت کا ایک ٹکڑا بن جائیگا یہ کوئی بُری بات نہیں کہ کوئی شخص دوسرے حاجت مند، ضرورت مند، مسکین اور غریب کی مدد کریں۔ اس سے رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے اور دل کو سکون ملتا ہے۔
شاعر کہتا ہے کہ اے پیارے لوگوں! اس میں بُرائی اور شرم کی کوئی بات نہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان کے کام آتا ہے بلکہ یہ تو سب سے افضل اور بہترین بات ہے۔

شعر نمبر ۶: کر قطع کب گیا، ترے کوچے سے مصحفی؟
گر صبح کو گیا، وہیں پھر شام آ گیا

تشریح: شاعر غزل کے مقطع میں خوبصورت انداز میں اپنی بے قراری اور عشق ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے میرے محبوب ایسا تو ناممکن ہے کہ میں تیرے کوچے سے قطع تعلق کروں۔ لیکن بعض اوقات ایسا ضرور ہوتا ہے کہ محبوب کی بے وفائیوں اور رسوائیوں سے تنگ آ کر یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ دل کو ہزار رہا سمجھاتا ہوں کہ پھر اس گلی کا رُخ نہیں کرونگا لیکن دل ہے

کہ مانتا نہیں اگر تیری گلی سے صبح ناراض ہو کر چلا جاتا ہوں تو بے چینی اور بے قراری اس قدر بڑھ جاتی ہیں کہ شام کو واپس لوٹتا ہوں۔

مشقی سوالات

سوال ۱: مصحفی کی شامل نصاب غزل میں جو تراکیب استعمال ہوئی ہیں انہیں الگ کریں اور معنی لکھیں؟

تراکیب	معنی
شکست رنگ	رنگ کا شکست
گل اندام	پھول جیسے نازک بدن والا
صبح خواب	صبح کی نیند
مست پُرخمار	نشہ اُترنے کے نتیجے میں جو بے چینی ہوتی ہے اور نشے کی دوبارہ طلب ہوتی ہے
آفتاب عمر	زندگی کا سورج
مست خواب صبح	صبح کے نیند میں مست
لب بام	چھت کا کنارہ
تہہ دام	جال کے نیچے
جائے رحم	رحم کے لائق

سوال ۲: مصحفی کی غزل میں ردیف اور قافیوں کی نشاندہی کریں۔

قافیہ	ردیف
اندام، پیغام، جام، بام، دام کام، شام	مصحفی کی غزل میں آ گیا ردیف ہے

سوال ۳: اس غزل میں چند مرکبات اضافی لکھیں۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

جواب: شکستِ رنگ، خوابِ صبح، لبِ بام، تہہِ دام

سوالہم: اس مصرعوں کا مفہوم واضح کریں۔

ع گل کو شکست رنگ کا پیام آ گیا

ع خورشید کف کے بیچ لئے جام آ گیا

ع جو گرتے ہی ہوا سے تہہ دام آ گیا

جواب: طلباء و طلبات جواب کے لئے تشریح کو دوبارہ پڑھ لیجئے۔

سوال۵: درج ذیل الفاظ و تراکیب کو جملوں میں استعمال کریں؟

گل اندام، پرخمار، کف، تہہ دام، اسیر، آفتاب عمر

الفاظ	جملوں میں استعمال
گل اندام	فضلِ ربی کی گل اندام شخصیت کی ثانی نہیں۔
پُرخمار	نقیب کی پُرخمار آنکھیں واقعی قابل دید ہیں۔
کف	امتحان میں فیل ہونے کے بعد کف افسوس ملنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔
تہہ دام	کل ایک کبوتر تہہ دام آ گیا۔
اسیر	امریکہ نے بے شمار بے گناہ مسلمانوں کو اسیری میں رکھا ہے
آفتاب عمر	آفتاب عمر ڈھلتا ہے تو موت کا اندھیرا دکھائی دینے لگتا ہے۔

سوال۶:۔ مصحفی کی غزل کے دوسرے شعر میں جس صنعت کا استعمال ہوا ہے اس کی تعریف کریں اور دو مثالیں دیں۔

جواب: اس شعر میں صنعت مراعاۃ النظیر کا استعمال ہوا ہے۔

تعریف: مراعات کے معنی ''ملحوظ''، رکھنا اور نظیر کے معنی ہیں ''مثال'' ایک چیز کی مناسبت سے کلام میں مماثل چیزوں کو جمع کر دینا۔ صنعت مراعاۃ النظیر کہلاتا ہے شرط یہ ہے کہ دونوں میں تضاد کی نسبت نہ ہو۔

(ا) زندگانی کی حقیقت کوہ کن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی

(۲) پتا پتا، بوٹا بوٹا، حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

☆☆☆☆☆☆☆

مرزا اسد اللہ خان غالبؔ

پیدائش: ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء — وفات: ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء

حالات زندگی

مرزا اسد اللہ خان غالبؔ آگرہ میں پیدا ہوئے: ابتداء میں اسدؔ اور بعد میں غالبؔ تخلص اختیار کیا۔ شاہی دربار سے نجم الدولہ اور دبیر الملک کے خطاب پائے۔ غالب کے آباؤ اجداد ترک سلجوق تھے جو مغلیہ عہد میں ماوراء النہر سے ہندوستان آئے اور اچھے سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ ان کے چچا نصر اللہ بیگ شاہی فوج میں رسالدار تھے۔ نوابانِ لوہارو سے مرزا غالب کا سسرالی رشتہ تھا۔ اپنی خاندانی وجاہت پر انہیں ناز تھا:

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری
کچھ شاعری ذریعہ عزت نہیں مجھے

اسلوب:

اپنی شعر گوئی کے پہلے دور میں غالب نے مشکل پسندی اختیار کی لیکن پھر سادہ طرز اپنا۔ خیال کی لطافت، بلندی، روزمرہ اور محاورات کا لطف و طرز ادا کی شوخی اور موضوعات کی رنگارنگی نے ان کے کلام کو منفرد اور دلکش بنا دیا۔ زندگی کے غموں اور دکھوں کے باوجود وہ خوش طبعی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ ان کی شاعری کی ایک اہم خوبی محاکات ہے۔ وہ لفظوں سے تصویر کھینچ کر رکھ دیتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی شاعری کا انتخاب ''دیوان غالب'' کی شکل میں کیا اور ان کی

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

شاعرانہ عظمت میں اس انتخاب کو بڑا دخل ہے۔ اُردو کا یہ عظیم شاعر دِلّی میں انتقال کر گیا۔

تصانیف:

دیوانِ غالب، اُردوئے معلٰی، عودِ ہندی، لطائفِ غیبی، کلیاتِ غالب (فارسی) قاطع برہان دستنبو وغیرہ۔

غزل نمبر ۱

مرزا اسداللہ خان غالب

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
دائم	ہمیشہ	در	دروازہ، چوکھٹ
ترے	تیرے	خاک	مٹی
ساغر	پیالہ، کٹورا	گردش مدام	ہمیشہ کا چکر
لوح جہاں	دنیا کی قسمت کی تختی	لعل	سرخ رنگ کا قیمتی پتھر
قدم بوسی	قدم چومنا/انتہائی احترام کا اظہار کرنا	یارب	اے خُدا
گناہ گار	گناہ کرنے والا	حرف مکرّر	دوبارہ لکھا ہوا حرف
وظیفہ خوار	وظیفہ لینے والا،	عقوبت	آخرت
دریغ کرنا	تامل یا کوتاہی کرنا	ذر	سونا
گھبرانا	پریشان ہونا	گوہر	جوہر/قیمتی پتھر
رتبہ	مرتبہ/مقام	مہر	سورج
ماہ	مہ/چاند	شاہ	بادشاہ/مُراد بہادر شاہ ظفر ہے

اشعار کی تشریح

شعر نمبر ۱

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں
خاک ایسی زندگی یہ کہ پتھر نہیں ہوں میں

تشریح: ہر عاشق اپنے محبوب کی چوکھٹ پر حاضری دینے اور اُن کی حسن و جمال کا دیدار کرنے کے لئے بے تاب رہتا ہے۔ غالب بھی اپنے محبوب پر واضح کرنا چاہتا ہے کہ اے میرے محبوب میں تیرے در پر کچھ وقت کے لیے آ کر کھڑا ہو گیا تا کہ تیرا دیدار کرسکوں، تیرے حسن و جمال کی نزاکتوں کا سرور حاصل کرسکوں اور اپنے دل و دماغ کی پریشانیاں دور کر کے کچھ سکون حاصل کرسکوں۔
غالب محبوب پر مزید واضح کرنا چاہتا ہے میں کوئی پتھر نہیں کہ احساس جمال نہیں رکھتا میں انسان ہو میری زندگی کا مقصد ہے۔ میری زندگی محبوب کے بغیر بے معنی رہ جاتی ہے اگر زندگی میں محبوب کا ساتھ، پیار اور محبت حاصل نہ کر سکا تو ایسی زندگی پر صد افسوس رہے گا۔

شعر نمبر ۲:

کیوں گردش مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں، پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

تشریح: مے خانے کا قائدہ ہے کہ شراب کا پیالہ ہمیشہ گردش میں رہتا ہے۔ شرابی ایک دائرے کی شکل میں بیٹھ کر ایک دوسرے کو شراب کا پیالہ پیش کرتے ہیں یا ساقی ان کو باری باری شراب پلاتا ہے تو اس طرح شراب کا پیالہ ہمیشہ گردش میں رہتا ہے۔
تو غالب واضح کرنا چاہتا ہے کہ میں انسان ہو میں بھی جذبات واحساسات رکھتا ہوں میں شراب کے پیالے کی طرح بے حس اور جذبات سے عاری نہیں ہوں۔ زندگی کے نشیب و فراز سے میں بھی بے چین ہوتا ہوں، میرا دل میرا وجود گوشت پوست کا بنا ہوا ہے۔ میں عقل و شعور رکھتا ہوں بہ حیثیت انسان میرا مصائب کا سامنا کرنا اور حالت سے متاثر ہونا امر فطری ہے اس لیئے مصائب سے میں ڈر جاتا ہوں۔

شعر نمبر ۳:

یارب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

لوح جہاں پہ حرف مکرر نہیں ہوں میں

تشریح: مختلف ادوار میں شاعروں اور ادیبوں میں شاعرانہ چپقلش رہی ہے غالب کے دور میں بھی بہت سے لوگ اُن کے کلام اور شخصیت سے حسد کرتے تھے اُن کے لئے دل میں کینہ و بغض رکھتے تھے غالب ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی سے مخاطب ہے کہ اے اللہ یہ زندگی تیری عطا کی ہوئی ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ مرنے کے بعد دائمی زندگی شروع ہو جاتی ہے کوئی بھی جنس اس دُنیا میں دوبارہ زندہ نہیں ہوگا۔

چونکہ ایک قائدہ رہا ہے کہ اگر غلطی سے کوئی حرف دوبارہ لکھا جائے تو اُسے مٹا دیا جاتا ہے۔ تو غالب واضح کرنا چاہتا ہے کہ میں دُنیا کی تختی پر لکھا ہوا غلط حرف نہیں بلکہ اپنے حصے کی زندگی مجھے عطاء ہوئی ہیں تو پھر کیوں لوگ مجھے ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں میرے جیسا نابغہ روزگار شخصیت صدیوں میں ایک بار پیدا ہوتا ہے۔

شعر نمبر ۴: حد چاہیئے سزا میں عقوبت کے واسطے
آخر گناہ گار ہوں، کافر نہیں ہوں میں

تشریح: انسان غلطیوں کا پتلا ہے اسلامی تعلیمات کی رو سے وہ لوگ دائمی سزا کے مستحق ہونگے جنھوں نے کفر کیا ہو اور اللہ اور اسکے رسولؐ پر ایمان نہیں لایا ہو۔ روزِ محشر کے دن ایسے لوگوں کو جہنم میں ڈالا جائیگا اور اُن کے لئے معافی نہیں ہے

غالبؔ نے اس مذہبی تعلیم کو بیان کر کے ایک خوبصورت مضمون پیدا کیا ہے۔ غالبؔ کہتا ہے کہ بے شک میں گناہ گار ہوں مجھ سے نافرمانیاں ہوئی ہیں میں سزا کا مستحق ہوں جتنی بڑی میری غلطیاں اور کوتاہیاں ہے اس کے مطابق مجھے سزا دی جائے اور پھر مجھے چھوڑ دیا جائے کیونکہ روزِ محشر بھی اُن لوگوں کو چھوڑا جائیگا جنھوں نے اسلام قبول کیا لیکن اُن سے غلطیاں ہوئی وہ لوگ ایک مخصوص سزا کے بعد جنت میں داخل ہونگے اس قانون کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میری سزا بھی ختم کر دی جائے کیونکہ میں بھی مسلمان ہوں کوئی کافر نہیں۔

شعر نمبر ۵: کسی واسطے عزیز نہیں جانتے مجھے
لعل و زمرد و زر و گوہر نہیں ہوں میں

تشریح: ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ ہر عام و خاص اُن کو چاہے یہ فطری امر شعرا اور ادبا میں بھی پایا جاتا ہے کہ لوگ اُن کو قدر کی نگاہ سے دیکھے اُن کی عزت کرے اور ہر کوئی احترام سے پیش آئے غالب بھی واضح کرانا چاہتا ہے بحیثیت ایک شاعر اور انسان ان کا بھی ایک الگ مقام ہو۔

غالب گلہ کرتے ہیں کہ لوگ تو لعل و زمرود، زر، اور گوہر سے عقیدت رکھتے ہیں یہ تو پتھر ہے ان میں نہ تو جذبات ہوتے ہیں اور نہ ہی احساسات درحقیقت میں یہ چیزیں جذبات و احساسات جیسی قوتوں سے عاری ہے تو تم لوگ اس بے جان چیزوں سے کیوں محبت کرتے ہو جبکہ میں اس دُنیا میں اشرف المخلوقات کی حیثیت رکھتا ہوں۔ آپ لوگوں کی نظرِ کرم کو ترس گیا ہوں۔ اگر دیکھا جائے میرا مقام و مرتبہ ان بے چیزوں سے بلند ہے۔

شعر نمبر ۶: رکھتے ہو تم قدم، مری آنکھوں سے کیوں دریغ
رتبے میں مہر و ماہ سے کمتر نہیں ہوں میں

تشریح: بادشاہ کے دربار تک پہنچنا اور پھر بادشاہ وقت کی قدم بوسی کرنا ہر کس و ناکس کی بس کی بات نہیں شاعر مرزا غالبؔ بادشاہ وقت بہادر شاہ ظفر سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے عالی جناب میں تیرے دربار میں آنا چاہتا ہوں۔ تیرے ساتھ گفت و شنید کرنا چاہتا ہوں تمھارے محفل میں بیٹھ کر سرور حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اے عالی جناب آپ مجھے کیوں اس قابل نہیں سمجھ رہے کیوں میرے سامنے قدم رکھنے سے دریغ کرتے ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ چاند سورج کا رتبہ بہت بلند ہے لیکن میرا مقام شاعری کے افق پر سورج اور چاند سے کم تر نہیں شاعری میں میری شہرت آسمان کے برابر ہے اور میری شاعری نور کی مانند ہے اور سورج کی مانند شاعری کے آسمان پر روشنی کئے ہوئے ہوں۔

شعر نمبر ۷: کرتے ہو مجھ کو منع قدم بوس کس ہے
کیا آسمان کے بھی برابر نہیں ہوں میں

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

تشریح: ظاہر ہے قدم بوسی اظہار محبت وعقیدت کا ایک مسلمہ انداز ہے غالبؔ بہادر شاہ ظفر پہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ تمھاری شہرت ساری دنیا میں مشہور ہے۔ جس کی وجہ سے تمھاری عزت ووقار میں بے حد اضافہ ہوا ہے دنیا کے بڑے بڑے شعرا تمھاری قدم بوسی کرتے ہیں۔

یہاں پر آسمان کا استعارہ ملک الشعرا محمد ابراہیم ذوق کے لئے استعمال ہوا ہے چونکہ وہ ہر وقت دربار میں موجود رہتے تھے تو غالب بھی بادشاہ کو اپنا مقام یاد دلانا چاہتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب ایسے لوگ جو کہ عزت وشان وشوکت میں آسمان کی بلندی تک پہنچے ہیں تو میرا مقام بھی اُن لوگوں سے کم نہیں جب اُن لوگوں کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہے تو پھر مجھے قدم بوسی سے کیوں منع کرتے ہو۔

شعر:
غالبؔ وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا
وہ دن گئے کہتے تھے کہ نوکر نہیں ہوں میں

تشریح:

غزل کے مقطع میں غالبؔ نہایت ہی خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہیں کہ غالب کے بُرے دن نکل گئے ہیں اس سے پہلے وہ مصائب کا شکار رہے حالات واقعات نے ان کو فاقوں پہ مجبور کر دیا تھا جب بھی کسی سے واسطہ پڑتا تو بے روزگاری کا رونا روتے جبکہ اب ان کی حالت بقدرے اچھی ہے اب وہ بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے دربار سے وابستہ ہو گئے ہیں بہادر شاہ ظفر کو غالبؔ دعا دے رہے ہیں کہ اللہ تعالی اُن کو زندگی کی تمام خوشیاں عطاء کرے جنہوں نے ایک غریب شخص کا مداوا کیا۔ غالبؔ یہاں پر خوشی ومسرت کا اظہار کر رہا ہے مرزا غالبؔ یہاں لوگوں پہ واضح کرانا چاہتا ہے کہ اب وہ بے روزگار نہیں رہے اللہ تعالی نے ان پر اب اپنا خاص کرم کر لیا ہے اب وہ بادشاہ کے دربار سے وابستہ ہو گئے ہیں وہ دن گئے ہیں کہ لوگ کہاں کرتے تھے۔ بے روزگار ہے اب وہ برسر روزگار ہے۔

غزل نمبر۲

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی

خواہش	ارمان/ آرزو	دم نکلے	سانس نکلے
ارمان	حسرت	بہت نکلے	بہت سے پورے ہوئے
دمبدم	ہر وقت	چشم تر	آنسوؤں سے بھیگی ہوئی آنکھیں
خلد	جنت	کوچے	گلی
بے آبرو	بے عزت	بھرم کھلنا	راز فاش ہونا/ اعتبار اُٹھ جانا
قامت	قد	درازی	لمبائی
خستگی	زخمی ہونا/ شکستہ حالی	طرۂ پیچ وخم	خمدار یعنی پگڑی جو امارات کی نشانی سمجھی جاتی ہے
تیغ ستم	ظلم کی تلوار	پیچ وخم	بل
مے خانے	شراب خانے	واعظ	نصیحت کرنے والا جو ہر وقت شراب کی برائی بیان کر کے اس سے دور رہنے کی تلقین کرتا ہے
داد پانا	تحسین حاصل کرنا/ انصاف پانا	کافر	اللہ تعالی کے وجود کا منکر

اشعار کی تشریح

شعر نمبر۱:
ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

تشریح: انسان کو اللہ تعالی نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اس کو عقل وشعور جیسی قوتیں عطا کی جس کے بنا پر وہ سوچتا ہے محسوس کرتا ہے اور اپنے جذبات واحساسات کا اظہار بھی کرتا ہے جیسے پہلے کہا جا چکا ہے کہ انسان کو اشرف المخلوقات کا مرتبہ ملا ہے تو اس لیے یہ فطری امر ہے کہ وہ مختلف اوقات

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

میں کئی خواہشات رکھتا ہے۔ وقتاً فوقتاً یہ ارمان پورے بھی ہو جاتے ہے۔ غالب بھی رقم طراز ہے کہ میری ہزاروں خواہشیں ہے اور ایک خواہش دوسرے سے بڑھ کر ایک پوری ہوتی ہے تو دوسرا جنم لیتی ہے۔ بہت سے ارمان و حسرتیں تو پوری ہوگئی لیکن پھر کچھ آرزوئیں ایسی ہے کہ اگر وہ پوری نہ ہوئی تو مجھے افسوس رہے گا۔

شعر نمبر۲: ڈرے کیوں میرا قاتل؟ کیا رہے گا اس کی گردن پر
وہ خون جو چشمِ تر سے عمر بھر یوں دم بدم نکلے

تشریح: غزل کے دوسرے شعر میں غالب نہایت ہی خوبصورت انداز میں رقم طراز ہیں۔ کہ میرے محبوب کو ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں نے اپنے ہاتھوں اپنا خون کیا ہے غالب واضح کرانا چاہتا ہے کہ اے میرے محبوب جس طرح تو ابتداء میں بے نیاز تھا اب بھی بے نیاز رہو۔ میں نے اپنا خون تجھے معاف کر دیا ہے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ محبوب کی بے اعتنائی اور ستم گری سے ان کا حال بہت بُرا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی جُدائی میں دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ محبوب کو حاصل نہ کرنے کی وجہ سے اُن کے دل کو ٹیس پہنچی جس کی وجہ سے وہ شب و روز رو رہا ہے۔ اور جب انسوؤں کا سلسلہ تھم جاتا ہے تو پھر آنکھوں سے آنسوؤں کی جگہ خون بہنے لگتا ہے۔ اور اس طرح خون کے زیادہ بہنے سے ان کی زندگی کا خاتمہ ہوا۔ لہٰذا یہ قتل بالواسطہ قتل ہے۔

شعر نمبر۳: نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں، لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

تشریح: ہر عاشق اپنے محبوب کے دیدار کے لیئے ترستا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُن کے کوچے میں جاتا رہتا ہے پھر یہ اُن کی قسمت ہے کہ اُن کو محبوب کا دیدار نصیب ہوتا ہے یا نہیں۔ غالب بھی اپنے محبوب کے حُسن و جمال کے جلوے دیکھنے کے لیئے ان کے محلے گئے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ اُن کو محبوب کا دیدار نصیب نہ ہوا اُن کو وہاں سے بے عزت کر کے نکالا گیا۔ غالب فرماتے ہیں کہ انسان سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن اسکا مطلب یہ نہیں کہ اُسے

اتنا ذلیل کیا جائے کہ پھر وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔

اس شعر میں غالب نے صنعت تلمیح کا استعمال کیا ہے۔ یعنی آدمؑ کو جنت سے نکلنے کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جنت سے نکالا لیکن اپنے بندے سے محبت کی انتہا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو معاف بھی کیا اور دوبارہ جنت میں داخل ہونے کے طریقے بھی اُن کو بتا دیے محبوب سے محبت اتنی بڑی غلطی نہیں تھی لیکن اُن کو محبوب کی گلی سے بہت بے عزت کر کے نکالا گیا کیا یہ غلطی حضرت آدمؑ کی غلطی سے بڑی تھی۔

شعر نمبر۴: بھرم کھل جائے ظالم تیرے قامت کی درازی کا
اگر اس طرۂ پُر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

تشریح: غالبؔ اس شعر میں محبوب کو اپنی اوقات یاد دلانے کی کوشش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے میرے محبوب تمہیں اپنے حسن و جمال اور اپنے قد و قامت پر بہت غرور ہے لیکن اگر تیری اس پُر پیچ و خم زلف کے پیچ و خم نکل جائیں تو راز فاش ہو جائیگا۔ اور یہ ایک راز ہے اگر تمہارا یہ راز کھل جائے تو لوگ پھر تم سے نفرت کرینگے۔ کیونکہ اگر کوئی تمہیں پسند کرتا ہے تو تمہاری قامت کی درازی کی وجہ سے پسند کرتے ہیں۔

دُنیا کا ایک عجیب قانون ہے کہ جب انسان کسی سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنے محبوب کی ہر چیز سے واقفیت رکھتا ہے غالب بھی اپنے محبوب کی شخصیت سے خوب واقف ہے۔ غالب فرماتے ہیں کہ اے میرے محبوب تم نے اپنے بالوں کو کچھ اس طرح سے سنوارہ ہے جس سے تم اپنی پست قد کی خامی کو چھپا رہے ہو اور لوگوں کو جلا رہے ہو ان کا خوب ہمیں علم ہے میں راز کو فاش نہیں کرانا چاہتا کیونکہ راز اگر فاش ہو گیا تو وہ لوگ جو تم سے عقیدت رکھتے ہیں تم سے نفرت کرنے لگیں گے چونکہ محبت میں محبوب کو رسوا نہیں کرتے۔

شعر نمبر۵: ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی
وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغِ ستم نکلے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

تشریح: اس شعر میں غالب نہایت ہی خوبصورت انداز میں فرماتے ہیں کہ انسان اشرف المخلوقات ہے وہ مل جل کر اپنا رہنا پسند کرتا ہے معاشرے میں زندہ رہنے کے لیے وہ ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ رکھتا ہے بعض اوقات یہ ربط اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو جُدا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ غالب بھی یہاں فرماتے ہیں کہ معاشرے سے جڑے رہنے کے لیے میں نے دوست بنا لیئے تا کہ ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہو جائیں ایک دوسرے سے دل کی باتیں کی جائیں تا کہ دل کا بوجھ کم ہو جائے کیونکہ دوست دل کو تسلی دیتے ہیں اور زندگی کو آسان بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک اچھا دوست خوشی میں خوش جبکہ غم میں غمزدہ ہوتا ہے اور بُرے وقت میں کبھی ساتھ نہیں چھوڑتا غالب یہاں واضح کرانا چاہتا ہے کہ میرے بھی دوست اور احباب ہے میں ان کے ساتھ بے تکلفانہ بات چیت کرتا ہوں ان سے اپنا دُکھ درد شیئر کرتا ہو۔ مجھے جب محبت کا روگ لگا اور محبوب کی بے اعتنائی کی وجہ سے دل پر زخم کھانے لگا تو اپنے دوستوں کو آگاہ کیا۔ لیکن جب اُن کے پاس پہنچا تو وہ مجھ سے زیادہ خراب حال میں تھے۔ باوجود مجھے تسلی دینے کے میں ان کو تسلی دینے لگا ہمارے دوستوں کا حال ہم سے زیادہ بُرا ہے ہمارے کام نہ آئے اور ہمیشہ ہم اپنے دوست کے کام آئے۔

شعر نمبر ۶: محبت میں نہیں ہے فرق مرنے اور جینے کا
اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

تشریح: ہر انسان تب تک اپنے لیے جیتا ہے جب تک وہ کسی پر عاشق نہیں ہوتا۔ جب اُسے پیار ہو جاتا ہے تو اُس کا دل محبوب کے دل کے ساتھ دھڑکتا ہے اُن کی سانسیں اپنے محبت کے سانسوں کے تابع ہوتی ہے۔

غالب بھی رقم طراز ہے کہ عاشق بننے کے بعد محبت میں مرنے اور جینے کا کوئی فرق باقی نہیں رہتا کیونکہ میں جس شخص سے محبت کرتا ہوا گر اُس کو لحہ بہ لحہ نہ دیکھوتو ہر لحہ میرے لیے موت کا لحہ ہے اور اگر اس کا دیدار نصیب ہو تو میری بے جان وجود میں بھی جان آجاتی ہے اور زندگی کی

لطافتوں سے روشناس ہو جاتا ہوں۔

شعر نمبر ۷: کہاں مے خانے کا دروازہ غالبؔ اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

تشریح: واعظ کے بارے میں عموماً یہ تاثر عام ہے کہ وہ ایک نیک، پارسا متقی اور پرہیزگار انسان ہوتا ہے۔ لوگوں کو نیکی کی باتیں بتاتا ہے عشق مجازی سے اجتناب کرتا ہے۔ غالبؔ واضح کرنا چاہتا ہے کہ محبوب کی بے اعتنائی اور بے وفائی کی وجہ سے اپنے دکھ درد کو کم کرنے کے لیے میں نے مے خانے کا رُخ کیا تا کہ وہاں پر مے نوشی کر کے درد کو کم کر سکوں۔ کیونکہ محبوب کا دیا ہوا درد ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس درد کا علاج نہ کسی طبیب کے پاس ہے اور نہ کسی درویش کے پاس۔

غالبؔ کہتے ہیں کہ میں نے واعظ کو ہمیشہ نصیحت کرتے دیکھا اور سُنا ہے۔ میں اُن سے سُن کر آیا ہو کہ شراب بُری چیز ہے ان کا پینے والا جہنمی ہے اور اس طرح شراب کے متعلق جو متقی باتیں کی تھی۔ آج واعظ خود اس کے برخلاف کر رہے ہیں۔ کیونکہ جب میں وہاں سے نکل رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ واعظ بھی مے خانے جارہا ہے۔ شاہد اُسے بھی محبت کا روگ لگا ہے اور اپنا درد کم کرنے کے لیے شراب کا سہارا لے رہے ہیں۔

مشقی سوالات

سوال نمبر ۱: کیوں گردش مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

غالب کے اس شعر کی تشریح کریں نیز یہ بتائیں کہ اس میں علم بیان کی کون سی خوبی پائی جاتی ہے؟

جواب: اس شعر کی تشریح پہلے ہو چکی ہے وہی پڑھ لیں۔ نیز اس میں علم بیان کی خوبی یہ ہے کہ اس میں مرکب عطفی کا استعمال ہوا ہے۔ ''پیالہ و ساغر'' مرکب عطفی ہے۔

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل مصرعوں کا مفہوم واضح کریں۔

لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں میں

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

رتبے میں مہر و ماہ سے کم تر نہیں ہوں میں
وہ دن گئے کہتے تھے نوکر نہیں ہوں میں
بہت نکلے مرے ارمان، لیکن پھر بھی کم نکلے
اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں، جس کافر پہ دم نکلے

جواب: ان تمام مصرعوں کی وضاحت تشریح میں موجود ہے۔

سوال نمبر ۳: غالب کی پہلی غزل کی ردیف تحریر کریں

جواب: غالب کی پہلی غزل کی ردیف ''نہیں ہوں میں'' ہے۔

سوال نمبر ۴: غالب کی دوسری غزل کے قافیوں کی نشاندہی کریں؟

جواب: غالب کی دوسری غزل کے قافیے مندرجہ ذیل ہے۔

دم، کم، دم بہ دم، ہم، خم، ستم

سوال نمبر ۵: آپ کو غالب کا کون سا شعر زیادہ پسند ہے اور کیوں؟

جواب: مجھے غالب کا یہ شعر پسند ہے کیونکہ اس میں غالب نے انسانی نفسیات کی طرف بہت خوبصورت انداز میں اشارہ کیا ہے کہ انسان کے اگر ہزار خواہشات بھی پوری ہو جائیں تو پھر اُس کے ذہن میں ہزاروں اور خواہشات جنم لیتی ہے شعر مندرجہ ذیل ہے۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

سوال نمبر ۶: مندرجہ ذیل الفاظ وتراکیب کو جملوں میں استعمال کریں۔

حرفِ مکرر، لعل و زمرد، مہر و ماہ، کم تر، عقوبت، گردش مدرم، بھرم کھلنا، چشم تر

الفاظ وتراکیب	جملوں میں استعمال
حرف مکرر	غلطی سے لکھا ہوا الفاظ حرف مکرر تصور کیا جاتا ہے اور اس کو اکثر مٹا دیا جاتا ہے۔
لعل و زمرد	اقبال لعل و زمرد کا کاروبار کرتا ہے۔

مہر و ماہ	مہر و ماہ کی گردش سے کائنات کے نظام کی فعالیت کا پتہ چلتا ہے۔
کم تر	زندگی میں کبھی بھی کسی انسان کو اپنے سے کم تر نہیں سمجھنا چاہیئے
عقوبت	اگر دنیا میں نیکی اور بھلائی کے کام کرینگے تو عقوبت میں سزا سے بچ جائینگے۔
گردش مُدام	گردش مُدام سے اکثر بڑے بڑے رئیس فقیر بن جاتے ہیں۔
بھرم کُھلنا	ہمیں دوسروں کے بھرم کھولنے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔
چشم تر	میچ جیتنے کے بعد کھلاڑی اپنے جذبات پر قابو نہ پا کر چشم تر ہو گئے۔

سوال نمبر ۷: غالب کے کلام کی نمایاں خصوصیات تحریر کریں؟

جواب: غزلوں کی تشریح سے پہلے غالب کی شخصیت اور اُن کے کلام کی خصوصیات بیان کی گئی ہے طلبا، و طالبات وہی دوبارہ پڑھ لیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

داغ دہلوی

پیدائش: ۲۵ مئی ۱۸۳۱ء   وفات: ۱۹۰۵ء

حالاتِ زندگی:

نواب مرزا خان داغ دلّی میں پیدا ہوئے۔ قلعہ معلیٰ میں پرورش پائی۔ قلعہ میں مشاعروں کی رونق کو داغ نے قریب سے دیکھا اور یہیں سے ان کا ذوق کے شاگرد تھے۔

اسلوب:

داغ کے یہاں جو چیز سب سے نمایاں ہے وہ لطفِ محاورہ اور زبان کا چٹخارہ ہے اُن کا اندازِ بیان بڑا خوبصورت ہے۔ داغ کی غزلوں میں عشق کی معاملہ بندی، شوخی اور مسرت کے جذبات کی فراوانی ہے۔ ان کی شاعری میں میر کا غم یا غالب کا غور و فکر نہیں ہے مگر ان کا اندازِ بیان سہل ممتنع کی بہترین مثال پیش کرتا ہے جس کی بدولت ان کی شاعری کو ایک خاص مقام حاصل ہوا

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

ہے۔ان کی زبان کو سند کا درجہ حاصل ہے۔ان کا ایک امتیاز بھی ہے کہ علامہ اقبال بھی اُنھیں اپنا کلام اصلاح کے لیے ارسال کیا کرتے تھے۔ان کی موت پر اقبال نے ایک پُر تاثیر مرثیہ لکھا جس میں داغ کی شاعری کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔اُردو غزل کی تاریخ میں داغ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔اردو زبان کے فروغ میں بھی ان کی شاعری کا بڑا حصہ ہے۔داغ کا کلیات اردو شاعری کا قابلِ قدر سرمایہ ہے۔

مجموعہ ہائے کلام:

ماہتاب داغ، گلزارِ داغ، آفتابِ داغ اور یادگارِ داغ، داغ دہلوی کے نمائندہ شعری مجموعے ہیں۔۱۹۰۵ء میں حیدرآباد میں ان کا انتقال ہوا۔

غزل

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
دم	لمحہ / کچھ دیر / وقت	کم نگاہی	کم نظری / کم فہمی
تذکرہ	ذکر کرنا	حیا	شرم
چین	آرام و سکون	اہلِ وفا	وفادار لوگ
قاتل دست	قاتل کے ہاتھ	ہوش بجا ہونا	اوسان ٹھیک ہونا
دل آزار	دل کو تکلیف دینے والا	رشکِ مسیحا	مُراد ہے نیک شخص (جس پر حضرت عیسیٰ رشک کریں)
ستمگر	ظالم شخص / ظلم کرنے والا		

اشعار کی تشریح

شعر نمبر۱: آئینہ اپنی نظر سے نہ جُدا ہونے دو

کوئی دم اور بھی آپس میں زرا ہونے دو

تشریح: داغ کا محبوب ہر وقت آئینے کے سامنے بیٹھ کر بناؤ سنگار کرتا رہتا ہے۔تو داغ اُس کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے میرے محبوب تو ہر وقت آئینے کے سامنے بیٹھے ہوتے ہو۔جبکہ اس دوران میں طرح نظارہ کرتا ہو۔تمہیں دن بھر اپنی آرائیش و زیبائیش سے فرصت نہیں ملتی کہ کچھ لمحے کے لیے اپنی نظریں آئینے سے ہٹا کر اپنے محبوب کی طرف کریں۔داغ محبوب کے اس عمل سے تنگ آ کر طنزیاً انداز میں کہتے ہیں کہ چلو ٹھیک ہے تمہیں آئینے سے محبت ہے تو اس آئینے کو اور بھی اپنے پاس رہنے دو تا کہ آئینہ بھی تمہارا خوب نظارہ کریں اور تم بھی اپنی حُسن و جمال پر فخر و غرور کرو۔

شعر نمبر۲: کم نگاہی میں اشارا ہے، اشارے میں حیا

یا نہ ہونے دو مجھے چین سے یا ہونے دو

تشریح: ہر عاشق کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اُس کا محبوب ہر وقت اُس کے پاس ہو۔اگر یہ نہیں ہو سکتا اور کسی محفل میں ملاقات ہو جائے تو وہ چاہتا ہے کہ محبوب میرے بغیر کسی اور کو نہ دیکھے۔شاعر کہتا ہے کہ میرا محبوب مجھ سے والہانہ محبت کرتا ہے لیکن وہ ایک باحیا اور باکردار انسان ہے وہ مجھے کم کم دیکھتا ہے لیکن اس کا اس طرح دیکھنا میرے دل میں بے چینی پیدا کرتی ہے۔محبوب کو چاہیئے کہ وہ معاشرے کی پرواہ کئے بغیر مجھے دیکھے اور اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو اُسے چاہیئے کہ مجھے بالکل توجہ ہی نہ دیں تا کہ میں بھی اپنی زندگی نہایت اطمینان اور چین سے گزار سکوں۔

شعر نمبر۳: ہم بھی دیکھیں، تو کہاں تک نہ توجہ ہوگی

کوئی دن تذکرہ اہلِ وفا ہونے دو

تشریح: داغ محبوب کی بے رُخی سے تنگ آ کر کہتے ہیں۔کہ اے میرے محبوب ہم دیکھتے ہیں کہ تو کب تک میری طرف توجہ نہیں دو گی کیونکہ میں تیرا سچا عاشق ہو تجھے چاہتا ہو تیرے حسن و جمال کا

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

شیدائی ہو اس کے باوجود بھی تم مجھے توجہ نہیں دے رہی۔ چلو کچھ دن اہل وفا لوگوں کی قصے، کہانیاں اور واقعات سناتا ہو شاید وہ سن کر تیرا پتھر جیسا دل پگھلا جائے اور مجھے پر رحم کر کے میری محبت کا جواب محبت سے دے دیں۔

شعر نمبر۴: آنکھ ملتے ہی کہوں خاک حقیقت دل کی
دیکھ کر جلوہ مرے ہوش بجا ہونے دو

تشریح: اس شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ محبوب کو دیکھنے کے لیے میں ہر وقت بے تاب رہتا تھا اور مختلف تدبریں کرتا کہ محبوب سے وصل کے وقت یہ بات کروں گا دل کی مختلف حقیقتیں بیان کروں گا لیکن جونہی میرا محبوب میرے سامنے آیا اُن کے حسن و جمال کے جلوے دیکھ کر میں حواس یافتہ ہو گیا۔ اُن کے حسین چہرے کو دیکھ کر آنکھیں چمکنے لگی اور مجھے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آرہا تھا کہ میرا محبوب میرے در پر آیا ہوا ہے تو میں آنکھ ملوں کہ دل کی حقیقت بیان کروں۔ میرا ہوش بجا ہونے دو تب جا کر میں اپنے دل کی حقیقتیں محبوب کو بتا سکوں گا۔

شعر نمبر۶: تم دل آزار بنے اشکِ مسیحا کیسے
کم نہ ہونے دو مرا درد سوا ہونے دو

تشریح: داغ دہلوی اپنے محبوب سے مخاطب ہے کہ تم ایک سنگ دل انسان ہو لوگوں کے دلوں کو کھلونا سمجھ کر اس سے کھیلتے ہو تمہیں کسی کی جذبات کا احساس نہیں۔ اب چونکہ تم نے اور لوگوں کی طرح مجھے بھی درد دیا ہے میرے جذبات کے ساتھ بھی کھلواڑ کیا ہے تو اب تمہیں کیوں احساس ہو رہا ہے کہ یہ کام غلط تھا اور مسیحا بنے بیٹھے ہو چھوڑ دو اب یہ مسیحائی میرا درد کو کم کرنے کی ضرورت نہیں تم اپنی روش کو قائم رکھو تا کہ میرا درد مزید بڑھے

شعر نمبر۷: کیا نہ آئے گا اُسے خوف میرے قتل کے بعد
دستِ قاتل کو زرا دستِ دُعا ہونے دو

تشریح: داغ دہلوی فرماتے ہیں کہ کیا میرے قتل کے بعد میرے قاتل کو خوف نہیں آئے گا؟ میرا

قاتل احمقوں کی جنت میں رہتا ہے۔ میرے قتل کے بعد زراہ میرے قاتل کا حالت زار بھی دیکھ وہ ہاتھ جن سے اُنہوں نے تلوار اُٹھا کر مجھے قتل کیا وہی ہاتھ پھر اللہ تعالیٰ کے حضور معافی کے لئے اُٹھے گے۔ پھر دیکھنا تماشا کہ وہ شخص جو بہت معزور تھا کس طرح اپنے کئے پر پچھتا تا ہیں اور اللہ رب العزت سے معافی طلب کرتا ہے۔

شعر نمبر۸: جب سنا داغ کوئی دم میں فنا ہوتا ہے۔
اس ستمگر نے اشارے سے کہا: ہونے دو

تشریح: غزل کے مقطع میں داغ اپنے محبوب کی سنگ دلی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ جب محبوب پر داغ کے محبت کا اثر نہ ہوا اور محبوب نے ساری عمر اُن کے ساتھ بے اعتنائی بھرتی لیکن جب وہ زندگی کے آخری سانسیں لے رہا تھا تو کسی نے اُن کے محبوب سے کہا کہ تیرا عاشق کچھ ہی دیر میں فنا ہو جائیگا تو ان کا درد کم کرنے کے لئے تھوڑی دیر کے لئے آؤ تو اُس ظالم نے اشارے سے کہا کے مرنے دو۔

مشقی سوالات

سوال نمبر۱: موزوں الفاظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) آئینہ اپنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سے نہ جدا ہونے دو (نظر۔ گمر۔ اثر۔ سفر)

(ب) ۔۔۔۔۔ ملتے ہی کہوں خاک حقیقت دل کی (بال۔ ہاتھ۔ آنکھ۔ ناک)

(ج) تم دل۔۔۔۔۔۔ بنے رشک مسیحا کیسے۔ (آرام۔ آزار۔ آویز۔ افروز)

(د) اس ستمگر نے۔۔۔۔۔۔۔ سے کہا ہونے دو۔ (اشارے۔ شرارے۔ ستارے نظارے

جواب: (ا) نظر (ب) آنکھ (ج) داغ (د) آزار (ہ) اشارے

سوال نمبر۲: داغ دہلوی کی غزل کا مطلع تحریر کریں کے اس کا مفہوم واضح کریں۔

جواب: داغ دہلوی کی غزل کا مطلع ہے

آئینہ اپنی نظر سے نہ جدا ہونے دو

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

کوئی دم اور بھی آپس میں ذرا ہونے دو

مفہوم کے لیے طلباء وطلبات تشریح پڑھے

سوال نمبر۳: داغ دہلوی نے غزل کے مقطع میں محبوب کی نفسیات کی کون سی تصویر پیش کی ہے۔

جواب: داغ نے مقطع میں محبوب کی یہ نفسیات پیش کی ہے کہ میرا محبوب انتہائی سفاک ہے وہ انتہائی ظالم اور بے حس ہے داغ کے مرنے کا سن کر بجائے اس کے کہ کسی دکھ کا اظہار کرتے بلکہ اشارے سے کہا کہ مرنے دو۔

سوال نمبر۴: مندرجہ ذیل الفاظ وتراکیب کو جملوں میں استعمال کریں۔

کم نگاہی، رشک مسیحا، دست دُعا، اہل وفا، فنا

الفاظ	جملوں میں استعمال
کم نگاہی	اکثر اوقات استاد کی کم نگاہی سے طلباء غلط فائدہ اُٹھاتے ہیں اور بعد میں پچھتاتے ہیں۔
حیا	حیادار عورتیں معاشرے میں بلند مقام پاتی ہیں۔
رشک مسیحا	فضل ربی رشکِ مسیحا بنا پھرتے ہیں۔
دست دُعا	اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے صرف اللہ تعالی کے حضور دستِ دُعا بلند کرنا چاہیے۔
اہل وفا	اہل وفا ہمیشہ مشکل وقت میں کام آتے ہیں۔
فنا	کائنات کا ہر انس وجنس کو فنا ہونا ہیں۔

سوال نمبر۵: داغ کی شاعری پر مختصر نوٹ لکھیں۔

جواب: جواب کے لیے طلباء طلبات تشریح سے پہلے تعارفی نوٹ دیکھے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حصہ گرائمر وانشا

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

گرائمر وانشا

ادب کیا ہے؟ (What is Literature?)

ادب عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی تہذیب، شائستگی اور ترتیب مدارج کے ہیں۔
کسی زبان کا ادب اپنے معاشرے کی مکمل تصویر پیش کرتا ہے۔ یعنی "ادب زندگی کا عکاس ہے"۔
ایک نقاد کے مطابق:

"اپنے جذبات (Emotions) اور احساسات (Feelings) کو متاثر کن (Influencing, Impressive) انداز (Style) میں بیان کرنے کا نام 'ادب' ہے۔"

"اصنافِ ادب" (Branches of Literature)

(1) نثر (Prose)		(2) نظم/شاعری (Poetry)	
داستان	انشائیہ	نظم آزادی/نظم معریٰ	غزل
ناول	مضمون	مثنوی	قصیدہ
افسانہ	طنز و مزاح	مرثیہ	قطعہ
ڈرامہ	تاریخ	ہائیکو	رباعی
سفر نامہ	سوانح عمری		
آپ بیتی	خاکہ نگاری		
رپورتاژ			

اُردو ادب کی ان اصناف (Branches) پر بحث:

اصنافِ نثر (Branches of Prose)

۱) داستان (Supernatural story):

داستان قصہ نگاری کی سب سے قدیم صنف ہے۔ اس سے مراد ایک ایسا طویل قصہ ہے جس

کی فضا طلسماتی (جادوئی) اور جس کے کردار مافوق الفطرت عناصر ہوتے ہیں۔
اس میں تخیل (تصور، خیال 'Imagination') کا بے جا استعمال، پیچیدہ واقعات،
۱) جو چیز فطرت (nature) سے بالاتر ہو۔ (جو قدرتی نہ ہو Super natural)
۲) وہ قوت جو خیالی صورتیں بنا کر وہم و گمان کے سامنے کھڑی کر دے۔
رومانویت، مبالغہ اور غیر حقیقی بیان، حیرت انگیز کردار، حسن و عشق اور زبان و بیان کی لطافت و دلکشی کی خصوصیات پائی جاتی ہیں جس کا مقصد قاری کو متجسس بنانا اور اُس کو مسرت و فرحت بہم پہنچانا ہوتا ہے۔

داستان کے عناصر ترکیبی:

(۱) پلاٹ (۲) کہانی (۳) کردار (۴) مکالمہ (۵) تجسس
(۶) دلچسپی کے عناصر (۷) مافوق الفطرت عناصر (۸) نصیحت

اُردو ادب میں نثری داستان نگاری کی ابتدا ایک تمثیلی قصے "سب رس" سے ہوئی جو ملا وجہی کی تحریر ہے۔
اُردو کی دو مشہور داستانیں:

(۱) باغ و بہار -- میر امن دہلوی
(۲) فسانۂ عجائب -- رجب علی بیگ سرور

۲) ناول (Novel):

"ناول" اطالوی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی ہیں انوکھا، نرالا یا نیا۔ اطالوی زبان کا یہ لفظ ایسے قصوں کے لیے انگریزی زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ جس میں زندگی کے انوکھے یا چونکا دینے (Amazing) والے واقعات بیان ہوتے تھے۔ داستان سے یہ صنف اس لیے مختلف قرار پائی کہ داستان کی بنیاد تخیل اور مافوق الفطرت قصوں پر رکھی جاتی ہے۔ جب کہ ناول میں حقیقی زندگی کے واقعات کی عکاسی ہوتی ہے۔ ناول کی صنف اُردو ادب میں انگریزی ادب (English Literature) کے زیر اثر آئی۔ ناول میں ناول نگار اپنے نقطۂ نظر (Point of view) اور فلسفہ حیات کو کہانی کے روپ میں بیان کرتا ہے جس میں واقعات، پلاٹ اور کرداروں کو شامل

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

کرتا ہے تاکہ وہ زندگی کا مکمل اور حقیقی تصور پیش کرے۔ ناول نگار تخلیق (Creation) کو حقیقت کا جامہ پہنا کر اس طرح پیش کرتا ہے کہ قصے کی حیثیت سے اس کے تمام اجزا میں ہم آہنگی قائم رہے۔

ناول کے اجزا:

(۱) پلاٹ (۲) کہانی (۳) کردار
(۴) مکالمہ (۵) مرکزی خیال (۶) مقصدیت
(۷) منظر نگاری (۸) دلچسپی کے عناصر (۹) تجسس

''مراۃ العروس'' لکھنے پر ڈپٹی نذیر احمد اُردو ادب کے پہلے ناول نگار تصور کیے جاتے ہیں۔ جبکہ آگ کا دریا، آنگن، فسانہ مبتلا اور فردوسِ بریں وغیرہ مشہور ناول ہیں۔

۳) افسانہ:

''افسانہ'' کے لیے انگریزی زبان کے الفاظ (Fiction) اور مختصر کہانی (Short Story) استعمال ہوتے ہیں۔ یہ ناول اور داستان کی نوعیت (قسم) سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر جہاں ناول ایک پورے جہان کو اپنے اندر سمو لیتا ہے۔ وہاں افسانہ اس جہانِ انسانی کی زندگی کا صرف ایک پہلو یا معاشرتی، معاشی اور سیاسی مسائل کا صرف ایک رُخ پیش کرتا ہے۔ پس ہم افسانہ کی تعریف یوں پیش کرتے ہیں۔

''افسانہ ادب کی وہ صنف ہے جو زندگی، کردار یا واقعہ کے کسی ایک پہلو کو مکمل طور پر اس طرح پیش کرتا ہے کہ اسے ایک ہی نشست میں پڑھا جا سکے''۔

یعنی افسانہ وہ مختصر کہانی ہے جسے آدھے گھنٹے سے لے کر ایک یا دو گھنٹے میں پڑھا جا سکتا ہے۔

یہ کسی شخص کی زندگی کے اہم اور دلچسپ (Interesting) واقعے کو فنی شکل میں پیش کرتا ہے۔

اس واقعے کے بیان میں ابتدا، عروج اور خاتمہ شامل ہے۔

ناول کی طرح افسانہ بھی اُردو ادب میں مغربی ادب کے زیرِ اثر آیا۔ اُردو میں افسانہ نگاری کا باقاعدہ آغاز بیسویں صدی میں ہوا۔ منشی پریم چند، سجاد حیدر یلدرم اور سلطان حیدر جوش نے اُردو

میں افسانے کے اولین نمونے پیش کیے جبکہ ۱۹۰۶ء میں طبع زاد افسانہ ''غریب و وطن'' لکھنے پر سجاد حیدر یلدرم اُردو کا پہلا افسانہ نگار تسلیم کیا جاتا ہے۔

۴) ڈراما (Drama):

''ڈراما'' کا لفظ یونانی (Greek) لفظ ڈراؤ (Drau) سے نکلا ہے۔ جس کا مطلب ہے ''کر کے دکھانا''۔ ادبی اصطلاح میں اس سے مراد ایسی کہانی ہے جس کو کرداروں کی مدد سے سٹیج (Stage) پر پیش کیا جاتا ہے۔ ڈراما افسانوی ادب میں موثر ترین (Most Impressive) صنف ہے۔ اسی صنف میں یہ قوت موجود ہے کہ سامعین (Listeners) اور حاضرین (Audience) پر براہِ راست اثر انداز ہوتا ہے۔

(۱) المیہ (Tragedy) (۲) طربیہ (Comedy)
(۳) میلوڈراما (Melodrama) (۴) یک بابی ڈراما (Once act play)
(۵) اوپیرا (Opera) (۶) ٹی وی ڈراما (T.V drama)
(۷) ریڈیو ڈراما (Radio drama)

اُردو زبان و ادب میں دو اقسام ''المیہ'' اور ''طربیہ'' عام ہیں۔

ڈراما کے عناصرِ ترکیبی (اجزا):

(۱) پلاٹ (۲) کہانی (۳) کردار (۴) مکالمہ (۵) تجسس
(۶) دلچسپی کے عناصر (۷) وحدت (۸) زمان و مکان (۹) منظر کشی

اُردو ادب میں ڈرامے کی ابتدا واجد علی شاہ کے شاہی سٹیج ڈرامے ''رادھا کنہیا'' سے ہوئی۔ بعض لوگوں نے سیّد آغا حسن امانت لکھنوی کے ڈرامے ''اِندر سبھا'' کو اُردو کا پہلا ڈراما قرار دیا ہے۔ مگر یہ بات واضح ہے کہ امانت لکھنوی نے ''اِندر سبھا'' ۱۹۵۳ء میں لکھا اور اسٹیج پر پیش کیا جبکہ اس سے پہلے ۱۸۴۳ء میں واجد علی شاہ کا ''رادھا کنہیا'' کی داستان محبت پر مبنی ایک ناٹک کو ڈرامے کی عملی صورت میں کھیلا گیا۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ امانت لکھنوی کے ''اِندر سبھا'' کے پس منظر میں

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

واجد علی شاہ کے شاہی اسٹیج کی روایت موجود تھی۔ بیسوی صدی کے آغاز میں آغا حشر نے اُردو ڈرامے کو پہلی بار فنی خصوصیات کا حامل بنا دیا۔

۵) خاکہ نگاری(Sketch):

خاکہ نگاری میں کسی شخصیت کی عکاسی اس طرح کی جاتی ہے کہ اس کے اس کے خدوخال (Features) سمیت اس کی سیرت کی تصویر بھی آنکھوں کے سامنے پھر جائے۔

(۱) ڈرامہ نگار کے پاس سٹیج ہی ایک محدود میدان ہوتا ہے اُسے اسی پر سب کچھ پیش کرنا ہوتا ہے۔ جب وہ میدانوں، ندیوں، پہاڑوں اور دریاؤں تک رسائی نہیں پا سکتا تو سٹیج پر منظر نگاری کے ذریعے یہ سب کچھ دکھاتا ہے۔

خاکہ نگاری کسی شخصیت کا ایسا ''تعارفی مرقع'' (تعارفی تصویر) ہے۔ جس میں اُس کی شخصیت کے نمایاں اور اہم پہلو پڑھنے والے کے سامنے آجائیں۔ ''خاکہ نگار'' اپنی تحریر میں کسی شخصیت کی شکل وشباہت، شخصیت، عادات وخصائل، خوبیوں اور خامیوں کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ اُس شخصیت کی صورت وسیرت کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

خاکہ نگاری کے فن میں مولوی عبدالحق، رشید احمد صدیقی، چراغ حسن حسرت، سعادت حسن منٹو، شاہد احمد دہلوی، محمد طفیل، قرۃ العین، خواجہ حسن نظامی، ممتاز مفتی، مرزا ادیب، ڈاکٹر وزیر آغا اور دیگر اہل قلم کے نام قابل ذکر ہیں۔

۶) سوانح نگاری(Biography):

سوانح عربی لفظ سانحہ کی جمع ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں واقعہ، حادثہ، روداد، پیش آنے والے حالات۔

ادب کی اصطلاح میں ''سوانح نگاری'' سے مراد کسی شخص کے تفصیلی حالاتِ زندگی کو اس طرح لکھنا ہے جس سے متعلقہ شخص کی زندگی کا ہر گوشہ قاری(Reader) کے سامنے آجائے۔ سوانح نگار صرف سیرت و کردار ہی بیان نہیں کرتا بلکہ شخصیت کا سراپا (سر سے پاؤں تک یعنی تمام

شخصیت) بھی لکھتا ہے اس طرح سوانح نگاری میں خاکہ نگاری کا فرض بھی ادا ہوتا ہے۔

سوانح نگاری کے عناصر ترکیبی:

(۱) سراپا نگاری (۲) غیر جانبداری (۳) مبالغہ آرائی سے گریز

(۴) توازن واعتدال (۵) تعصب سے پاک (۶) ہمدردانہ نقطۂ نظر

سوانح نگاری کا باقاعدہ آغاز سرسید احمد خان کی علمی تحریک سے ہوا۔ مولانا الطاف حسین حالیؔ نے ''یادگارِ غالبؔ''، ''حیاتِ سعدی'' اور ''حیاتِ جاوید'' جیسی سوانح لکھیں اور سوانح نگاری کے قواعد بھی تحریر کیے۔ اسی طرح شبلی نعمانی کی ''الفاروق''، ''الغزالی''، ''المامون''، ''سیرت النعمان'' اور ''سیرت النبیؐ'' خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ ان کے علاوہ سید سلیمان ندویؒ، افتخار عالم، امین زبیری، طاہر فاروقی وغیرہ نے سوانح نگاری کے فن کو آگے بڑھایا۔

۷) آپ بیتی(Autobiography):

اپنے قلم سے لکھی گئی اپنی زندگی کی داستان کو آپ بیتی کہتے ہیں۔ اس کو انگریزی میں (Autobiography) کہتے ہیں۔ اُردو میں اسے خودنوشت بھی کہتے ہیں۔ اس میں داخلی کیفیات، دلی احساسات شخصی وعملی تجربات ومشاہدات اور زندگی کے جذباتی پہلوؤں کو بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ داخلی کیفیات کے علاوہ سیاسی، معاشی اور معاشرتی عوامل بھی قلم بند کیے جاتے ہیں۔

آپ بیتی کی جو نوعیت یہاں زیر بحث ہے اس کی نصابی آپ بیتی کہتے ہیں۔ آپ بیتی کی اس قسم میں اکثر و بیشتر حیوانات، نباتات اور جمادات جو کہ غیر ناطق ہیں ناطق بنا کر ان کی آپ بیتی لکھی جاتی ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ طلبہ وطالبات کی قوتِ تخیل میں وسعت پیدا ہو اور اپنے تخیل کی مدد سے وہ جہاں پہنچے اس کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کے فن پر عبور حاصل کر سکیں۔

آپ بیتی لکھنے کا طریقہ:

آپ بیتی لکھنے کے لیے درج ذیل ہدایات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

☆ آپ بیتی ہمیشہ صیغۂ واحد متکلم میں لکھی جاتی ہے۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

☆ جس چیز کی آپ بیتی لکھنا ہو خود کو اسی سانچے میں ڈھال کر آپ بیتی لکھنا چاہیے۔

☆ آپ بیتی نہ تو طویل ہو کہ داستان کی شکل اختیار کر جائے اور نہ اتنی مختصر کہ اس کا سارا لطف غارت ہو جائے۔

☆ آپ بیتی چونکہ تخیل کے زور سے لکھی جاتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ ابتدا سے قبل ذہن میں اس کے آغاز سے لے کر انجام تک کا ایک خاکہ بنایا جائے۔

☆ آپ بیتی کی زبان سادہ، سلیس اور روزمرہ کے مطابق ہو۔

☆ اگر برمحل اشعار کا استعمال ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

☆ آپ بیتی کے لیے ذخیرۂ الفاظ اور وسیع مطالعہ کا ہونا ضروری ہے۔

☆ کسی حیوان یا بے جان چیز کی آپ بیتی لکھنا ہو تو ضروری ہے کہ اسے جذبات و محسوسات دیں اور اس انداز سے لکھیں گویا وہی چیز یا حیوان بول رہا ہو۔

☆ آپ بیتی لکھنے کے لیے مسلسل مشق بہم کی ضرورت ہے۔

۸) مضمون نگاری (Essay writing):

مضمون (Eassy) وہ معلوماتی تحریر ہے جس کا تعلق زندگی کے حقائق اور مسائل سے ہو اور جو کو ادبی انداز میں لکھا جائے۔

(The concise oxford dictionary) کے مطابق مضمون کی تعریف:

"A literary composition on any subject,
usually in prose and short"

یعنی مضمون کسی موضوع پر ایک ادبی تحریر کا نام ہے جو عموماً نثر میں اور مختصر ہو۔

مضمون نگاری کسی بھی موضوع پر مدلل، سنجیدہ اور ایسی معروضی تحریر ہے جس کا مقصد کسی حقیقت، خیال یا نقطۂ نظر کو قاری تک پہنچانا ہوتا ہے۔

اُردو میں مضمون نگاری کا آغاز سب سے پہلے سرسید احمد خان نے کیا۔ ان کے مشہور رسالے "تہذیب الاخلاق" میں شائع ہونے والے مضامین اس صنف کا اوّلین نمونہ ہیں۔ مضمون ہمیشہ تین حصّوں پر مشتمل

ہوتا ہے۔

(ا) تمہید (introduction)

(۲) نفسِ مضمون (Body of essay)

(۳) خاتمہ (Ending of eonclusion)

مضمون نگاری کے قواعد:

(ا) موضوع علمی اور سنجیدہ ہو۔

(۲) زبان سادہ اور عام فہم ہو۔

(۳) جملے چھوٹے چھوٹے لیکن موثر ہوں۔

(۴) مضمون چھوٹے چھوٹے پیراگرافوں پر مشتمل ہو۔

(۵) موضوع پر مکمل عبور ہو۔

(۶) اپنے دلائل کو حوالہ جات سے مستحکم کیا جائے۔

(۷) لمبی چوڑی تمہید نہ باندھی گئی ہو۔

(۸) مضمون میں ربط و تسلسل ہو۔

(۹) املا اور قواعد کی غلطیوں سے پاک ہو۔

۹) سفرنامہ (Travelogue):

سفرنامہ نگاری دنیا کے تقریباً ہر ادب کی ایک مستقل صنف رہی ہے۔ جب کوئی ادیب سفر کے لیے گھر سے باہر نکلتا ہے۔ خواہ وہ سفر اندرونِ ملک ہو یا بیرونِ ملک اور وہ اپنے سفر کے تمام احوال قلمبند کرے تو ایسی تحریر کو "سفرنامہ" کہتے ہیں۔

سفرنامے میں وہ کسی خطے یا اُس ملک کی تاریخ بھی شامل کرتا ہے اور اُس کا جغرافیہ بھی، وہاں کی تہذیب و تمدن بھی اور اُس بلد کے معاشی و معاشرتی حالات کی جھلکیاں بھی۔ ان تمام باتوں کو صورتوں دلچسپ اور پُر لطف بنانے کے لیے سفرنامہ نگار اُس میں کہانی کا عنصر شامل کر دیتا ہے۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

یعنی سفر نامہ نگار انجانی دنیاؤں کی سیر کے دوران تحیر (تعجب، حیرت) اور تجسس (Suspense) کے مدارج جن مراحل سے گزرتا ہے اُنہیں افسانوی رنگ دے کر اپنے سفر نامے کو قاری کے لیے دلچسپ اور معلومات افزا بنا دیتا ہے۔

اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ سفر نامہ کسی ملک کی جغرافیائی، سماجی، معاشی اور معاشرتی حالات کی ایک دلچسپ اور مستند تاریخ ہوتی ہے۔

اُردو میں سفر نامہ نگاری کا آغاز اُنیسویں صدی میں ہوا اور یوسف حلیم خان کمبل پوش کو اولین سفر نامہ نگار قرار دیا گیا۔ ان کا سفر نامہ ''عجائباتِ فرنگ'' ہے۔ جو ۱۸۴۷ء میں پہلی بار اور ۱۸۷۳ء میں دوسری بار شائع ہوا۔

جدید سفر نامہ نگاروں میں محمود نظامی، بیگم اختر ریاض الدین، عطاالحق قاسمی، ابن انشا، اور مستنصر حسین تارڑ وغیرہ کے نام اہم ہیں۔

۱۰) رپورتاژ (Reportage):

رپورتاژ انگریزی لفظ (Reportage) کا ترجمہ ہے۔ ڈاکٹر انور سدید اس کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

''سفر نامے سے سفر منہا (خارج کرنا، گھٹانا) کر کے سامنے کی دیکھی ہوئی حقیقت اور صورت واقعہ کو ادبی صورت دے دی جائے تو اس قسم کی رپورٹ کو اصطلاحاً رپورتاژ (reportage) کہتے ہیں''۔

رپورتاژ لکھنے والا کسی اہم واقعے، سفر، حوادث زمانہ کے مشاہدات، جنگی محاذ کی روداد اس طرح تحریر میں لاتا ہے کہ اس کا اپنا نقطہ نظر (Point of view) بھی اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ یہ صنفِ ادب جدید دور کی پیداوار ہے۔ اسکو دوسری جنگ عظیم کے دوران ایک نئی صنفِ نثر کے طور پر متعارف کرایا گیا۔

اُردو میں رپورتاژ کو سب سے پہلے کرشن چندر نے متعارف کرایا تھا۔ اُن کی تحریر ''پودے'' کو اُردو کا

پہلا رپورتاژ قرار دیا جاتا ہے۔ اُنہوں نے اس صنف کے لیے رپورتاژ کا اصطلاحی نام تجویز کیا۔ جسے پہلے حیرت سے سنا گیا مگر بعد میں انگریزی لفظ (Reportage) کا اُردو متبادل سمجھ کر قبول کر لیا گیا۔

۱۱) طنز و مزاح (Satire and Humour):

مزاح (Humour):

مزاح کے لغوی معنی مذاق، ہنسی اور خوش طبعی کے ہیں۔ ادبی اصطلاح میں مزاح سے مراد ایسی تحریر ہے۔ جو روزمرہ زندگی کے تواتر و عمل اور مشاہدے و تجربے سے بالکل جداگانہ ہو۔ وہ غیر مصنوعی اور حقیقی مسکراہٹ یا ہنسی کا باعث بن جائے۔

مزاح کی خصوصیات میں ایک ضروری خصوصیت یہ ہے کہ یہ نہ تو کسی کے دل کو دکھانے کا سبب بنتا ہے اور نہ کسی کی تذلیل کا باعث ہوتا ہے۔ مزاح انسانی مزاج کی گرانی، تھکن اور بے دلی کو ختم کر کے سکون، محبت اور خوش دلی کے جذبات کو جنم دیتا ہے۔ برطانوی ادیب سٹیفن کاک (Stephen Lee Cock) مزاح کی تعریف یوں کرتے ہیں:

''مزاح زندگی کی ناہمواریوں کے ہمدردانہ شعور کا نام ہے جس کا اظہار فنکارانہ طور پر ہو جائے''۔

طنز (Satire):

طنز کے لغوی معنی ہیں۔ طعنہ اور تمسخر۔ چونکہ طنز نگار حساس طبیعت کا مالک اور اپنے معاشرے سے محبت کرنے والا ہوتا ہے۔ اس لیے اپنی اقدار، سیاسی اور سماجی زندگی میں جہاں کوئی ناہمواری دیکھتا ہے تو اصلاح کی نیت سے اُس پر ایک شدید چوٹ لگاتا ہے جس سے ایک طرف وہ ہنسنے، ہنسانے کا موقع پیدا کرتا ہے تو دوسری طرف اِن سماجی برائیوں کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

طنز میں چُبھن اور نشتریت ضرور ہوتی ہے مگر اتنی ہی جتنی کسی جراح (سرجن) کے آلۂ جراحی کی ہوتی ہے۔ دراصل طنز و مزاح کا عمل ایک جراحٗ (Surgery) کے عمل سے مشابہ ہے۔ طنز جراحت کے ذریعے ناسور میں زخم لگا کر فاسد مادوں کو نکال باہر کرتا ہے اور مزاح اس پر مرہم کا پھاہا رکھ دیتا ہے۔ اُردو ادب میں طنز و مزاح کے میدان میں مرزا فرحت اللہ بیگ، پطرس بخاری

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

(احمد شاہ)، رشید احمد صدیقی، مشتاق احمد یوسفی اور ابن انشا کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

اصنافِ نظم

۱) **حمد:** حمد عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں تعریف یا ثنا۔ جبکہ ادب کی اصطلاح میں حمد اُس نظم کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی گئی ہو۔

۲) **نعت:** نعت بھی عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں تعریف، مدح۔ جبکہ اصطلاحِ ادب میں نعت اُس نظم کو کہتے ہیں جس میں حضرت محمد ﷺ کی تعریف کی گئی ہو۔

۳) **منقبت:** منقبت بھی حمد اور نعت کی طرح عربی کا لفظ ہے اور اس کے معنی بھی تعریف اور توصیف ہیں۔ ادب کی اصطلاح (۱) میں منقبت اُس نظم کو کہتے ہیں جس میں صحابہ کرامؓ، اولیائے کرامؒ اور بزرگانِ دین کی تعریف کی گئی ہو۔

۴) **مُناجات:** مُناجات کے معنی ہیں دعا، التجا، سرگوشی۔ اصطلاح میں مناجات اُس نظم کو کہتے ہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی عاجزی کا اظہار کر کے دُعا مانگی جاتی ہے۔

علامہ اقبالؔ اور مولانا الطاف حسین حالیؔ کی مناجات مشہور ہیں۔ جیسے

یا رب! دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے
(اقبالؔ)

(۵) **غزل:** غزل کا لفظ عربی زبان کا ایک مصدر ہے۔ جس کے معنی "کاتنا" (چرخے پر روئی سے سوت دھاگہ بنانا) ہے۔

جبکہ ادب کی رو سے غزل کے معنی ہیں عورتوں سے باتیں کرنا، عورتوں کی باتیں کرنا یا عورتوں کی حسن و جمال کی تعریف کرنا۔ غزل نظم کی ایسی صنف ہے جس میں عشق و محبت کا ذکر ہوتا ہے۔ اس میں عشقِ حقیقی اور عشقِ مجازی دونوں شامل ہیں۔ جہاں تک غزل کی ہیئت (Structure) یا

صورت کا تعلق ہے تو،

۱) اس کا پہلا شعر "مطلع" کہلاتا ہے۔
۲) آخری شعر "مقطع" جس میں عموماً شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔
۳) غزل کے اشعار کی کم از کم تعداد پانچ ہوتی ہے جبکہ زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں
۴) غزل ہر بحر میں لکھی جا سکتی ہے۔
۵) مطلع اور مقطع کے درمیانی اشعار کو "بیت (گھر)" کہتے ہیں۔
۶) غزل کے بہترین شعر کو "بیت الغزل (غزل کی روح، غزل کی جان)" کہتے ہیں۔
۷) غزل کا ہر شعر ایک الگ مضمون رکھتا ہے اگر کبھی تمام اشعار مسلسل ایک مضمون کے تحت لکھے گئے ہو تو ایسی غزل کو "غزلِ مسلسل" کہتے ہیں۔

(۶) **نظم:** نظم کے لفظی معنی ہیں "پرونا"۔ جیسے موتی لڑی میں پروئے جاتے ہیں۔ ادب کی رو سے،

۱) اشعار کے مجموعے کو "نظم" کہتے ہیں۔
۲) کسی ایک خیال یا موضوع کے تحت لکھے گئے اشعار کو "نظم" کہتے ہیں۔

نظم کے اشعار کی یہ خوبی ہے کہ شروع سے لے کر آخر تک اُن میں ایک خیال اور تسلسل پایا جاتا ہے۔ یہ خوبی غزل کے بالکل برعکس ہے کیونکہ غزل کا ہر شعر ایک الگ مضمون رکھتا ہے۔

ساخت (structure) کے لحاظ سے نظم کی اقسام:

نظم

نظم آزاد — نظم معرّیٰ — نظم پابند

(Blank Verse) (Free Verse) (Rhymed Verse)

(۱) **آزاد نظم:** آزاد نظم میں قافیہ اور ردیف سمیت وزن بحر کی پابندی بھی نہیں ہوتی تاہم اشعار میں تسلسل، روانی اور موسیقیت ضروری ہے۔ مثلاً

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

ے حوصلے کے آدمی

اپنے دل کے زخموں پر	اسی طرح:
مسکرا بھی سکتے ہیں	سعی ناکام سعی
بت بنانے والے ہات	زہر بھرا جام سہی
فیصلے کے لمحوں میں	تمناؤں کا انجام سہی
بت گرا بھی سکتے ہیں۔	پھر بھی ایک اور محبت کرلوں

ان اشعار میں قافیہ اور ردیف نہیں جبکہ کوئی مصرع چھوٹا اور کوئی بڑا ہے۔یعنی مصرعوں کا وزن اور بحر بھی ایک جیسا نہیں مگر روانی، ترنم اور تسلسل موجود ہے۔

(۲) معریٰ نظم: معریٰ نظم میں قافیہ اور ردیف کی پابندی نہیں ہوتی مگر وزن اور بحر کی پابندی لازمی ہے۔مثلاً

سوچتا ہوں کہ بہت سادہ و معصوم ہے وہ
میں ابھی اُس کو شناسائے محبت نہ کروں
اُس کو رسوا نہ کروں وقفِ مصیبت نہ کروں
وہ محبت کی بھلا تاب کہاں لائے گی
خود تو وہ آتشِ جذبات میں جل جائے گی
اور دنیا کو اس انجام پہ تڑپائے گی
(اختر شیرانی)

ان اشعار میں قافیہ اور ردیف نہیں مگر تمام مصرعے ایک ہی وزن اور بحر میں ہیں۔

(۳) پابند نظم: اس نظم میں وزن اور بحر کے ساتھ ساتھ قافیہ اور بسا اوقات ردیف کی پابندی بھی ضروری ہوتی ہے۔مثلاً:

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک

ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی کہیں، اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں (اقبالؔ)

(۷) قصیدہ (Ode): قصیدہ عربی لفظ ''قصد'' سے نکلا ہے۔جس کے معنی ''ارادہ'' کے ہیں۔اصطلاحِ ادب میں قصیدہ وہ نظم ہے جس میں کسی کی مدح یا ہجو بیان کی جائے۔قصیدہ کے چار اجزا ہوتے ہیں۔

۱) **تشبیب (تمہید):** قصیدے کے ابتدائی اشعار کو تشبیب کہتے ہیں۔

۲) **گریز:** تشبیب سے ہٹتے ہوئے مدح کی طرف آنے والے اشعار کو گریز کہتے ہیں۔

۳) **مدح:** قصیدے کے اُن اشعار کو مدح کہتے ہیں جو ممدوح (جس کی تعریف کی جائے) کی شان میں کہے جاتے ہیں۔

۴) **دُعا:** آخر میں ممدوح کو دعا دیتے ہوئے اُس سے طلب (مانگا) کیا جاتا ہے۔

(کچھ ناقدین ''حسنِ طلب'' کو قصیدے کا پانچواں جز بھی کہتے ہیں جبکہ بعض اسے دعا ہی میں شمار کرتے ہیں۔)

اُردو ادب میں قصیدے کے دو بڑے شعرا شیخ ابراہیم ذوقؔ اور مرزا رفیع الدین سوداؔ قصیدے کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

(۱) تمہیدیہ (۲) خطابیہ

۱) **تمہیدیہ:** جس میں تمہید ہوتی ہے (یعنی پس منظر بیان کرنے کے لیے چند ابتدائی اشعار)۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

۳) خطابیہ: جس میں تمہید نہیں ہوتی اور شاعر براہِ راست مدح شروع کرتا ہے۔

(۸) مثنوی (Epic): مثنوی کا لفظ ''مثنیٰ'' سے نکلا ہے یعنی دو، دو والا۔ یہ نظم ایک ایسی قسم ہے جس میں مسلسل کوئی بات بیان کیا جاتا ہے۔ اس میں ہر شعر کا قافیہ جُدا لیکن ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہے۔

مثنوی کا میدان مسدس کے علاوہ باقی تمام اصنافِ سخن سے زیادہ وسیع ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ شاید یہی ہے کہ مثنوی میں غزل اور قصیدہ کی طرح پابندی نہیں ہوتی اور نہ ہی اشعار کی حد مقرر ہوتی ہے۔

مثنوی کی ابتدا دکن (انڈیا) سے ہوئی۔ اُردو ادب میں میر حسن کی ''سحر البیان'' اور پنڈت دیا شنکر نسیم کی ''گلزارِ نسیم'' کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

(۹) مرثیہ (Elegy): مرثیہ عربی لفظ ''رثا'' سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں ''ماتم''۔ مرثیہ اُس نظم یا اشعار کو کہتے ہیں جس میں کسی شخص کی وفات یا شہادت کا حال اور مصیبتوں کا ذکر ہو۔ مرثیہ کی صنف ایران سے ہوتے ہوئے دکن پہنچی۔ اُردو ادب میں مرثیہ عموماً شہدائے کربلاؓ کے مصائب کا بیان اور اُن کی شہادت پر نوحہ (ماتم) ہے۔ مرثیہ کے آٹھ اجزا ہیں۔

۱) ابتدا یا تمہید (Preface): اس میں شاعر حمد، نعت یا منظر کشی کے مضامین باندھتا ہے۔

۲) سراپا (Appearance): جس کا مرثیہ لکھنا مقصود ہو اُس کی شکل وصورت کا بیان۔

۳) رخصت (To bid Farewell): اس میں شاعر ممدوح (جس کی تعریف ہو رہی ہے) کی گھر سے رخصت کا منظر پیش کرتا ہے۔

۴) آمد (Arrival): اس میں ممدوح کی میدانِ جنگ میں آمد کا ذکر ہو۔

۵) رجز (Verses read at the bettlefield):
اس حصے میں شاعر ممدوح کی بہادری کی تعریف کرتا ہے اور دشمن کو للکارا جاتا ہے۔

۶) شہادت (Martyrdom): اس حصے میں ممدوح کی بہادری کے ساتھ اُس کی شہادت کا بیان ہوتا ہے۔

۷) بین (Lamentation): اس حصے میں شہید پر رویا جاتا ہے، ماتم کیا جاتا ہے۔

۸) دعا (Prayer): آخر میں شاعر شہدا اور پھر اُمتِ مسلمہ کے لیے دعا کرتا ہے اور یہی مرثیہ کا اختتام بھی ہوتا ہے۔ اُردو مرثیہ گوئی میں میر ببر علی انیس اور مرزا سلامت علی دبیر کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔

(۱۰) قطعہ (A Stanza): قطعہ کے لغوی معنی ہیں ٹکڑا یا حصہ۔ یہ ایک ایسی صنفِ سخن ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ اشعار اس طرح لکھے جاتے ہیں جن کا مضمون ایک ہی ہو اور آخری مصرعے ہم قافیہ ہوں۔ کبھی کبھی شاعر غزل یا قصیدے میں چند مسلسل اشعار بطور قطعہ شامل کرتے ہیں۔

(۱۱) رُباعی (A quatrain): رباعی عربی لفظ ''ربع'' سے نکلا ہے یعنی چار ''وہ نظم جو چار مصرعوں پر مشتمل ہو اس کا پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرع آپس میں ہم قافیہ اور ہم ردیف (تینوں مصرعوں میں قافیے اور ردیف) ہوتے ہیں۔ جبکہ تیسرے مصرعے میں قافیہ اور ردیف دونوں نہیں ہوتے''۔ مثلاً

ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے (اقبالؒ)

اس رُباعی میں طوفان، مسلماں اور یزداں قافیے ہیں۔ جبکہ ''کیوں نہیں ہے'' ردیف ہے۔ جبکہ تیسرے مصرعے میں قافیہ اور ردیف دونوں نہیں ہیں۔

۱۲) مثلث: مثلث اُس نظم کو کہتے ہیں جس کے ہر بند میں تین مصرعے ہوتے ہیں۔

۱۳) مربع: مربع اُس نظم کو کہتے ہیں جس کے ہر بند میں چار چار مصرعے ہوتے ہیں۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

۱۴) **مخمس:** مخمس اُس نظم کو کہتے ہیں جس کے ہر بند میں پانچ مصرعے ہوتے ہیں۔

۱۵) **مسدس:** مسدس اُس نظم کو کہتے ہیں جس کا ہر بند چھ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

۱۶) **ہائیکو:** ہائیکو تین مصرعوں کی مختصر نظم کو کہتے ہیں۔ ہائیکو کی صنف جاپانی زبان سے اُردو میں آئی۔ اُردو میں ہائیکو کا تعارف تراجم کے ذریعے ہوا۔ محمد امین کو اُردو میں اوّلین ہائیکو کہنے والے کی حیثیت حاصل ہے۔ ہائیکو کا مزاج سمجھنے کے لیے درج ذیل مثال پیش کی جاتی ہے۔

ے زندگی موت کے دریچے سے
اک اندھیرے سے ایک اندھیرے تک
روشنی کی کرن کا واقعہ ہے۔

(محمد امین)

☆☆☆☆☆☆☆

علمِ عروض (اصطلاحاتِ شاعری)

(Prosody / Versification)

عروض اُس علم کو کہتے ہیں جس سے اشعار کے اوزان (وزن کی جمع) اور قاعدے معلوم ہوں اور جس کے ذریعے موزوں اور غیر موزوں کلام میں تمیز کیا جا سکے۔

۱) **شعر (Verse):** وہ کلام موزوں جو با مقصد ہو، ایک خیال کو ظاہر کرے اور جسے کے دونوں مصرعے ایک ہی وزن میں ہوں "شعر" کہلاتا ہے۔ شعر کے لیے علامت (Symbol) "ے" استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

ے دلِ نادان تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

(غالبؔ)

ے میں سچ کہوں گی مگر پھر بھی ہار جاؤں گا
وہ جھوٹ بولے گا اور لاجواب کر دے گا

(پروین شاکرؔ)

۲) **مصرع (Line):** یعنی آدھا یا نصف ایک "کواڑ" کو بھی کہتے ہیں۔ شعر کے نصف (آدھا) حصے کو "مصرع" کہتے ہیں۔ اس کے لیے علامت (Symbol) "ع" استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

ع دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے

۳) **وزن (Rhythm):** علم وعروض کے مطابق دو لفظوں کے حرکت اور سکون کے لحاظ سے برابر ہونے کو وزن کہتے ہیں مثلاً دیوار، دیدار اور داغدار ایک وزن کے الفاظ ہیں۔ اسی طرح چور، دیر، بیل اور ڈول ایک ہی وزن کے الفاظ ہیں۔

۴) **بحر (Metre):** بحر کا لفظی معنی بڑا دریا یا سمندر ہے۔ شعر میں چند معیّن الفاظ کے اُتار چڑھاؤ اور ترتیب و تکرار کے پیمانے کو بحر کہتے ہیں یعنی شعر کا ایک مصرع جس مقدار کا ہے دوسرا مصرع بھی اُسی قدر ہوگا۔

اُردو شاعری میں کل "اُنیس" (۱۹) بحریں ہیں۔ مثلاً

ے زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے (میر دردؔ)

ے پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے (میر تقی میرؔ)

(۵) **مطلع (Exordium of a poem):**

مطلع کے معنی ہیں طلوع ہونا۔ شروع ہونا، ابتدا۔ شاعری کی رو سے "غزل یا قصیدے کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں جس کے دونوں مصرع آپس میں ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں"۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

البتہ ایک مصرعے میں ردیف نہ ہوتو دوسرے میں بھی نہ ہوگا۔ مثلاً

اثر اُس کو ذرا نہیں ہوتا
رنج راحت فزا نہیں ہوتا (مومن خان مومن)

(۶) مقطع (The last verse of poem):

مقطع کے معنی چھوڑ نا، ترک کرنا، ختم کرنا۔ غزل یا قصیدے کے آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں جس میں اکثر اوقات شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔ مثلاً

یہ سائل تصوف یہ تیرا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا (احمد فراز)

جب سُنا داغ کوئی دم میں فنا ہوتا ہے
اس ستم گر نے اشارے سے کہا ہونے دو (داغ)

(۷) قافیہ (Rhyme): شعر کے آخر میں ردیف سے پہلے آنے والا ایک لفظ یا کئی الفاظ جو وزن اور آواز میں یکساں مگر معنی میں جدا ہوں اُسے قافیہ کہتے ہیں۔ جیسے:

نازکی اُن لبوں کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے
میر اُن نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے۔ (میر)

ان اشعار میں ''گلاب'' اور ''شراب'' قافیے ہیں۔

(۸) ردیف (The rhymaing word of a poem):

شعر کے آخر میں آنے والا ایک لفظ یا کئی الفاظ بار بار آتے ہیں (دہرائے جاتے ہیں) اُسے ردیف کہتے ہیں۔ مثلاً دیے گئے اشعار میں ''کی سی ہے'' ردیف ہے۔

(۹) تخلص (Poetic name/nom de plume):

تخلص عربی لفظ ہے جس کے معنی رہائی، بچاؤ، چھٹکارا، ہے جبکہ غزل یا نظم کے آخری شعر (مقطع) میں شاعر اپنے لیے جو نام استعمال کرتا ہے۔ اُسے تخلص کہتے ہیں۔

تخلص کے لیے نشانی (Symbol) ''ؔ'' استعمال ہوتی ہے اور اس نشانی کو ''بُت'' کہتے ہیں۔ مثلاً

پہلے پہل کا عشق ابھی یاد ہے فراز
دل خود یہ چاہتا تھا کہ رسوائیاں بھی ہوں (احمد فراز)

حقیقت کھل گئی حسرت ترے ترک محبت کی
تجھے تو اب وہ پہلے سے بھی بڑھ کر یاد آتے ہیں
(حسرت موہانی)

(۱۰) سہل مُمتَنع: سہل کے معنی آسان اور ممتنع کا مطلب ہے روکنے والا، باز رکھنے والا۔ سہل ممتنع اُس کلام یا شاعری کو کہتے ہیں جو اس قدر آسان اور شائستہ زبان میں ہو کہ اُس سے مزید آسان کہنا مشکل ہو۔

(۱۱) تحتُ اللّفظ: لفظی معنی ہے ''لفظ کے نیچے''۔ ترنم کے بغیر جب شاعر کلام سناتا ہے (کوئی بھی شخص شاعری پڑھتا ہے) تو اُسے ''تحت اللفظ'' کہتے ہیں۔

(۱۲) شہر آشوب: شہر آشوب اُس نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی ملک، زمانہ اور شہر کی تباہی و بربادی کا تذکرہ ہو۔ اُردو ادب میں سوداؔ، میر تقی میرؔ، انشاؔء اور بہادر شاہ ظفرؔ کے شہر آشوب اہمیت رکھتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

رُموز واَوقاف (Puntuation)

رُمز ایما و اشارہ کو کہتے ہیں، رُموز اس کی جمع ہے جبکہ وقف کے معنی الگ کی ہوئی چیز کے ہیں۔ ''گرائمر کی اصطلاح میں اُن علامتوں کو ''رموز و اوقاف'' کہتے ہیں جو دو لفظوں، دو فقروں یا جملوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کریں۔'' تحریر میں وقفہ یا ٹھہراؤ کے لیے مخصوص علامات لگائے جاتے ہیں تاکہ مطلب واضح ہو سکے اور تحریر میں اُلجھاؤ پیدا نہ ہو، ان علامات کے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

استعمال سے قاری کو عبارت سمجھنے اور پڑھنے میں مدد ملتی ہے۔ تحریر میں یہ علامتیں موجود نہ ہوں تو پوری عبارت صرف مسلسل الفاظ کا مجموعہ بن کر رہ جاتی ہے، یہ علامتیں درج ذیل ہیں:

ختمہ (Full Stop):

اس علامت کو انگریزی زبان میں ''ڈیش'' کہا جاتا ہے۔ اس کے لیے (۔) علامت استعمال ہوتی ہے۔ یہ چھوٹی سی لکیر کسی جملے کے مکمل ہونے کے بعد لگائی جاتی ہے اور ایک جملے کو دوسرے سے علیحدہ کرتی ہے۔ انگریزی میں اس علامت کو ایک نقطہ سے ظاہر کرتے ہیں، جسے ''فل سٹاپ'' کہتے ہیں۔ جبکہ اُردو میں یہ نقطے سے قدرے بڑی ایک چھوٹی سی لکیر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر

۱) ہم ایک آزاد قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ۲) وہ کافی دنوں بعد میرے گھر آیا۔

سکتہ (Comma):(،)

سکتہ کے لیے (،) علامت استعمال ہوتی ہے۔ یہ جس لفظ کے بعد آتا ہے وہاں قاری کو ذرا سی دیر کے لیے ٹھہرنا چاہیے۔ یہ علامت ٹھہراؤ کے لیے آتی ہے۔ اس کا استعمال کئی موقعوں پر ہوتا ہے۔ جیسے بچے، بوڑھے، جوان، خواتین، اور حضرات سب موجود تھے۔ یہاں ان اِسموں کے درمیان ''اور'' کے بجائے ''سکتہ'' سے کام لیا گیا ہے۔

بعض دفعہ سکتہ کی اہمیت کافی بڑھ جاتی ہے۔ اور اگر وہاں نہ رُکا جائے تو معنی و مطلب بالکل بدل جاتا ہے۔ مثلاً اُٹھو، مت بیٹھو اور اُٹھو مت، بیٹھو۔

وقفہ (Semi Colon):(؛)

اس کے لیے علامت (؛) استعمال ہوتی ہے۔ اس کا ٹھہراؤ سکتہ سے ذرا زیادہ ہوتا ہے۔ یہ اُس وقت استعمال ہوتا ہے جب ایک بڑے جملے میں کئی چھوٹے چھوٹے جملے آئیں۔ جیسے جب آج کل سچائی۔

اسی طرح دفتری خطوط کے حوالہ نمبر میں سال کے عدد اور خط نمبر میں فرق واضح کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً ۷۰/اُردو/۲۰۰

علامت حاشیہ: اس کی علامت (--------) ہے۔ کسی لفظ یا جملے کا مطالب یا وضاحت جب حاشیہ پر لکھنا ہو تو اس لفظ یا فقرے پر یہ علامت لگاتے ہیں۔ اگر الفاظ یا فقرے زیادہ ہوں تو پھر ان پر نمبر دے دیے جاتے ہیں مثلاً عـــ۱، عـــ۲، عـــ۳

علامت حذف: اس کی علامت (............) ہے۔ جب کسی عبارت کا کوئی حصہ نقل کرنا مقصود ہو تو اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱) اگر کسی بات کا ذکر کرنا مناسب نہ ہو تو وہاں نقطے ڈال دیے جاتے ہیں۔

۲) بعض دفعہ کسی عبارت کا اقتباس دیتے وقت شروع اور آخر کے چند الفاظ لکھ کر باقی عبارت کی جگہ نقطے لگا دیے جاتے ہیں۔

۳) یا عبارت کے درمیانی الفاظ غیر ضروری سمجھ کر بالکل چھوڑ دیے جاتے ہیں۔

اس کے لیے مجموعی طور پر ایک لفظ ''حذف'' بنالیا گیا ہے۔

تشدید: کسی لفظ میں جب کوئی حرف ایک ساتھ دوبار پڑھنے میں آئے اور اگر پہلا حرف ساکن ہو تو اس کے اُوپر تشدید کی علامت (ّ) لگا کر ایک حرف لکھتے ہیں۔ مثلاً مدلّل، مسلّم، مجدّد۔ ''بلّی'' میں (ل) کے اُوپر تشدید ہے جس سے مقصد اس کو دوبار پڑھنا ہے۔

تنوین: کسی حرف پر دو زبر (ً) دو زیر (ٍ) یا دو پیش (ٌ) لگا کر نون کی آواز پیدا کرنا۔ مثلاً فوراً، مختصراً، مثلاً وغیرہ۔

علامت صفحہ: اس کی علامت (صـــــ) ہے۔ جب کسی عبارت میں دوسری کتاب کے حوالے دیے جاتے ہیں تو یہ علامت لکھ کر اُوپر کا نمبر لکھ دیا جاتا ہے۔ مثلاً صـــ۱، صـــ۲، صـــ۳ وغیرہ۔

علامت شعر: اس کی علامت (ؔ) ہے۔ نثر لکھتے وقت حوالے یا وضاحت کے لیے کوئی شعر لکھنا مقصود ہو یہ علامت لگا کر شعر لکھا جاتا ہے۔ علامت اس لیے ضروری ہے تاکہ پتہ چلے کہ آگے شعر ہے۔ مثلاً ''مسدس مدوجزر اسلام'' میں حالؔی نے مسلمانوں کی بے حسی اور بے مروّتی پر آنسو

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

بہائے ہیں، آپ کہتے ہیں۔

چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے

علامت مصرع: اس کی علامت (ع) ہے۔ بعض اوقات عبارت کے دوران پورے شعر کے بجائے صرف ایک مصرع استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اُس وقت یہ علامت لکھ کر مصرع لکھ دیا جاتا ہے۔ جیسے

ع رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے غم

علامت تخلص: اس کے لیے علامت (ؔ) استعمال ہوتی ہے۔ اس علامت کو "بت" کہتے ہیں۔ غزل یا قصیدے کے مقطع میں عموماً شاعر اپنے لیے ایک مختصر نام تحریر کرتا ہے جسے تخلص کہتے ہیں۔ اس نام کو نمایاں کرنے کے لیے اس کے اُوپر یہ علامت لگائی جاتی ہے۔ مثلاً میر تقی میرؔ، مرزا اسداللہ خان غالبؔ، مومن خان مومنؔ وغیرہ۔

☆☆☆☆☆☆☆

نمونے کے خطوط

ا۔ والد کے نام خط (اپنی تعلیم کے بارے میں)

پشاور

۱۴ اکتوبر ۲۰۱۶ء

پیارے ابا جان! تسلیمات

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ آپ بخیریت ہیں۔ آپ کی ہدایت کے مطابق میں ہاسٹل میں داخل ہو گیا ہوں۔ ہاسٹل کی زندگی اور گھر کی زندگی میں زمین آسمان کا فرق ہے یہاں صرف کتابیں ہیں اور پڑھائی باقی دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔ دن رات مطالعہ سے کام ہے۔ بعض اوقات چند شرارتی لڑکے گڑبڑ کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ہاسٹل کے سپرنٹنڈنٹ

صاحب کی کڑی نگرانی کی وجہ سے ان کی دال نہیں گلتی۔ میں باقاعدہ پروگرام بنا کر پڑھ رہا ہوں۔ پہلی سہ ماہی کے نتائج انشاءاللہ ثابت کر دیں گے کہ میں نے اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ کھیلوں میں بھی حصہ لیتا ہوں اور صبح و شام سیر بھی کرتا ہوں۔ سردیوں کا موسم سر پر آ گیا ہے۔ مجھے گرم مفلر اور گرم جرابوں کی ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں ایک ڈکشنری اور سائنس پریکٹیکل کی کاپیاں بھی خریدنا چاہتا ہوں۔ ہوسٹل کے ماہانہ اخراجات بھی ادا کرنے ہیں۔ براہِ کرم اوّلین فرصت میں پانچ ہزار بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیجیے تاکہ اپنی تمام ضروریات پوری کر سکوں۔

امّی جان کی خدمت میں مودبانہ سلام۔

آپ کا فرمان بردار بیٹا

محمد عارف

☆☆☆☆☆

۲۔ والدہ کے نام خط

۱۰ اپریل ۲۰۱۶ء

پیاری امّی جان! سلام و آداب

چند روز پیشتر آپ کا شفقت نامہ موصول ہوا تھا جس میں آپ نے میری تعلیم اور صحت کے بارے میں دریافت فرمایا تھا۔ افسوس کہ میں ششماہی امتحان میں مصروف ہونے کی وجہ سے آپ کے خط کا جواب نہ دے سکی۔ ہمارا ششماہی امتحان اب ختم ہو چکا ہے۔ تمام مضامین کے نمبر ہمیں بتا دیئے گئے ہیں آپ یہ سُن کر یقیناً بہت خوش ہوں گے کہ میں نے آپ کی دعاؤں سے ہر مضمون میں نمایاں پوزیشن حاصل کی ہے اور پوری جماعت میں تیسرے نمبر پر آئی ہوں۔

جہاں تک میری صحت کا تعلق ہے۔ پچھلے دنوں مجھے نزلے اور کھانسی کی معمولی شکایت رہی ہے۔ مگر اب خدا کے فضل و کرم سے بالکل صحت یاب ہو چکی ہوں اور تعلیمی کام پوری دلجمعی سے کر رہی ہوں۔ سکول میں پڑھائی اب پورے زور شور سے ہو رہی ہے۔ آپ میرے حق میں دُعا فرماتی

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

رہا کریں۔ابو جان کی خدمت میں سلام۔مُنّے کو پیار۔

آپ کی فرمانبردار بیٹی

شازیہ

☆☆☆☆☆

۳۔ ماموں کے نام خط انعام کی یاددہانی

پشاور

۱۱۔مارچ ۲۰۱۷ء

پیارے ماموں جان! آداب

بہت دنوں سے آپ نے اپنی خیروعافیت کی اطلاع نہیں دی دل کو بڑی تشویش ہے۔خدارا خط لکھنے میں اتنی تاخیر نہ کیا کریں۔امی جان آپ کا خط نہ آنے سے بہت پریشان ہو جاتی ہیں۔

اچھا تو لیجیے، آج آپ کو ایک خوش خبری سناتا ہوں، وہ یہ کہ میرا میٹرک کا نتیجہ آ گیا ہے۔اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اے گریڈ میں کامیاب ہو گیا ہوں، گھر بھر میں میری اس نمایاں کامیابی پر خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی ہے، میرے اساتذہ نے بھی مجھے مُبارک باد دی ہے اور اسے میری غیر معمولی محنت کا ثمرہ قرار دیا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی عنایت اور بزرگوں کی دُعاؤں کا نتیجہ ہے۔

نامناسب ہوگا اگر میں اس موقع پر آپ کو وہ وعدہ بھی یاد دلا دوں جو آپ نے کچھ عرصہ پہلے مجھ سے کیا تھا یعنی اگر میں نے امتحان میں اے گریڈ حاصل کیا تو مجھے ایک عمدہ گھڑی انعام میں دیں گے۔اب خدا نے آپ کا وعدہ پورا کرنے کا موقع پیدا کر دیا، امید ہے آپ زیادہ دیر تک منتظر نہیں رکھیں گے اور جلد از جلد انعام سے سرفراز فرمائیں گے۔

گھر کے سب لوگ آپ کی اور ممانی صاحبہ کی خدمت میں مودبانہ سلام عرض کرتے ہیں۔نقیب اور عاصم کو پیار

والسلام

آپ کا بھانجا

فضل ربی

☆☆☆☆☆

۴۔ چچا کے نام خط تحفے کا شکریہ

پشاور

۱۸۔اکتوبر ۲۰۱۶ء

پیارے چچا جان! آداب

آپ کا نوازش نامہ ملا اور ساتھ ہی ایک خوب صورت گھڑی بھی جو آپ نے میری سالگرہ کے تحفے کے طور پر بھیجی ہے۔میں آپ کی عنایات کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں۔اس موقع پر آپ کی طرف سے مُبارک باد اور بزرگانہ دعاؤں کا تحفہ بھی میرے لیے کچھ کم نہ تھا مگر یہ آپ کی شفقت اور ذرہ نوازی ہے کہ دُعاؤں کے ساتھ ساتھ گھڑی کی صورت میں ایک یادگار تحفہ بھی ارسال فرمایا اور اس طرح میری خوشیوں کے خاکے میں اپنی خصوصی محبت کا رنگ بھر دیا۔

یہ گھڑی مجھے آپ کی شفقت آپ کے خلوص کی ہمیشہ یاد دلاتی رہے گی۔مجھے وقت کا پابند بننے اور روزمرہ کے معمولات میں باقاعدگی اور انضباط پیدا کرنے میں مدد دے گی۔اس لحاظ سے آپ کے اس انمول تحفے نے میری ایک اہم ضرورت کو بھی پورا کیا ہے۔اور میں ہمیشہ اسے سنبھال کر رکھوں گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور آپ کا سایہ شفقت ہمارے سروں پر دیر تک قائم رہے۔محترمہ چچی جان کی خدمت میں آداب! زبیب اور ننھی شازیہ کو پیار۔

والسلام

آپ کا بھتیجا

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

محمد عارف

☆☆☆☆☆

چھوٹے بھائی کے نام خط (بُری صُحبت سے بچنے کی نصیحت)

ملتان

یکم جنوری ۲۰۱۶ء

عزیز من! دُعا

مجھے آج ایک دوست کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ تم کالج سے اکثر غیر حاضر رہتے ہو اور آوارہ لڑکوں کی صحبت میں بیٹھ کر سگریٹ نوشی کے بھی عادی ہو گئے ہو۔ اس اطلاع سے جتنا صدمہ مجھے ہُوا ہے تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

عزیزم! اگر تم نے شروع ہی میں کالج سے بھاگنا شروع کر دیا تو امتحان میں یقیناً فیل ہو جاؤ گے۔ اس طرح علم کی بیش بہا دولت سے محروم رہ جاؤ گے۔ اور بڑے ہو کر پچھتاؤ گے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمام خاندان کی اُمیدیں تم سے وابستہ ہیں اور تمہارے تعلیم حاصل کرنے کا وقت بھی یہی ہے۔ اس لیے تمہیں خوب دل لگا کر پڑھنا چاہیے۔ اپنا قیمتی وقت کھیل کُود میں برباد نہیں کرنا چاہیے۔

تمہاری غیر حاضری سے بھی زیادہ پریشانی مجھے اس بات سے ہوئی کہ تم نے بُرے لڑکوں کی سوسائٹی میں بیٹھنا شروع کر دیا ہے۔ افسوس! تمہیں معلوم نہیں کہ بُری صحبت اختیار کرنے والا انسان نہ دین کا رہتا ہے نہ دُنیا کا۔ ہر قسم کی اخلاقی بُرائیاں انسان میں صحبت ہی سے پیدا ہوتی ہیں اور آخر کار انسان کی عزّت و آبرو خاک میں مل کر رہ جاتی ہے۔

جہاں تک سگریٹ نوشی کا تعلق ہے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس سے نہ صرف انسان کی صحت تباہ ہو جاتی ہے بلکہ وہ فضول خرچی کا شکار بھی ہو جاتا ہے۔ اس لیے جتنی جلدی ممکن ہو اس مکروہ عادت سے نجات حاصل کرو۔ میں امید رکھتا ہوں کہ تم آئندہ سکول سے کبھی غیر حاضر نہیں رہو گے

اور اپنے آپ کو بُرے لڑکوں کی صحبت سے بچانے کی پوری پوری کوشش کرو گے۔

تمہارا بھائی

عاصم لقمان

☆☆☆☆☆

٦۔ چھوٹے بھائی کے نام خط (دِل لگا کر پڑھنے کی تلقین)

پشاور

۱۰ اپریل ۲۰۱۶ء

عزیزم منیر احمد! دعوات

امید ہے کہ تم خیر و عافیت سے ہو گے۔ کل تمہارے سکول کی طرف سے تمہارے دوسرے داخلی امتحان کی رپورٹ موصول ہوئی جسے دیکھ کر بہت رنج ہوا، کہ تم مطالعہ پاکستان اور اسلامیات کے سوا تمام مضامین میں بُری طرح فیل ہو۔ بالخصوص انگریزی اور ریاضی کے متعلق تو تمہارے کلاس ٹیچر کی رپورٹ بڑی ہی دل شکن ہے۔ ابا جان اپنے کاروبار کے سلسلے میں باہر گئے ہوئے ہیں اور امّی جان تمہاری اس ناکامی پر سخت رنجیدہ ہیں۔ آخر سوچو کہ ابا جان تمہارے بارے میں کیا خیال کریں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے تیسرے ٹیسٹ کی رپورٹ بھی ایسی ہی آئے، اس سے پیشتر کہ وہ تمہاری تعلیم کا سلسلہ منقطع کرنے کا فیصلہ کریں تم اپنی تعلیمی حالت سے انھیں مطمئن کرو اور خوب دل لگا کر پڑھو تا کہ تم آئندہ اچھے نمبروں پر کامیاب ہو سکو۔ آخر وہ کون سی وجوہات ہیں جن کی بنا پر تمہارا نتیجہ اتنا مایوس کن ہے؟

پچھلے دنوں ایک دوست سے معلوم ہوا کہ تمہاری توجہ پڑھائی کی بجائے کھیلوں کی طرف بڑھتی جا رہی ہے۔ جس کی تائید اس رپورٹ سے بھی ہو رہی ہے میں تمہیں دوبارا تاکید کرتا ہوں کہ اپنی توجہ پڑھائی کی طرف زیادہ مبذول کرو اور کھیل کی طرف صرف اتنا ہی دھیان دو جتنا صحت کے لیے ضروری ہے کیونکہ عملی زندگی میں کامیابی کا اصل دارومدار تعلیم اور صرف تعلیم پر ہے۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

اُمید ہے تم آئندہ امتحان تک اپنی کمی کو پورا کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرو گے زیادہ دُعا۔

تمہارا بھائی

شاہ زیب

☆☆☆☆☆

۷۔ چھوٹی بہن کے نام خط (انعام سے حوصلہ افزائی)

اسلام آباد

۱۱ فروری ۲۰۱۶ء

پیاری آمنہ! دُعا

تمہارا خط ملا اور یہ پڑھ کر انتہائی مسرت ہوئی کہ تم نے میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کرلیا ہے اور اپنے سکول میں دوسری پوزیشن حاصل کی ہے۔ تمہاری اس نمایاں کامیابی سے پورے خاندان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے اور سارے عزیز و اقارب تمہاری لیاقت اور محنت کی تعریف کر رہے ہیں۔ مجھے امید ہے تم اسی طرح آئندہ بھی محنت سے پڑھتی رہو گی، خدا کرے یہ کامیابی آئندہ کامیابیوں کا پیش خیمہ ثابت ہو۔

عزیز بہن! یہ حقیقت ہے کہ محنت کبھی رائیگاں نہیں جاتی، جو شخص محنت کرتا ہے، کامیابی ضرور اس کے قدم چومتی ہے، میں اس موقع پر تمہیں دلی مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ اور ساتھ ہی ایک گھڑی بھی انعام کے طور پر بھیج رہی ہوں۔ امید ہے کہ تم گھڑی پہن کر بہت خوش ہو گی۔ کیونکہ یہ تمہیں وقت پر سکول جانے اور باقاعدہ پروگرام بنا کر پڑھائی کرنے میں مدد دے گی۔ علاوہ ازیں تم اس سے پابندی وقت بھی سیکھو گی اور ہاں! تم نے انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں بھی ایسی ہی کامیابی حاصل کی تو تمہیں ایک قیمتی سوٹ انعام میں ملے گا۔ اس لیے خوب جی لگا کر محنت کرو، تاکہ تم اگلا انعام بھی حاصل کرسکو۔ میری پُرخلوص دُعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔

تمہاری باجی

شرافت نور

☆☆☆☆☆

۸۔ بڑے بھائی کے نام خط

کراچی

۸۔ جولائی ۲۰۱۶ء

پیارے بھائی جان!

السلام علیکم! آپ کا گرامی نامہ ملا۔ آپ کی تحریر کردہ نصیحتیں پڑھیں، دل بے حد متاثر ہوا، اور میں شرم کے مارے پسینے میں ڈوب گیا۔

بھائی جان! میں واقعی بڑی ندامت کے ساتھ اس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں پچھلے دنوں اپنی پڑھائی سے بالکل غافل ہو گیا تھا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ میری چند آوارہ منش لڑکوں کے ساتھ ہو گئی تھی، میں ہمہ وقت انہی کے ساتھ مل کر آوارہ گردی کرتا رہتا اور تعلیم کی طرف بھول کر بھی توجہ نہ دیتا۔ یاد ہی نہ رہا کہ میں گھر سے باہر تعلیم حاصل کرنے کے لیے آیا ہوا ہوں۔ عقل پر کچھ ایسا پردہ پڑ گیا تھا کہ مجھے نفع و نقصان کی بھی کوئی پرواہ نہ رہی۔ اساتذہ کرام سمجھاتے مگر ان کی کوئی نصیحت میرے دل پر اثر نہ کرتی۔

لیکن سچ عرض کرتا ہوں کہ آج آپ کا خط پڑھ کر میں شرمندگی کے گہرے سمندر میں ڈوب گیا ہوں۔ آپ کی تحریر میرے لیے عبرت کا تازیانہ ثابت ہوئی۔ آپ کے سامنے پوری سچائی کے ساتھ تائب ہوتا ہوں اور صدق دل سے عہد کرتا ہوں کہ اپنی پڑھائی کی طرف پوری توجہ دوں گا اور پچھلی کمی جلد از جلد پوری کروں گا۔ آپ ہر طرف اطمینان رکھیں۔ انشاءاللہ آئندہ آپ کو میری طرف سے کبھی کوئی شکایت نہیں پہنچے گی۔ والسلام

آپ کا پیارا ارشاد

☆☆☆☆☆

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

۹۔ دوست کے نام خط

لاہور

۹ جون ۲۰۱۶ء

پیارے علی! السلام علیکم!

آپ کا محبت نامہ ملا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ آپ نے مجھے سے میرے آئندہ پروگرام کے متعلق دریافت فرمایا ہے کہ میں میٹرک پاس کرنے کے بعد کیا کرنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ میرا ارادہ آئندہ بی ایس سی میڈیکل میں داخلہ لینے کا ہے۔ خاندان کے اکثر بزرگوں کا بھی یہی مشورہ ہے کہ مجھے ڈاکٹری کا پیشہ اختیار کرنا چاہیے۔

ڈاکٹری ایک نہایت معزز اور باوقار پیشہ ہے۔ آمدنی کی آمدنی اور خدمت کی خدمت۔ میرے خیال میں وکیل، انجینئر یا سول سروس کا کوئی بڑے سے بڑا آفیسر بھی ڈاکٹر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسے وہ عزت اور احترام کبھی نصیب نہیں ہو سکتا جو ڈاکٹر کو ہمارے معاشرے میں حاصل ہے۔

آج کل جس تیز رفتاری سے ملازمتوں کا دائرہ تنگ ہوتا جا رہا ہے اور پڑھے لکھے بے روزگاروں کی تعداد میں جس کثرت سے اضافہ ہو رہا ہے، اس کے پیش نظر بھی میں یہی سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر بنوں اور اس طرح اپنے مستقبل کو محفوظ کرلوں۔ امید ہے آپ بھی میری اس تجویز سے اتفاق کریں گے، بلکہ میری یہ خواہش ہے کہ آپ بھی نان میڈیکل کی بجائے میڈیکل گروپ میں داخلہ لیں اور اس طرح میرے ہم سفر بن جائیں کہیے کیا خیال ہے آپ کا؟

امید ہے آپ ہر طرح بخیریت ہوں گے۔ مجھے آپ کی طرف سے جواب کا انتظار رہے گا۔ اپنے والدین کی خدمت میں میری طرف سے سلام عرض کر دیجیے گا۔

والسلام

آپ کا دوست

حامد

☆☆☆☆☆

۱۰۔ دوست کے نام خط (ناکامی پر اظہارِ ہمدردی)

گجرات

۷۔ جولائی ۲۰۱۶ء

پیارے دوست! محمد نواز

السلام علیکم! آج محمود کا خط ملا، جس سے معلوم ہوا کہ آپ امسال میٹرک کے امتحان میں کامیاب نہیں ہو سکے اور اس وجہ سے آئندہ تعلیم جاری رکھنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ یہ افسوس ناک خبر پڑھ کر جہاں مجھے دلی رنج ہوا، وہاں بے حد حیرانی بھی ہوئی۔ کیونکہ امتحان میں ایک دفعہ ناکام ہو جانے کی بناء پر تعلیم ہی کو خیر باد کہ دینا بڑی عجیب بات ہے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ اس طرح کا خیال بھی دل میں لے آ سکتے ہیں۔

جہاں تک امتحان میں ناکام ہونے کا سوال ہے۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ بے شمار طالب علم ہر سال مختلف امتحانات میں ناکامی کا منہ دیکھتے ہیں مگر ان میں سے شاید ہی کوئی طالب علم ایسا ہوتا ہوگا جو ہمت ہار کر بیٹھ جائے۔ داناؤں کا قول ہے کہ ناکامی ہی کامیابی زینہ ہے، جو شخص ایک بار ناکام ہو جاتا ہے وہ دوسری دفعہ یقیناً محنت سے تیاری کرتا ہے اور بالعموم زیادہ اچھی پوزیشن لے کر کامیاب ہو جاتا ہے۔ ہمت اور کوشش شرط ہے۔ خدا کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا آپ بھی حوصلہ نہ ہاریں۔ لگاتار محنت کریں اور آئندہ سال مکمل تیاری کے ساتھ دوبارہ امتحان دیں۔ انشاء اللہ کامیابی آپ کے قدم چومے گی مجھے قوی امید ہے کہ آپ ہمت مرداں مدد خدا پر کامل یقین رکھتے ہوئے دوبارہ سرگرم عمل ہو جائیں گے۔ خدا آپ کے ساتھ ہو۔ والسلام

آپ کا مخلص

طارق

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

۱۱۔ دوست کے نام خط (بیمار پرسی)

لاہور

۱۶۔ جون ۲۰۱۶ء

محب محترم! جواد

آپ کا نوازش نامہ ملا اور آپ کی بیماری کا حال پڑھ کر دل کو انتہائی دُکھ پہنچا۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ وہ آپ کو جلد از جلد کامل شفاء عطا فرمائے۔

آپ نے اپنے تعلیمی نقصان کا جو ذکر کیا ہے وہ بجا ہے اور بیماری کے باعث جماعت میں پیچھے رہ جانے آپ کو جو افسوس ہے وہ بھی اپنی جگہ درست ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ انسان کی صحت ہر حال میں مقدم ہے۔ اگر صحت نہ ہو تو آدمی دُنیا میں کسی کام کا نہیں۔ ہم تعلیمی نقصان کو محنت سے پورا کر سکتے ہیں لیکن صحت اگر بگڑ جائے تو پھر بڑی مشکل سے سنبھلتی ہے۔ اس لیے آپ کے کام کی بالکل فکر نہ کریں بلکہ اپنی صحت کو بحال کرنے کی طرف توجہ دیں۔ اپنا علاج باقاعدگی سے کرائیں اور چند روز تک مکمل آرام کریں جب پورا افاقہ ہو تو پھر کالج جائیں۔ میں آپ کے صحت کے لیے خدا سے دعا مانگوں گا۔ براہ کرم اپنی طبیعت اور مزاج سے واپسی ڈاک مطلع کریں۔

والسلام

آپ کا دوست

محمد منیر

☆☆☆☆☆

۱۲۔ دوست کے نام مبارکباد کا خط

جہلم

۱۳ اکتوبر ۲۰۱۶ء

پیارے دوست عامر!

السلام علیکم! میں نے ابھی ابھی اخبار میں آپ کا نتیجہ دیکھا اور یہ معلوم کر کے میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ آپ نے سیکنڈری سکول اے گریڈ پاس کر لیا ہے۔ آپ نے نمبر بھی نہایت شاندار لیے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ انشاءاللہ وظیفہ بھی حاصل کر لیں گے۔ میں اس نمایاں کامیابی پر آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ خدا آپ کو زندگی بھر ایسی کامیابیوں سے سرفراز فرمائے۔ ازراہ کرم اپنے والدین کی خدمت میں میری طرف سے ہدیہ تبریک پیش کر دیجیے۔ ہاں اب کس کالج میں داخلہ لینے کا پروگرام ہے اور کون سے مضامین رکھنا چاہتے ہیں؟ واپسی پر مطلع فرمائیے۔ خط کی واپسی کا انتظار رہے گا۔ والسلام

آپ کا مخلص آنس خان

☆☆☆☆☆☆☆

درخواستیں

درخواست بطور نمونہ

بخدمت جناب پرنسپل صاحب ا، ب، ج پشاور

عنوان: درخواست برائے بیماری

جناب عالی!

مؤدبانہ گزارش ہے۔-------------------------

نوٹ: یہاں پر درخواست کا متن / مضمون پورا کریں

العارض

آپکا تابعدار شاگرد فیضان

ا، ب، ج

المرقوم یکم ستمبر ۲۰۱۲

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

۱ پرنسپل کے نام جرمانہ معاف کرانے کی درخواست لکھیں۔

بخدمت جناب پرنسپل صاحب گورنمنٹ ڈگری کالج پشاور

عنوان: درخواست برائے معافی جرمانہ

جناب عالی!

مودبانہ گزارش ہے کہ گزشتہ ہفتے میں موٹر سائیکل پر گھر آرہا تھا کہ ایک ٹریکٹر ٹرالی سیاورٹیک کرتے ہوئے میری موٹر سائیکل الٹ گیا اور مجھے شدید چوٹیں آئی اور مجھے چار دن تک ہسپتال میں رہنا پڑا گھر آکر بھی میری حالت اس قدر تسلی بخش نہیں تھی کہ مزید دو دن کالج آسکتا۔ آج جب میں کالج واپس آیا ہوں تو پتا چلا کہ میرے کلاس انچارج نے بلا اطلاع کالج سے غیر حاضر رہنے پر پچاس روپے خصوصی جرمانہ کر دیا ہے۔ میرا گھر کالج سے دس کلو میٹر دور ہے میرا ایسا کوئی ہم جماعت نہیں تھا جس کے ہاتھ میں یا میرے گھر والے درخواست رخصت بھجوا سکتے۔ میں دانستہ طور پر غیر حاضر نہیں رہا از راہ عنایت میرا جرمانہ معاف کر ممنون فرمائیں۔ ہسپتال سے جاری شدہ میڈیکل سرٹیفکیٹ درخوارست کے ساتھ منسلک ہے۔

آپ کا تابع فرمان شاگرد

عمیر ولد شعیب

جماعت سال اول

رول نمبر ۱۰

مورخہ ۳۱/۳/۲۰۱۷

☆☆☆☆☆

۲ پرنسپل صاحب کے نام درخواست لکھیے کہ سکول میں لائبریری قائم کریں

خدمت جناب پرنسپل صاحب گورنمنٹ کالج سوات

جناب عالی!

مودبانہ گزارش ہے کہ کالج ہذا میں نصابی سرگرمیاں عروج پر ہیں اور درسی کتابیں ہمیں نہایت محنت سے پڑھائی جاتی ہیں۔ لیکن بسا اوقات یہ درسی کتابیں ہماری علمی ضروریات پوری نہیں کرتی اور ہمیں دیگر کتابوں کی مطالعے کی ضرورت پڑتی ہے بازار میں کتابیں مہنگی ہیں اور کوئی انہیں خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا لہٰذا درخواست کی جاتی ہے کہ طالب علموں کی علمی ضروریات کو مدنظر رکھ کر کالج میں لائبریری قائم کی

جائے تا کہ طلبا علم کی پیاس بجھا سکیں۔

عین نوازش ہوگی

العارض

جملہ طلبا، سال اول

المرقوم ۱/۴/۱۷

☆☆☆☆☆

۳ پرنسپل صاحب کے نام درخواست لکھیے کہ آپ کے ٹور پروگرام کے لیے گاڑی کا بندوبست کریں

خدمت جناب پرنسپل صاحب گورنمنٹ کالج پشاور

عنوان درخواست بمراد عطائیگی بس برائے ٹور

جناب عالی

بڑے ادب سے التماس ہے کہ جماعت سال اول اور سال دوم کے سالانہ امتحانات ختم ہو چکے ہیں ہم دونوں جماعتوں کے طالب علموں نے سوات، کالام جانے کا پروگرام ترتیب دیا ہے ہم وہاں کم از کم دو دن قیام کریگے۔ اس کے لیے ہمیں گاڑی کی ضرورت ہے۔

لہٰذا ہم درخواست ہذا کی وساطت سے التماس کرتے ہیں کہ ہمارے لیے سکول فنڈ سے بس کا بندوبست کیا جائے۔ تا کہ ہمارا یہ سفر سہولت کے ساتھ طے ہو اور ہم خوب اچھی طرح سیر سے لطف اندوز ہو جائے۔ ہم اس احسان پر ممنون رہیں گے

العارض

جملہ طلباء جماعت سال اول و دوم

گورنمنٹ کالج پشاور

المرقوم ۱/۴/۱۷

☆☆☆☆☆

۴ کسی کاروباری ادارے کے نام حصول ملازمت کے لیے ایک درخواست تحریر کریں

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

جناب محترم منیجر صاحب البدر اینڈ کو کمپنی پشاور

جناب عالی!

مودبانہ گزارش ہے کہ روزنامہ مشرق پشاور کے ۲۳۴ اگست ۲۰۱۷ کی اشاعت میں آپ کی طرف سے سٹینو ٹائپسٹ کی تین اسامیوں کا جو اشتہار شائع ہوا ہے میں ان میں سے ایک اسامی کے امیدوار کے طور پر اپنی خدمات پیش کرتا ہوں۔

میری تعلیمی قابلیت اور تجربہ حسب ذیل ہے

الف تعلیمی قابلیت

۱ میٹرک ۲۰۰۰ء درجہ دوم

۲ انٹرمیڈیٹ ۲۰۰۷ء درجہ اول

۳ بی کام درجہ اول

۴ عمر ۲۴ سال

ب دیگر و تجربہ

۱ ٹائپ کی رفتار ۴۵ الفاظ منٹ

۲ شارٹ ہینڈ کی رفتار ۱۰۰ الفاظ فی منٹ

۳ ٹائپسٹ کی حیثیت سے چھ سال تک محمد علی اینڈ کو لاہور میں کام کرتا رہا ہوں تعلیمی صلاحیت غیر نصابی سرگرمیوں تجربہ اور تعلیم و ملازمت کے دوران میں کارکردگی سے متعلق دیگر اسناد کی تصدیق شدہ عکسی نقول درخواست ہذا کے ساتھ منسلک ہیں۔

اگر آپ متذکرہ اسامی کے لیے منتخب فرمالیں تو میں پوری دیانت داری محنت اور مستعدی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دونگا ان شاءاللہ آپ میری کارکردگی سے مطمئن رہینگے۔

العارض

درخواست گزار

جان محمد ولد خان محمد

المرقوم ۰۲/۰۴/۱۷

☆☆☆☆☆

۵ ہاسٹل کے وارڈن کی خدمت میں ہاسٹل داخلہ کی درخواست لکھیں

بخدمت جناب وارڈ صاحب قائداعظم ہاسٹل گورنمنٹ کالج پشاور

عنوان درخواست برائے ہاسٹل میں داخلہ

جناب عالی!

مودبانہ گزارش ہے کہ میں نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول پشاور سے بدرجہ اول پاس کیا ہے اور اب گورنمنٹ کالج پشاور میں ایف اے سی سال اول میں داخلہ لیا ہے میں گاؤں بڈھ بیر کا رہائشی ہوں جو یہاں لگ بھگ ۴۰ کلومیٹر دور ہے اور میرے لیے ممکن نہیں کہ روزانہ گھر سے کالج آجا سکوں۔ میرا کوئی ایسا عزیز رشتہ دار بھی یہاں نہیں جس کے ہاں قیام پذیر ہوکر حصول تعلیم جاری رکھ سکوں۔

مجھے تعلیم حاصل کرنے کا بے حد شوق ہے از راہ عنایت مجھے ہاٹل میں داخلہ دے کر شکریے کا موقع دیں تاکہ پوری یکسوئی سے اپنے اولین فریضے یعنی تعلیم کی طرف توجہ دے سکوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہاٹل کے قواعد وضوابط کی مکمل پابندی کروں گا اور ہاسٹل کے اخراجات پابندی سے ادا کرتا رہوں گا۔

العارض

درخواست گزار

محمد بلال ولد جاوید

جماعت سال اول

المرقوم ۰۴/۰۴/۲۰۱۷

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

۶ تحصیل ناظم کے نام درخواست لکھیے کہ آپ کے محلے کی صفائی کے لیے بندوبست کریں

بخدمت جناب تحصیل ناظم اعلیٰ پشاور

جناب عالی!

مودبانہ گزارش ہے کہ ہم اہلیانِ اگرخیل ایک سنگین مسئلے سے دوچار ہیں پچھلے دو مہینوں سے خاکروب صفائی کے لیے نہیں آئے۔گلیوں میں جا بجا گندگی کے ڈھیر پڑے ہیں اور نالیاں بھی گندگی سے اٹی پڑی ہیں کوچوں میں اس گندگی نے تعفن اور بدبو پیدا کی ہے جگہ جگہ پانی کھڑا ہے اور اس میں مچھر پیدا ہو گئے ہیں برسات کا موسم ہے اور ان مچھر اور گندگی سے وبا پھوٹنے کا شدید خطرہ ہے آپ پہلی فرصت میں ہمارے علاقے میں خاکروب اور مچھر مار ٹیم بھیجیں تاکہ اس مسئلے کا بروقت تدارک کیا جا سکے۔اور علاقہ بہت سے وبائی امراض سے محفوظ رہو سکے، ہم دعاگو رہے گے۔

العارض

درخواست گزار

اہلیانِ علاقہ اگرخیل

المرقوم ۰۵/۰۴/۲۰۱۷

☆☆☆☆☆☆☆

مکالمہ نویسی

مکالمہ کو انگریزی میں (Dialogue) کہتے ہیں۔اس کے لغوی معنی ہے ہم کلام ہونا اصطلاح میں دو آدمیوں کے آپس میں بات چیت کرنے کو مکالمہ کہتے ہیں۔اس میں دو سے زیادہ افراد بھی شریک ہو سکتے ہیں اور اس طرح ہر شخص اپنی باری پر سوال و جواب کرتا ہے۔مکالمہ لکھتے وقت مندرجہ ذیل اصول مدِ نظر رکھیں۔

(۱) اس کے لیے بول چال کا انداز اپنایا جائے اور کتابی زبان سے گریز کیا جائے۔

(۲) اس کی زیادہ موصق دلچسپ اور شگفتہ ہو، قدرتی لب ولہجہ ہو اور گفتگو روزمرہ طرز بیان کے مطابق ہو۔

(۳) سوال و جواب میں مخاطب کی عمر اور حیثیت کو ملحوظ رکھا جائے۔

(۴) کسی لفظ یا جملے میں پستی اور ابتدال نہ ہو۔

(۵) اگر مکالمہ دو دوستوں کے درمیان ہو تو اس میں بے تکلفی ہونی چاہیے لیکن یہ بے تکلفی اخلاق کے دائرے میں ہو۔

(۶) جو کچھ کہا جاتا ہے اور واضح مختصر اور موضوع کے مطابق ہو۔موضوع سے کچھ بھی باہر نہ ہو۔

(۷) مکالمے طویل نہ ہوں اور نہ وہ تقریر بن جاتی ہے۔

(۸) مکالمے کو کسی انجام تک پہنچانا چاہیے۔اسے نامکمل صورت میں چھوڑنا صحیح نہیں ہے۔

نمائش کا دلچسپ حال کے بارے میں دو دوستوں کا مکالمہ

حمید: کہاں سے آرہے ہو رشید؟

رشید: اقبال پارک سے۔

حمید: وہاں کیوں گئے تھے کوئی میچ تھا؟

رشید: نہیں شاید تمہیں معلوم نہیں وہاں ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں استعمال ہونے والے فوجی سامان کی نمائش لگی ہوئی تھی۔بڑی دلچسپ نمائش ہے۔تمہیں ضرور جانا چاہیے۔

حمید: ضرور جاؤں گا۔ذرا نمائش کا کچھ حال تو بتاؤ۔

رشید: نمائش کا تعلق تو دیکھنے سے ہے۔

حمید: نمائش کا تعلق تمہاری زبان سے کچھ سن لوں گا تو کون واقع ہو جائے گا۔

رشید: سب سے پہلے میں توپوں کا ذکر کروں گا۔

حمید: وہی جو لاہور کی حفاظت کر رہی تھیں۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

رشید: نہیں وہ چھمب جوڑیاں کے محاذ پر ہمارے مجاہدوں کے قبضے میں آئیں۔ بالکل نئی توپیں۔ اُن میں سے ایک گولہ بھی نہیں چلایا گیا تھا۔

حمید: خوب! کیا بھارت نے وہ توپیں نمائش کے لیے رکھی ہوئی تھیں۔

رشید: ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ایک مقام پر بھارت کے کچھ ٹینک تھے جو ہمارے قبضے میں آئے بڑے بڑے دیوہیکل ٹینک۔ ایک ٹینک کو ہمارے ایک مجاہد نے اپنے جسم سے سرنگ باندھ کر اُڑایا تھا۔

حمید: واہ۔ واہ کتنی شجاعت ہے۔ اتنا بڑا کارنامہ ایک پاکستانی جانباز ہی سرانجام دے سکتا ہے۔

رشید: کچھ بھارتی جہازوں کے ٹوٹے ہوئے ڈھانچے بھی تھے۔ ایک مقام پر وہ بڑا بم بھی تھا جو بھارت کے ہوائی جہاز نے کھیم کرن کے محاذ پر گرایا تھا، لیکن خدا کی قدرت ہے کہ پھٹ نہ سکا۔

حمید: راکٹ لانچر کیا ہے؟

رشید: دیکھنے میں بڑا معمولی سا ہتھیار ہے لیکن ٹینک سے زیادہ مہلک ٹینک کے خلاف بہت کامیاب ہتھیار ہے۔ لیکن اسے چلانے کے لیے ٹینک کے بہت قریب جانا پڑتا ہے۔ اس لیے صحیح معنوں میں بہادروں کا ہتھیار ہے۔

حمید: پھر تو نمائش واقعی دیکھنے کی چیز ہے۔

رشید: میں تو نمائش دیکھ کر حب الوطنی اور جانبازی کے جذبے سے سرشار ہو گیا ہوں۔

پتنگ بازی کے نقصانات

ناصر: احمد بھائی، آج موسم کتنا خوشگوار ہے۔ ایسے میں پتنگ بازی کا لُطف اٹھانا چاہیے۔

احمد: ناصر میاں، بڑی اچھی ہے آپ کی یہ پتنگ، کتنے میں آئی ہے؟

ناصر: صرف چار آنے میں۔ لاؤ آپ کو بھی لا دوں۔

احمد: آج صبح دو آنے امی جان نے دیے۔ دو آنے ابا جان نے دیے چار آنے کی

پتنگ لے لوں، لیکن ڈور کہاں سے آئیگی؟

ناصر: لے یار، ڈور کا انتظام میں کر دوں گا۔ آٹھ آنے کل دے دینا۔

احمد: مجھے روزانہ چار ہی آنے ملتے ہیں آٹھ آنے کہاں سے لاؤں؟

ناصر: چلو۔ پرسوں دے دینا۔

احمد: دو یا تین دن کی آمدنی آج ہی خرچ کر دوں۔

ناصر: یار بڑے سیانے معلوم ہوتے ہو۔

احمد: بھائی بات یہ ہے کہ مجھے فضول خرچی اچھی نہیں لگتی۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ چار آنے میں سے دو آنے کسی محتاج کو دیدوں پتنگ اڑاؤں گا وقت ضائع ہوگا رقم ضائع ہوگی۔ ابا جان ناراض ہوں گے۔

ناصر: لو ہمارے ابا کیا نہیں ہیں؟

احمد: ہوں گے مگر مجھے آپ کی پتنگ بازی سے اتفاق نہیں میں نے کئی پتنگ بازوں کو سر کے بل گرتے دیکھا ہے۔

ناصر: کیا ضروری ہے کہ پتنگ اڑانے والے ہی گرتے ہیں۔

احمد: گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں بھائی جو پتنگ اڑائے گا کسی نہ کسی دن ضرور گر کے رہے گا۔

ناصر: تو اچھا، مجھے گرنے دو۔ آپ اپنی نصیحت اپنے پاس رکھیں۔ میرا وقت ضائع نہ کریں۔

احمد: کیا نیک کام ہے جس میں آپ کو دیر ہو رہی ہے۔ سکول کا کام کر لیا آپ نے؟

ناصر: گھنٹہ دو گھنٹے پتنگ اڑائیں گے۔ پھر سکول کا کام کر لیں گے۔

احمد: میں تو وقت کے مطابق کام کروں گا۔ پڑھوں گا۔ بڑا آدمی بنوں گا پتنگ بازوں کو سب بُرا بھلا کہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں آپ بھی باز آ جائیں اور اپنی پتنگ واپس کر دیں چار آنے کسی غریب کو دے دیں۔ خدا بھی خوش اور اس بُری

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

عادت سے بھی بچو گے۔

ناصر: آپ کی آخری بات نے میرے کان کھول دیے، میں ابھی پتنگ واپس کرتا ہوں اور بستہ لے کر آتا ہوں۔ آپ میرا انتظار کریں (شکریہ)

فضول خرچی کے نقصانات

ظفر: بھائی اشرف چلو ذرا ڈاک خانے چلیں۔

اشرف: ڈاک خانے کیا کام ہے۔

ظفر: ڈاکیا اطلاع دے گیا تھا کہ میرا پانچ ہزار روپے کا منی آرڈر آیا ہوا ہے۔ میں نے کہا دونوں بھائی باتیں کرتے جائیں گے اور روپے لے آئیں گے۔

اشرف: لیکن ابھی پچھلے ہفتے بھی تو آپ کو گھر سے 5000 روپے آئے تھے۔

ظفر: آئے تھے مگر میرے تو کسی کام نہ آئے میں نے صرف دستخط کرنا تھے کر دیے روپے تو بازار سے گزرتے ہوئے دکانداروں میں تقسیم کر دیے تھے۔ صرف پانچ سو بچے تھے جن پر ایک ہفتہ گزارہ کیا۔

اشرف: بڑے افسوس کی بات ہے میں مہینے کے بعد 2000 روپے لاتا ہوں اور ہر ماہ 500 روپے بچا بھی لیتا ہوں۔ میری پاس بک دیکھ لیں پورے 100 روپے جمع ہیں

ظفر: بھائی تم جیسا کنجوس کون ہو۔ ہم تو پڑھنے اور کھانے کے لیے آئے ہیں روپے جوڑنے نہیں آئے۔

اشرف: تو اپنی صحت بھی دیکھیے اور میری بھی، میں دو وقت روٹی کے سوا بازار کی کوئی چیز نہیں کھاتا اور آپ بکری بن کر دن رات چرتے پھرتے ہیں۔ صحت خراب نہ ہو تو کیا ہو

ظفر: جس کے پاس پیسے ہوں وہ کیوں نہ کھائے پئے۔

اشرف: مگر فضول خرچی تو کسی حال میں مناسب نہیں کھاتے پیتے سب ہیں۔ خدا نے بھی فرمایا ہے! کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو۔ آپ اتنے پیسے والے ہو کر

روزانہ کسی نہ کسی سے کچھ نہ کچھ مانگتے ہی رہتے ہیں۔ فیس ہمیشہ دیر سے ادا کرتے ہو۔ کتابیں اور کاپیاں کبھی پوری نہیں ہوتیں۔ کپڑے بھی آپ کے ہم سے قیمتی ہوتے ہیں مگر ہمیشہ میلے کچیلے رہتے ہیں۔

ظفر: تو اس میں میرا کیا قصور ہے سب کے کپڑے گندے ہو ہی جاتے ہیں اور پیسہ ہو تو خرچ بھی ہو جاتا ہے۔

اشرف: خرچ کرو۔ مگر بے جا نہ ہو۔ دیکھیے آپ مہینے 5000 روپے گھر سے منگواتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ بغیر سوچے سمجھے فضول خرچی کرتے رہتے ہیں۔ آپ وعدہ کریں کہ آئندہ احتیاط سے خرچ کریں گے تو میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔

ظفر: بھائی وعدہ ہوا۔ آج آپ نے مجھے بہت اچھا سبق دیا۔ انشاء اللہ آئندہ آپ کے مشورے سے بجٹ تیار کر لیا کروں گا اور فضول خرچی سے توبہ کروں گا۔

اُستاد کا احترام

اکبر: بھائی اصغر! آج ہم نے ایک قطعہ پڑھا ہے قطعہ تو میں نے یاد کر لیا ہے اس کا مطلب ابھی ذہن نشین نہیں ہوا۔

اصغر: ہم بھی سنیں وہ قطعہ:

اکبر:
تھے وہ بھی دن کہ خدمت استاد کے عوض
جی چاہتا تھا ہدیہ دل پیش کیجیے
بدلا زمانہ ایسا کہ لڑکا پس از سبق
کہتا ہے ماسٹر سے کہ بل پیش کیجیے

اصغر: خوب ہے اور واقعی شاعر نے آج کے شاگرد اور استاد کی خوب تصویر کھینچی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ شاگرد استاد کی خدمت کو دل و جان سے عزیز سمجھتا تھا اور آج وہ

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

دن ہیں کہ شاگرد استاد کو ایک مزدور سمجھتا ہے اور ہر مہینے کے آخر میں بل طلب کرتا ہے کہ ماسٹر صاحب بل لائیے اور اپنی مزدوری لیجیے۔

اکبر: بھائی اصغر شاعر نے واقعی ہمارے اس زمانے کی خوب تصویر کھینچی ہے۔ اب سمجھ آئی۔ ابا جان مجھے ہر روز اپنے استاد کی مہربانیوں کا حال سناتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر آج بھی ہمارے استاد صاحب ہمارے سامنے آ جائیں تو ہماری آنکھیں احترام سے جھک جاتی ہیں۔

اصغر: میرے ابا جان بھی استاد کی بڑی قدر کرتے تھے اور سچ پوچھو تو اس زمانے میں جس شاگرد نے استاد کا احترام کرنا نہیں سیکھا، اس نے کچھ بھی نہیں سیکھا۔

اکبر: اور غالباً یہی وجہ ہے کہ آئے دن استاد کی قدر گھٹتی جا رہی ہے اور امتحان کے نتائج پست سے پست تر ہوتے جا رہے ہیں۔

اصغر: بے شک یہی صورت ہے اگر استاد کا احترام آج بھی شروع ہو جائے تو ہماری تعلیمی خامیاں تمام تر دور ہو سکتی ہے۔

وطن دوستی

نعیم: بھائی آصف! آج ماسٹر صاحب نے ایک فارسی کا قطعہ پڑھا جس کا مطلب کچھ اس طرح تھا کہ وطن کی محبت ملک سلیمان سے اچھی ہوتی ہے۔ وطن کا کانٹا سنبل اور ریحان سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔۔ حضرت یوسف جو مصر میں شاہی کرتے تھے کہتے تھے کہ کنعان کی گدائی مصر کی بادشاہی سے بہتر ہے۔

آصف: اور سچ پوچھو تو شاعر نے حقیقت کو بڑے عمدہ پیرایہ میں پیش کیا ہے۔ میں ایک دفعہ چند دن کے لیے ابا جان کے ساتھ کوہ مری کی سیر کو گیا۔ بھائی جان ساتھ تھے موسم بھی خوشگوار تھا۔ ہر چیز آسانی سے مل سکتی تھی۔ کسی قسم کی تکلیف نہیں تھی مگر تین چار دن کے بعد میں اداس ہو گیا اور وطن کی باتیں یاد آنے لگیں میں نے ابا جان سے کہا۔ چلو گھر چلیں۔

نعیم: ٹھیک ہے بھئی یہ تو قدرتی بات ہے کہ جس خاک سے کوئی پیدا ہوتا ہے اس کی محبت فطری طور پر دل میں گھر کر جاتی ہے۔ ہم پاکستان کی خاک سے پیدا ہوئے ہیں اس لیے پاکستان سے ہمیں محبت ہے۔

آصف: یہی وجہ ہے کہ گزشتہ جنگ میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ پاکستان کا ہر باشندہ وطن سے محبت رکھتا ہے۔ وہ فوجی ہو یا شہری۔ اپنے وطن کے دفاع کے لیے پوری پوری کوشش کرتا ہے۔ اور یہ سب کچھ نتیجہ ہے وطن دوستی کا۔

وقت کی پابندی

حامد: بھائی احسن! آج میری ایک مشکل کا خوب حل ہوا۔

احسن: اخاہ! ہم بھی تو سنیں کیا مشکل تھی آپ کو۔

حامد: اس سے بڑی مشکل کیا ہوگی کہ ہمیشہ بنچ پر کھڑے رہے۔

احسن: ذرا وضاحت کیجیے۔

حامد: سکول پہنچے تو دیر سے۔ گھر کا کام نامکمل۔ اب بنچ پر کھڑے نہ رہیں تو کیا کریں۔

احسن: خوب! یہ مرض تو ہمیں بھی کبھی کبھی ہو جاتا ہے۔ اچھا آپ کی مشکل کا حل کیونکر ہوا۔

حامد: آج ماسٹر صاحب نے وقت کی پابندی پر ایک نہایت دلنشیں تقریر کی۔

احسن: تقریروں سے کیا ہوتا ہے؟ ایسی کئی تقریریں سنیں اور ٹس سے مس نہ ہوئے۔

حامد: تقریر کیا تھی۔ بھولا ہوا سبق تھا کہ از سر نو یاد آ گیا۔

احسن: بہت خوب! ہمیں بھی تو بتائیے۔

حامد: اچھا بتائیے! آج سورج کتنے بجے طلوع ہوا۔

احسن: کچھ اندازہ نہیں شاید چھ بجے نکلتا ہے۔

حامد: چھ ہی سہی۔ اگر چھ کی بجائے دس بجے سورج طلوع ہوتا تو کیا ہوتا؟

احسن: ہوتا کیا! چار گھنٹے رات اور لمبی ہو جاتی۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

حامد: یا یوں کہو کہ دن چار گھنٹے کم ہو جاتا۔

احسن: اس کے ساتھ یوں بھی کہو کہ دنیا کا سارا نظام بگڑ جاتا۔ رات دیر سے آتی چاند تارے دیر سے نکلتے بس قیامت ہی آ جاتی۔

احسن: تو اس سے کیا نتیجہ نکلا۔

حامد: نتیجہ یہ نکلا کہ سورج وقت کا پابند ہے۔

احسن: ہم لوگ سورج کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟

حامد: مقابلے کی بات نہیں۔ اس سے یہ نتیجہ تو اخذ کر سکتے ہیں۔ کہ وقت کی پابندی فطرت کا تقاضا ہے۔

احسن: یہ تو ٹھیک کہا آپ نے۔

حامد: اگر فطرت وقت کی پابند نہ ہو تو ہم کوئی نماز بھی وقت پر ادا نہ کر سکیں۔

احسن: اس سے بڑھ کر کون سی اچھی بات ہے، پر مشکل تو یہ ہے کہ وقت پر بیدار نہ ہو گے۔

حامد: اگر وقت پر نماز پڑھنے کا ارادہ کر لیا تو یقیناً ٹھیک وقت پر جاگیں گے۔

احسن: بے شک۔ اب مشکل حل ہو گئی۔ اگر ہم سب نماز کے پابند ہو جائیں تو خود بخود وقت کے پابند ہو جائیں گے بھائی حامد! آپ کا شکریہ واقعی آپ کے ماسٹر صاحب نے وقت کی پابندی کا بڑا کارگر نسخہ بتایا ہے۔

ایک گاہک اور درزی کے درمیان مکالمہ

گاہک: السلام علیکم۔

درزی: وعلیکم السلام۔

گاہک: مجھے ایک گرم سُوٹ سلوانا ہے۔ آپ سی دیں گے۔

درزی: بڑی خوشی سے۔

گاہک: یہ لیجیے کپڑا۔

درزی: کیا عمدہ کپڑا ہے۔ کیا نفیس رنگ ہے۔ کیسا دلکش ڈیزائن ہے میں آپ کی پسند کی داد دیتا ہوں۔

گاہک: سلائی کیا ہو گی؟

درزی: جو چاہیں آپ دے دیں۔ استر اور دوسرے لوازمات کا خرچ آپ کے ذمے ہو گا۔

گاہک: آپ یہ بتائیں کہ تیار شدہ سُوٹ کا کیا لیں گے؟

درزی: سب ملا کر ۱۷۵ روپے ہوں گے۔

گاہک: میں اتنی سلائی تو نہ دے سکوں گا۔

درزی: آپ ۱۷۰ روپے دے دیں۔

گاہک: بازار میں اکثر درزی ۱۶۵ روپے لیتے ہیں۔

درزی: اچھا آئیے میں آپ کا ناپ لے لوں مجھے ۱۶۵ منظور ہیں۔

گاہک: سوٹ کب تک تیار ہو جائے گا۔

درزی: اگلے پیر کو آپ آ جائیے۔ آپ کو سوٹ مل جائے گا۔

گاہک: بہت اچھا لیکن خیال رکھیے وعدے کی پابندی ضروری ہے۔

درزی: انشاء اللہ وعدے کی پابندی میرا پہلا اصول ہے۔

سینما بینی کے فوائد اور نقصانات

کوکب: وقار بھائی! آج جمعہ ہے۔ آدھی چھٹی ہے اور راج محل میں بالکل تازہ فلم لگی ہے۔ بس شاہکار ہے۔ بارہ سے تین بجے دوپہر تک۔

وقار: تو جمعے کی نماز نہیں پڑھیں گے آپ؟

کوکب: جمعہ پڑھتے ہی رہتے ہیں مگر ایسی فلمیں بار بار نہیں آتیں۔ گانے دلنواز، رقص لاجواب، کہانی بے مثال، مکالمے دلکش اور اداکاری باکمال۔

وقار: خدا کا خوف کرو جمعہ چھوڑ کر سینما کون جائے۔ نیکی برباد گناہ لازم اسے کہتے ہیں۔

کوکب: بھائی بہت مُردہ دل ہو تم۔ زندگی زندہ دل کا نام ہے۔ کبھی کبھی تفریح کر لیا کرو۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

وقار: تفریح کے لیے کھیل کا میدان موجود ہے۔ جمعہ کہ بعد ہماری ٹیم فٹ بال کھیلتے ہے۔ چلو آج وہاں تفریح ہوگی اور پھر لطف یہ کہ ٹکٹ وغیرہ کچھ نہیں مفت کی تفریح ہے۔

کوکب: جو فائدہ سینما سے حاصل ہوگا وہ میچ میں کہاں۔ سینما سے رُوح کو تازگی حاصل ہوتی ہے۔

وقار: ذرا دوسرے فائدے بھی تو گنوا دیجیے۔

کوکب: سب سے بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ دن بھر کی دماغی کوفت دور ہو جاتی ہے۔

وقار: تین گھنٹے بجلی کی روشنی میں ٹکٹکی باندھ کر ایک نقطے پر دیکھتے رہنے سے اگر دماغ کوفت دور ہو جاتی ہے تو آپ کو مبارک ہو۔ میں تو کہتا ہوں کہ دماغی کوفت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور نظر بھی کمزور ہو جاتی ہے۔

کوکب: دوسرا فائدہ یہ ہے کہ نئے نئے فیشن اور تمدن کے نئے نئے طریقے آنکھوں کے سامنے آتے رہتے ہیں۔

وقار: انہیں نئے نئے فیشنوں نے ہماری تہذیب کا ستیاناس کر دیا ہے نہ مردوں میں غیرت ہے اور نہ عورتوں میں حیاء۔

کوکب: ترقی یافتہ ملکوں کی نئی نئی دریافتیں فلم کے پردے میں ظاہر ہوتی ہیں ان سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

وقار: ٹھیک ہے۔ ایسی فلمیں ضرور دیکھنی چاہئیں لیکن انہیں دیکھ کر اپنی تہذیب کے بارے میں احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے۔

کوکب: بعض فلموں سے بڑے عمدہ اخلاقی سبق حاصل ہوتے ہیں۔

وقار: یقیناً! لیکن اخلاق کی ان گولیوں کو ناچ گانے کی کھانڈ میں کیوں لپیٹا جاتا ہے۔ لوگ ایسی فلموں سے اخلاقی سبق تو کم حاصل کرتے ہیں۔ البتہ ناچ گانے کی تعریف ضرور کرتے ہیں۔ کیا یہ اخلاقی سبق مسجد اور مدرسے سے نہیں مل سکتے؟

کوکب: سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ آدمی سوسائٹی میں بیٹھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

وقار: سبحان اللہ! گویا سینما کی ایجاد سے پہلے کوئی سوسائٹی نہیں تھی؟ اگر روپے کا نقصان کر کے، وقت کو ضائع کر کے مخرب اخلاق گانے سُن کر اور ناچ دیکھ کر آدمی سوسائٹی کے قابل ہوتا ہے تو ایسی سوسائٹی کو دُور سے سلام۔

کوکب: اچھا بھئی اب چھوڑو اس بحث کو۔ میں تمہارے ساتھ جمعہ پڑھنے کے لیے تیار ہوتا ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆

کسی بزرگ کے سالانہ عُرس کا آنکھوں دیکھا حال

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ پاک و ہند کے مشہور اولیائے کرام میں سے ہیں آپ کا اسم گرامی علی بن عثمانؒ ہے لیکن آپ ''داتا گنج بخش'' کے لقب سے مشہور ہیں آپ غزنی کے محلّہ ہجویر میں پیدا ہوئے۔ تبلیغ کے سلسلے میں لاہور تشریف لائے اور یہیں انتقال فرمایا۔ آپ کا روضہ مقدس بھاٹی دروازے کے باہر اسلامیہ ہائی سکول کے نزدیک ہے مزار مبارک پر سبز گنبد بنا ہؤا ہے اور چاروں طرف سنگِ مرمر کی جالیاں لگی ہیں۔ یہ مزار ایک وسیع اور پختہ دو منزلہ عمارت ہے جس کے چاروں طرف فقراء اور زائرین کے لیے دالان اور حجرے بنے ہوئے ہیں۔

آپ کا عرس بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے جس میں شرکت کرنے کے لیے پاکستان کے علاوہ عقیدت مند بھارت، افغانستان اور دوسرے ملکوں سے بھی آتے ہیں۔ زائرین کا وہ ہجوم ہوتا ہے کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہے۔ چار دیواری کے اندر تو تل دھرنے کو جگہ نہیں رہتی۔ عرس کا اہتمام کئی روز پہلے سے شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن زائرین زیادہ تر عرس کے دنوں ہی میں نذر عقیدت پیش کرنے کے لیے آتے ہیں اس سال ہمیں بھی یہ سعادت نصیب ہوئی۔ ہم نے دیکھا کہ مزار سے دُور ہٹ کر میونسپل کمیٹی کے باغات میں کئی خیمے لگے ہوئے تھے۔ ان میں کسی میں کوئی ناٹک کمپنی اپنے کھیل تماشے دکھا رہی تھی تو کسی میں ''چلتا پھرتا سینما'' تھا جس میں پرانی اور عامیانہ مذاق کی فلمیں دکھائی جا رہی تھیں۔ کسی میں زندہ ناچ گانا ہو رہا تھا اور کسی میں شعبدہ باز اپنے کرتب دکھا رہے تھے۔ لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچنے کے لیے ان خیموں کے باہر مسخرے

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

عجیب وغریب حرکتیں کر رہے تھے۔

سڑک کے دوسری طرف حلوائیوں کی دُکانیں تھیں۔ انہوں نے بڑی بڑی بھٹیاں بنا رکھی تھیں اور تیل کی مٹھائیاں بنا رہے تھے۔ عورتوں کے لیے ایک علیحدہ راستہ بنایا گیا تھا اور گاہ کے اندر بھی عورتوں اور مردوں کے لیے علیحدہ علیحدہ جگہیں مخصوص تھیں جہاں عورتیں ایسی آزادی سے بیٹھی ہوئی تھی، جیسے اپنے گھروں میں بیٹھی ہوں۔

ہم عشاء کی نماز کے بعد درگاہ میں پہنچے۔ بازار میں اس قدر بھیڑ اور دھکم دھکا تھا کہ الامان۔ دونوں طرف دکانیں خوب سجی ہوئی تھیں زائرین کھولنے اور کھانے پینے کی چیزیں خرید رہے تھے۔ فقیر بھی کافی تعداد میں آنے جانے والوں کو پریشان کر رہے تھے اندر پہنچے تو مسجد میں کچھ لوگ نماز ادا کر رہے تھے۔ لیکن زیادہ تو لوگ میلاد شریف میں شریک تھے۔ دُور دُور سے نعت خواں آئے ہوئے تھے اور ہدیہ عقیدت پیش کر رہے تھے۔ اکثر زائرین فاتحہ خوانی کے بعد آہنی صندوق میں جو اس غرض کے لیے وہاں رکھا ہوا تھا، کچھ نقدی بھی ڈالتے جاتے تھے۔ خواتین منتیں اور چڑھاوے چڑھا رہی تھیں۔ تبرک تقسیم کیا جا رہا تھا۔

میلاد کے بعد بھنڈارہ تقسیم کیا گیا۔ منتظم حضرات جھولیاں بھر بھر کر لاتے اور ہر ایک کو دو دو روٹیاں جن میں دال رکھی تھی، دیتے جاتے تھے۔ ان میں سے دو ایک بلند آواز سے لوگوں کو تلقین کرتے رہے کہ وہ بیٹھے رہیں اور بدنظمی نہ پھیلائیں۔ اس طرح تمام حضرات کو بھنڈارہ مل گیا۔

جب سے مزار مقدس کا انتظام محکمہ اوقاف نے سنبھالا ہے درگاہ اور اس کی ملحقہ عمارت کی حالت ہی بدل گئی ہے۔ ہر چیز نئے سرے سے بہتر طریقے پر تکمیل پذیر ہو رہی ہے اور درگاہ کی توسیع کا ایک جامع پروگرام مرتب کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک عالیشان دینی مدرسہ اور ہسپتال بھی درگاہ کی آمدنی سے کامیابی کے ساتھ خدمت خلق میں مصروف ہیں۔

حضرت داتا گنج بخشؒ صاحب مبلغ اسلام تھے۔ آپ زندگی بھر سچے دین کی تبلیغ کرتے رہے اور اس کفرستان میں اسلام کی روشنی پھیلائی۔ آپ کی زندگی ایک سچے مسلمان کی زندگی تھی۔

اپنے عبادت و ریاضت اور اخلاق حسنہ سے آپ نے بے شمار کافروں کو مسلمان کیا۔ مسلمانوں کے لیے بھی آپ کے اعمال حسنہ مشعل راہ تھے خدا کا شکر ہے کہ آپ کے عرس مبارک کے موقع پر فسق و فجور اور بے حیائی و بے غیرتی کے جو مناظر دیکھنے میں آتے تھے وہ اس دفعہ مفقود تھے اور عرس کے دوران تقدس و احترام کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا تھا۔ مشہور علمائے کرام اور واعظین اپنے مواعظ حسنہ سے زائرین کو مستفید فرماتے رہے۔

کسی آتش زدگی کا آنکھوں دیکھا حال

اتوار کی رات تھی میں اپنے کمرے میں محو خواب تھا کہ آدھی رات کے قریب "آگ۔ آگ" کی ملی جلی آوازیں مجھے سنائی دیں۔ میں ایک دم چونک پڑا اور اسی طرح شب خوابی کے لباس میں ملبوس اُس طرف دوڑا جدھر لوگ بھاگے جا رہے تھے۔

جائے حادثہ پر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ شہر کے ایک بہت بڑے امیر آدمی کے سہ منزلہ مکان کو آگ لگی ہوئی ہے۔ اس افسوسناک اور خطرناک حادثے کو دیکھنے کے لیے بیشمار لوگ اکٹھے ہو رہے تھے۔ ایک ہلچل مچی ہوئی تھی۔ مجھے معلوم ہوا کہ آگ سب سے نچلی چھت سے باورچی کی بے احتیاطی سے شروع ہوئی۔ جو باورچی خانے کی آگ بجھائے بغیر جا کر سو گیا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ آگ کی چند چنگاریاں ہوا سے اُڑ کر پاس پڑی ہوئی لکڑیوں کے ڈھیروں پر جا پڑیں، جس سے آگ بھڑک اُٹھی، اور ہوا کے جھونکوں سے شعلے تمام مکان میں پھیل گئے۔ کسی کے اطلاع دینے پر آگ بجھانے والا انجن آ چکا تھا۔ خوش قسمتی سے گھر والے اُوپر کی چھت پر سو رہے تھے، وہ آگ لگتے ہی کسی نہ کسی طرح مکان سے نکل آئے تھے، خاکی وردی اور چمکدار آہنی ٹوپیوں والا آگ بجھانے والا عملہ شعلوں کو بجھانے کی بہت کوشش کر رہا تھا۔ انہوں نے سیڑھیوں پر چڑھ کر پوری تندہی سے کام شروع کر دیا۔ کچھ رضاکار پانی کے برتن لیے دوڑے بھاگے پھرتے تھے۔ کچھ لوگ ریت کے تھیلے بھر بھر کر شعلوں پر پھینک رہے تھے اور کچھ جلتے ہوئے مکان سے سامان باہر نکالنے میں مصروف تھے۔ آگ کا منظر بہت رُوح فرسا تھا شعلے تمام مکان میں پھیل چکے تھے۔ چنگاریاں

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

سب طرف اُڑ رہی تھیں۔ دھوئیں کے بادل آسمان تک پہنچ رہے تھے۔ آگ نے مکان کی چھتوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ میں کافی فاصلے پر کھڑا تھا۔ لیکن پھر بھی مجھے فرنیچر کے جلنے کی تڑاخ تڑاخ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور خاص تپش محسوس ہو رہی تھی۔ فائر بریگیڈ کے عملے، پولیس اور اہل محلہ کی متحدہ کوششوں سے کوئی تین گھنٹے کے بعد آگ پر قابو پالیا گیا۔ اس اثنا میں کئی کمروں کی چھتیں دھڑام سے نیچے آگری تھیں صرف آگ سے جھلسی ہوئی دیواریں ٹوٹی پھوٹی حالت میں کھڑی تھیں۔ خوش قسمتی سے کوئی جانی نقصان نہ ہوا لیکن مالی نقصان کا اندازہ کوئی پچیس لاکھ روپے کیا گیا۔

ایک جُلوس کا آنکھوں دیکھا حال

(جلوس عید میلاد النبیؐ)

ہر سال ۱۲ ربیع الاوّل کو مسلمانانِ عالم فخر موجودات سرکارِ دو عالم رحمۃ للعلمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یوم ولادت مناتے ہیں۔ اس دن حضور علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔ آپ کی تشریف آوری سے دنیا کی ظلمتیں مٹ گئیں۔ اندھیرا تھا اجالا ہوا۔ وحشت و بربریت کی جگہ رحم و ہمدردی کا دور دورہ ہوا۔ عرب کے بت پرست تہذیب، تمدن، شائستگی اور اسلام کے نور سے منور ہو گئے اور توحید کے مبلغ بن گئے۔ مسلمانانِ عالم ہر سال اس مقدس دن کو بڑے تزک و احتشام سے مناتے ہیں۔ جگہ جگہ میلاد کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ حضور علیہ السلام کے سوانح پاک بیان کیے جاتے ہیں لاہور میں ایک عظیم الشان جلوس نکلتا ہے۔ جو اپنی مثال آپ ہوتا ہے۔ پاکستان بھر میں اس شان کا کوئی دوسرا جلوس نہیں نکلتا۔ ہفتوں بلکہ مہینوں پہلے جلوس کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ ہر محلے کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ گھروں اور محلوں کی تزئین و آرائش میں ایک دوسرے پر سبقت لے جائے چنانچہ سجاوٹ کے نئے نئے طریقے وضع کیے جاتے ہیں۔ جس میں بڑا حصہ مختلف انداز میں برقی روشنی کا ہوتا ہے۔

یہ جلوس بعد از دوپہر بیرون گنج دروازہ سے نکلتا ہے۔ اور رات ۲ بجے کے قریب مزار

حضرت عبدالرحمٰن بابا پر ختم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ منتظمین جلوس ہفتوں پہلے اشتہارات، اخبارات اور مختلف مقامات جلسے منعقد کر کے جلوس میں حصہ لینے والوں کو یہ تلقین کرتے رہتے ہیں کہ جلوس میں کوئی خلافِ شرع حرکت نہ کی جائے۔ اس کے باوجود جلوس میں ایسی کئی ٹولیاں شامل ہو جاتی ہیں جو ناچ رنگ کو ہی عبادت سمجھتی ہیں۔

جلوس میں سب سے پہلے کچھ اونٹ اور کافی گھوڑے ہوتے ہیں جن پر نو جوان زیادہ تر عربی لباس میں سوار ہوتے ہیں۔ اُن کے بعد چاق و چوبند قومی رضا کار فوجی تنظیم کے ساتھ چل رہے ہوتے ہیں پھر خاکسار اپنی مخصوص یونیفارم میں بیلچے کندھوں پر رکھے مارچ کر رہے ہوتے ہیں ان کے پیچھے ثنا خوانوں کی مختلف ٹولیاں ٹرکوں، گڈوں، بسوں پر اور پیدل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں عقیدت کا منظوم نذرانہ پیش کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں لوگوں کا وہ جم غفیر ہوتا ہے کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہے درود و صلوٰۃ اور کلمے کا ورد کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں جلوس کے راستے کی رونق بھی قابل دید ہوتی ہے چھتیں، کوٹھے، کھڑکیاں اور بازار سب انسانوں سے بھرے ہوتے ہیں لوگ زرق برق لباس پہنے جلوس کی رونق کو بڑھاتے ہیں دوسری عیدوں کی طرح اس عید کی تقریب پر بھی حلوائی اپنی اپنی دکانوں کو اس خوب صورتی اور ایسے ذوق و شوق سے سجاتے ہیں کہ دو کانیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

جلوس میں اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ چیونٹی کی طرح رینگتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور کوئی دو میل کا راستہ دس بارہ گھنٹوں میں طے ہوتا ہے ہر بڑے چوک میں دودھ اور شربت کی سبیل کا انتظام ہوتا ہے اکثر جگہوں پر مٹھائی، پھل، نان اور حلوہ سے شاملین جلوس اور خاص کر نعت خواں حضرات کی تواضع کی جاتی ہے اور اُن پر ڈھول نچھاور کیے جاتے ہیں میں نے یہ جلوس کبھی نہ دیکھا تھا اور اگر میں لاہور نہ آتا اور اپنی آنکھوں سے یہ ایمان پرور مناظر نہ دیکھتا تو میں یہ خیال بھی نہیں کر سکتا تھا کہ پشاور کے باشندے محسن انسانیت ہادی برحق غلاموں کے مولے غریبوں کے والی نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں عقیدت و احترام کا اس قدر عظیم اور پُر خلوص ہدیہ پیش کرتے ہیں

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

میں یہ جلوس دیکھ کر جذبات کی رو میں بہ گیا اور دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے ہمیں اپنے پاک دین پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

ہم اُس رسول پاک ﷺ کی تقلید کریں ہمیں پھر سے کھوئی ہوئی عظمت نصیب ہو پاکستان ترقی کرے اور اسلام کا بول بالا ہو آمیں ثم آمین۔

ایک جلسے کا آنکھوں دیکھا حال

ہمارے سکول کی شاندار روایات میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ہر سال فروری کے آخر میں جلسہ تقسیم انعامات کی تقریب شان و شوکت سے منائی جاتی ہے۔ یہ جلسہ یوم والدین بھی ہے۔ اور اس کے ذریعے سکول کے دیرینہ طالب علموں کو اپنی مادر علمی کی زیارت کا زرین موقع مہیا کیا جاتا ہے۔

اس سال یہ جلسہ ۲۵ رفروری کو ہوا۔ کئی روز پہلے سے اس کی تیاریاں زور شور سے شروع ہو رہی تھیں۔ ڈرل، پیٹی، ورزش کرتبوں، ڈرامے اور تقریروں کی مشق بڑی سرگرمی سے کروائی جارہی تھی۔ اساتذہ اور طلباء جلسے کو کامیاب بنانے کے لیے بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لے رہے تھے۔ جلسے دو دن قبل کھیل کے میدان کی صفائی اور گھاس کی تراش خراش شروع ہوگئی۔ سکول کے کمروں کی صفائی اور تزئین و آرائش پر خاص توجہ دی گئی۔ طلباء نے اپنی مدد آپ کے اصول پر باہمی تعاون سے عمارت کو آئینہ بنا دیا۔ فرشوں پر سُرخ بجری بچھائی گئی اور چونے سے اُجلی لکیریں لگائی گئیں میدان کے مشرقی کنارے پر شامیانوں کے نیچے مہمانوں کے لیے کرسیاں اور پلیٹ فارم کے سامنے طلباء کے واسطے دریاں بچھائی گئیں۔ میدان میں داخل ہونے کے لیے کیلے کے پودوں سے دروازہ بنایا گیا۔ دروازے کو دیدہ زیب قطعوں سے آراستہ کیا گیا جھنڈیوں کی شان قابل دید تھی۔

جلسے کا آغاز تین بجے ہونا تھا لیکن مہمان دو بجے سے آنا شروع ہو گئے۔ مہمان خصوصی کی آمد سے پہلے پہلے شامیانوں تلے آتنا ہجوم ہو گیا تھا کہ تل دھرنے کو جگہ باقی نہ رہی تھی مہمان خصوصی صوبائی وزیر تعلیم تھے، جو درد دل رکھنے والے مسلمان اور قوم کے سچے ہمدرد ہیں۔ لوگ چشم براہ تھے اور انتظار کی گھڑیاں طول کھینچ رہی تھیں کہ یکا یک لاؤڈ سپیکر پر اعلان ہوا کہ مہمان خصوصی

تشریف لے آئے ہیں اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی معیت میں جلسہ گاہ میں رونق افروز ہونے والے ہیں۔ دروازے پر سکول کے بینڈ نے بڑی میٹھی دھن میں اُن کا استقبال کیا۔ سکاؤٹوں نے ایک چاق و چوبند دستے نے انہیں سلامی دی۔ لوگوں نے اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے ہو کر انہیں خوش آمدید کہا۔ پورے تین بجے صاحب صدر کرسی صدارت پر رونق افروز ہوئے تو شامیانہ نعروں اور تالیوں سے گونج اُٹھا۔

سب سے پہلے انہیں سکول کے طلباء نے پی۔ ٹی شو دکھایا۔ سفید نیکروں اور سفید قمیضوں میں ملبوس طلباء نے بینڈ کی دھنوں پر پی۔ ٹی دکھائی نغمے کی تال پر حرکت کرتے ہوئے بازو اور جسم یک جہتی اتحاد عمل اور تعمیل حکم کا ایک روح افزا منظر پیش کر رہے تھے۔ بعد ازاں چند طلبا نے جسمانی کرتبوں کا مظاہرہ کیا۔ کچھ طلباء نے جلتے ہوئے حلقے میں سے کود کر تماشائیوں سے خوب داد حاصل کی۔ سکاؤٹ ٹروپ نے سول ڈیفنس اور زخمیوں کی پہلی امداد کا ایک منظر اتنی خوب صورتی سے پیش کیا کہ نقل پر اصل کا گمان ہوتا تھا۔ حاضرین نے تالیاں بجا کر اس کی تعریف کی۔

جلسے کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ قاری صاحب کی آواز میں جادو کا اثر تھا کہ دل قرآن حکیم کی عظمت اور رعب سے تھرتھرا گئے۔ دسویں جماعت کے دو طالبعلموں نے رسالت مآب کی شان میں ایک نعت ترنم سے نائی۔ حاضرین دم بخود ہو کر بیٹھے رہے۔ چھٹی جماعت کے طالب علموں نے ایک ننھا سا ڈرامہ پیش کیا۔ اس میں بھائی کی عظمت کا سبق تھا۔ ڈرامہ بڑا پسند کیا گیا۔ صاحب صدر بچوں کے شستہ مکالموں اور کئی ہوئی حرکات سے بہت خوش ہوئے۔ بعد ازاں اس سکول کے چند طلباء نے فینسی ڈریس کا ایک شو دکھایا۔ اس میں پاکستان کے مختلف علاقوں میں پہنے جانے والے مردانہ لباسوں کا قابل ذکر مظاہرہ تھا۔

اب ہیڈ ماسٹر صاحب نے سکول کی سالانہ کارگزاریوں کی رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ اس کی مطبوعہ نقلیں پہلے ہی سے حاضرین میں تقسیم کر دی گئی تھیں۔ ان میں سکول کے شاندار نتائج اور دوسری سرگرمیوں کا ذکر تھا۔ اس کے علاوہ سکول کی عمارت، لائبریری اور تجربہ گاہ کی اصلاح سے متعلق کچھ گذارشات تھیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنے رفیقان کار کی انتھک محنت اور تعاون کا ذکر بڑے شاندار الفاظ میں کیا۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

آخر میں صاحب صدر ایک ایک طالب علم سے ہاتھ ملاتے رہے اور انہیں مزید کامیابیوں اور کامرانیوں پر ابھارتے رہے۔ تقسیمِ انعامات کے بعد انہوں نے چند جملوں میں جلسے کی کارروائی اور ہمہ جہتی ترقی پر اظہارِ خوشنودی کا اظہار کیا اور سکول کے اساتذہ اور طلبا کو اس نمایاں کارکردگی پر مبارک باد دی۔ انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ صوبے کے دیگر سکول بھی اسی نمونے پر ترقی و کامیابی کے زینے طے کریں۔

تقریباً پانچ بجے جلسے کی کارروائی ختم ہوئی۔ مہمانوں کی چائے اور مٹھائی سے تواضع کی گئی۔ حاضرین سکول کی مساعی اور خدمات کو سراہتے ہوئے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

ایک ریلوے سٹیشن کا آنکھوں دیکھا حال

میں اپنے عزیز دوست حامد کو الوداع کہنے کے لیے لاہور ریلوے سٹیشن پر پہنچا۔ لاہور کا ریلوے سٹیشن بہت بڑا سٹیشن ہے۔ نہایت شاندار بلڈنگ ہے۔ باہر نہایت فراخ میدان ہے جس میں موٹریں، لاریاں، تانگے وغیرہ ٹھہرتے ہیں۔ برآمدے کے قریب مسافروں کی گاڑیاں آتی ہیں اور مسافروں کو اتار کر واپس چلی جاتی ہیں۔

لاہور ریلوے سٹیشن کے تین حصے سمجھنے چاہئیں۔ پشاور کی طرف جانے والی گاڑیوں کا بکنگ آفس الگ ہے اور کراچی کی طرف جانے والی ٹرینوں کا بکنگ آفس علیحدہ ہے ان کے درمیان درجہ اول، درجہ دوم اور درمیانے درجے کا بکنگ آفس ہے جہیں دفتر استفسارات (انکوائری آفس) ہے جہاں سے ریلوے کے متعلق ہر بات دریافت کی جا سکتی ہے۔ اسی جگہ پلیٹ فارم ٹکٹ بھی ملتے ہیں۔

ٹکٹ لے کر سیڑھیاں چڑھتے ہیں اور پلیٹ فارم پر جا اترتے ہیں۔ ٹرین تیار کھڑی ہوتی ہے یا آنے والی ہوتی ہے۔ مسافر اس میں سوار ہو جاتے ہیں اور گاڑی منزلِ مقصود کو چل دیتی ہے۔

یہ ریلوے سٹیشن جنکشن ہے اس لیے یہاں سے بہت سی ریلوے لائنیں نکلتی ہیں جو ایک طرف پشاور کو اور دوسری طرف کراچی کو جاتی ہیں۔ یہیں سے کئی ریلوے لائن سابق پنجاب کے

مختلف شہروں کو جاتی ہیں۔ سٹیشن پر بہت سے ٹی سٹال، بک سٹال اور دیگر دکانیں ہیں جہاں سے ہر قسم کی ضروری اشیا مل جاتی ہیں۔ خوانچے والے الگ کھڑے ہوتے ہیں اور قلی الگ موجود۔ پلیٹ فارم پر سٹیشن ماسٹر کے کمرے، تار گھر اور دوسرے محکموں کے دفاتر ہیں۔ جو مال باہر سے آتا ہے اُسے تقسیم کرنے کے لیے دفتر الگ ہے اور جو مال شہر سے باہر جاتا ہے اُسے روانہ کرنے کا الگ۔ سینکڑوں، افسر اور کلرک اپنی اپنی وردی پہنے اِدھر اُدھر آتے جاتے ہیں۔

پلیٹ فارم پر لوہے کے مستونوں پر جستی چادروں کی چھت پڑی ہوئی ہے۔ جو بہت اونچی ہے۔ اس لیے گرمیوں میں اس کی گرمی زیادہ محسوس نہیں ہوتی۔ چھت میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بجلی کے پنکھے لگے ہوئے ہیں۔ پینے کے پانی کا بھی یہاں معقول انتظام ہیں۔

اے لو! وہ سگنل گرا۔ اب کراچی میل آ رہا ہے۔ وہ دیکھو ایک کالی کلوٹی چیونٹی دکھائی دی۔ ابھی بات ختم بھی نہیں کی تھی کہ ٹرین بھپ بھپ کرتی ہوئی سگنل سے گزرنے لگی پلیٹ فارم پر آ کھڑی ہوئی۔ اب یہاں کچھ دیر آرام کرے گی پانی وانی پئے گی۔ انجن کوئلے سے پیٹ بھرے گا اور گاڑی اپنی منزل کو چل دے گی۔

پلیٹ فارم پر قطار میں کھڑے ہوئے قلی ڈبوں کی طرف لپکے اور "قلی چاہیے" "قلی چاہیے" کی آوازیں بلند ہوئیں۔ مسافر بھی ڈبوں کی طرف دوڑے۔ بھیڑ بھاڑ بڑے زور کی ہے۔ قلی مسافروں کا سامان اُتار کر باہر رکھتے ہیں۔ مزدوری کا فیصلہ ہوا تو اٹھا کر باہر لے جاتے ہیں۔ خوانچے والے اپنی اپنی چیزوں کی صدائیں لگاتے ہیں۔ اخبار اور رسالے والے بغل میں رسالوں کا پلندہ اٹھائے اخبار و رسائل بیچتے پھرتے ہیں۔

ریلوے سٹاف گاڑی کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔ خلاصیوں کا ایک گروہ آتا ہے اور گاڑی کے ڈبوں میں پانی بھرتا ہے۔ دوسرا آ کر اُس کے کل پُرزوں کی جانچ پڑتال کرتا ہے۔ انجن ریلوے شیڈ میں چلا گیا۔ وہاں اُس کی صفائی ہوگی۔ اس کی جگہ دوسرا انجن لگایا جائے گا اور وہ ٹرین کو لے کر روانہ ہو جائے گا۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

ایک حادثے کا آنکھوں دیکھا حال

گرمی کا موسم تھا اور عصر کا وقت، ہم چند دوست نہر کی سیر کے لیے چل پڑے کچھ دیر تو ہم پیدل چلے لیکن دھوپ کی شدت اور تارکول کی تپتی ہوئی سڑک جب ہوا اس پر اثر انداز ہونے لگی تو حوصلہ ہار بیٹھے۔ آخر کار فیصلہ ہوا کہ تانگے یا بس پر سوار ہو جائیں چنانچہ ایک درخت کے نیچے سواری کے انتظار میں ٹھہر گئے۔

سورج اب ہمارے سر پر آ گیا تھا۔ اُس کی چمک اور تپش میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ پیاس کے مارے حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے۔ سر سے پاؤں تک پسینہ بہہ رہا تھا۔ مارے خدا خدا کر کے دُور سے ایک بس آتی ہوئی دکھائی دی ہم نے اُسے ٹھہرنے کے لیے دُور ہی سے ہاتھ کا اشارہ دیا۔ بس کی رفتار کچھ آہستہ ہوگئی اور ہم اُس پر سوار ہونے کی تیاری کرنے لگے بس ابھی پورے طور پر رکنے نہ پائی تھی اور ابھی رفتار خاصی تھی کہ ایک نوجوان نے یہ حماقت کی کہ چلتی بس سے اُتر پڑا۔ مزید یہ غلطی کی کہ اترتے وقت اس نے اپنا منہ اُس طرف کیا جس طرف سے یہ بس آ رہی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک جھٹکے کے ساتھ منہ کے بل زمین پر آ رہا اور چار پانچ گز سڑک کے ساتھ لڑھکتا چلا گیا۔ بس میں ایک ہلچل مچ گئی مسافروں نے شور سے بس کو سر پر اُٹھا لیا۔ لینا، پکڑنا، گر گیا، مر گیا، غرض جتنے منہ اتنی باتیں ڈرائیور نے نہایت پھرتی سے بس روک لی۔ لوگ جلدی سے اُترے اور نوجوان کی طرف لپکے۔ ہم بھی دوڑ کر پہنچے۔ نوجوان بے چارہ بے ہوش پڑا تھا۔ ماتھے سے خون بہہ رہا تھا۔ کہنیاں زخمی تھیں سامنے کے دانت ٹوٹ گئے تھے۔ ایک گھٹنے پر بھی سخت چوٹ آئی تھی۔ تمام بدن پر خراشیں آئی ہوئی تھیں۔ ایک باہمت شخص بھاگم بھاگ گیا اور قریب کے ایک گھر سے پانی لے آیا۔ کچھ منہ میں لٹکایا اور کچھ چہرے پر چھینٹے دیے۔ تھوڑی دیر بعد نوجوان کو ہوش آیا۔ اتنے میں چوک میں ڈیوٹی پر کھڑا سپاہی بھی آ پہنچا۔ اُس نے بھیڑ ہٹائی۔ ایک تانگہ بلایا اور زخمی نوجوان کو اُس میں ڈال ہسپتال لے گیا۔ بس کے ڈرائیور کو بھی سپاہی نے اپنے ساتھ لے لیا اور بس وہیں رُک گئی۔ بس کی سواریاں بھی دوسرے تانگوں میں ہسپتال کی طرف چل پڑیں۔

کوئی آدھ گھنٹے کے بعد ڈرائیور اپنا بیان دے کر واپس آ گیا۔ اُس سے معمولی پوچھ گچھ کے بعد اسے اپنی ڈیوٹی پر جانے کی اجازت مل گئی۔ کیونکہ اس حادثے میں اُس کا رتی بھر قصور نہ تھا حادثے کی ایک اور صرف ایک ہی وجہ تھی۔ نوجوان کی جلد بازی اور حماقت۔ ڈرائیور نے بس پھر سٹارٹ کی ہم بھی اس میں سوار ہو گئے۔ بس میں بیٹھے مسافر بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے تھے اور ماہرانہ انداز سے حادثے پر تبصرہ کر رہے تھے۔ کوئی ڈرائیور کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتا تھا اور کوئی اسے بس کنڈیکٹر کی لاپرواہی۔ لیکن سلجھے ہوئے لوگ اس نوجوان کی جلد بازی کا نتیجہ بتاتے تھے۔ کچھ سمجھ دار لوگ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ اگر بدقسمت نوجوان اترتے وقت منہ ڈرائیور کی طرف رکھتا تو اُسے اس قدر شدید چوٹیں نہ آتیں۔

☆☆☆☆☆

آپ بیتی لکھنا

اپنے قلم سے لکھی گئی اپنی زندگی کی داستان کو آپ بیتی کہتے ہیں۔ اس کو انگریزی میں (Autobiography) کہتے ہیں۔ اُردو میں اسے خودنوشت بھی کہتے ہیں۔ اس میں داخلی کیفیات، دلی احساسات شخصی و عملی تجربات و مشاہدات اور زندگی کے جذباتی پہلوؤں کو بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ داخلی کیفیات کے علاوہ سیاسی، معاشی اور معاشرتی عوامل بھی قلم بند کیے جاتے ہیں۔

آپ بیتی کی جو نوعیت یہاں زیرِ بحث ہے اس کی نصابی آپ بیتی کہتے ہیں۔ آپ بیتی کی اس قسم میں اکثر و بیشتر حیوانات، نباتات اور جمادات جو کہ غیر ناطق ہیں ناطق بنا کر ان کی آپ بیتی لکھی جاتی ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ طلبہ و طالبات کی قوتِ تخیل میں وسعت پیدا ہو اور اپنے تخیل کی مدد سے وہ جہاں پہنچے اس کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کے فن پر عبور حاصل کر سکیں۔

آپ بیتی لکھنے کا طریقہ:

آپ بیتی لکھنے کے لیے درج ذیل ہدایات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

☆ آپ بیتی ہمیشہ صیغۂ واحد متکلم میں لکھی جاتی ہے۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

☆ جس چیز کی آپ بیتی لکھنا ہو خود کو اسی سانچے میں ڈھال کر آپ بیتی لکھنا چاہیے۔

☆ آپ بیتی نہ تو طویل ہو کہ داستان کی شکل اختیار کر جائے اور نہ اتنی مختصر کہ اس کا سارا لطف غارت ہو جائے۔

☆ آپ بیتی چونکہ تخیل کے زور سے لکھی جاتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ ابتدا سے قبل ذہن میں اس کے آغاز سے لے کر انجام تک کا ایک خاکہ بنایا جائے۔

☆ آپ بیتی کی زبان سادہ، سلیس اور روزمرہ کے مطابق ہو۔

☆ اگر برمحل اشعار کا استعمال ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

☆ آپ بیتی کے لیے ذخیرۂ الفاظ اور وسیع مطالعہ کا ہونا ضروری ہے۔

☆ کسی حیوان یا بے جان چیز کی آپ بیتی لکھنا ہو تو ضروری ہے کہ اسے جذبات و محسوسات دیں اور اس انداز سے لکھیں گویا وہی چیز یا حیوان بول رہا ہو۔

☆ آپ بیتی لکھنے کے لیے مسلسل مشق بہم کی ضرورت ہے۔

نوٹ: جو آپ بیتیاں نمونے کے طور پر دی گئی ہیں وہ صرف آپ کی رہنمائی کے لیے ہیں رٹنے یا پرچے میں لکھنے کے لیے نہیں۔ اس طرز کو بطورِ نمونہ لے کر اپنی طرف سے لکھنے کی کوشش کریں۔

گلاب کے پھول کی آپ بیتی

دنیا کا وہ کون سا ادب ہے جس میں میرے رنگ و بو کے قصائد نہیں ہیں۔ میں حسین بھی ہوں اور جمیل بھی۔ مجھے پھولوں کی ملکہ بھی کہا جاتا ہے اور چمن کا بے تاج بادشاہ بھی۔ میں نے شاعروں کے تخیل کو پرواز، ادیبوں کے قلم کو رعنائی، فلسفہ دانوں کی سوچ کو رفعت اور اہل دل کو خد اشناسی کا شعور بخشا اور انہیں میری ہر پتی معرفت کا ایک حسین ورق نظر آئی۔

غور سے جس شے کو دیکھا تو نظر آیا مجھے
تو ہر اک گل میں برنگ بو نظر آیا مجھے

اگر میں نہ ہوتا تو کائنات کی رعنائیاں ویران، قلم کا ذوق افسردہ اور بلبل کے ترانے پریشان

ہو جاتے۔ میں حسن و رعنائی کی ایک علامت ہوں۔ کون جانتا ہے میری داستان کس قدر دلگداز ہے۔ میں نے اس عالم میں صبح و شام کی بہت سی گردشیں دیکھیں موسم کے بدلتے ہوئے مزاج کی تلخیوں کو محسوس کیا اور میں ہوا کے بے رحم جھونکوں کے چھیڑ چھاڑ سے متاثر ہوتا رہا۔ اس کلی کو کھلنے اور پھول بننے کے لیے کتنے ہی جاں گداز مرحلوں سے گزرنا پڑا۔

شفق لہو میں نہائی سحر اُداس ہوئی
کلی نے جان گنوا دی شگفتگی کے لیے

اب میں ایک ہنستا مسکراتا گلاب کا پھول تھا۔ مالی مجھے دیکھ کر باغ باغ ہو رہا تھا۔ بلبلیں میرے حسن کو دیکھ کر گیت گا رہی تھیں بھنورے میرا طواف کر رہے تھے۔ مگر کسے معلوم تھا کہ یہ عیش چند روزہ اور میری زندگی کتنی ناپائیدار ہے۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ میں مسکرا رہا ہوں۔ مگر انہیں کیا پتا کہ میری اس مسکراہٹ میں درد و غم کے کتنے طوفان چھپے ہوئے ہیں۔ گو میں سورج کی شعاعوں سے لطف لیتا تھا۔ شبنم ہر صبح غسل دیتی تھی۔ مگر مجھے ہر لحظہ کھٹکا لگا رہتا تھا۔ کسی ان ہونی حادثے کا کیونکہ مسکراہٹ کس کو گوارا ہے اور وہ کون سی مسرت ہے جس کی تہہ میں غم نہیں وہ کونسی بہار ہے جس سے خزاں وابستہ نہیں۔ خوش اور غم ملے جلے عالم میں زندگی گزار رہی تھی کہ ایک دن ایک افسردہ سا شخص باغ میں آیا اور اس نے پھولوں کو نوچنا شروع کر دیا۔ میں بھی اس کے ہاتھ آ گیا اور بڑی بے دردی سے نوچ کر مجھے بھی کئی دوسرے پھولوں کے ساتھ ایک تھیلے میں الٹ دیا۔ میرا شباب پژمردگی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا اور موت کی پیلاہٹ ہولے ہولے میرے رگ و پے میں سما رہی تھی۔ کافی دیر کے بعد اس نے تھیلے کو بغل سے نکالا اور مجھے کئی دوسرے پھولوں سمیت ایک قبر پر اُلٹ دیا۔ تقدیر کی شوخی دیکھیے کہ کہاں بہار کا حسن، چمن کی شادابی، ہواؤں کا خرام، بلبلوں کے ترانے اور کہاں قبرستان کا تنہا اور افسردہ گوشہ۔ میری اس آپ بیتی میں عبرت بھی ہے اور نصیحت بھی۔ مسرت بھی ہے اور درد بھی، شگفتگی بھی ہے اور اداسی بھی۔ میں بھی پھول ہوں جس کا رنگ دلکش تھا۔ میں کسی عاشق کی جانب سے اس کے محبوب کے لیے تحفہ بھی ہو سکتا تھا۔ کسی

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

گلدستے کی خوبصورتی کا باعث بھی بن سکتا تھا۔ کسی دوشیزہ کے بالوں کو حسن بھی عطا کر سکتا تھا اور کسی دولہا کے سہرے کا شباب بھی بن سکتا تھا۔ لیکن میری تقدیر میں اس گمنام قبر پر کچھ لمحوں کے لیے مسکرانا لکھا تھا۔

ہر پھول کی قسمت میں کہاں نازِ عروساں
کچھ پھول تو کھلتے ہیں مزاروں کے لیے بھی

ایک پھٹے پرانے کوٹ کی آپ بیتی

میں ایک پرانا کوٹ ہوں۔ دراصل میرا تعلق ایک بھیڑ کی اون سے ہے۔ میری موجودہ بوسیدگی ایک دردناک پس منظر کی حامل ہے۔ مجھے آج بھی اس درزی کا چہرہ یاد ہے جس نے مجھے حسین و جمیل شکل عطا کی تھی۔ سب سے پہلے ایک بھیڑ سے اون لی گئی اور اس اون کو کارخانے بھیجا گیا۔ اسے دھاگے کی شکل دی گئی اور پھر دھاگے سے کپڑا بنایا گیا۔ اس دوران میں مجھے تکلیف دہ مراحل سے گزرنا پڑا۔ آخر کار درزی کے ہاتھ آ کر میں ایک دیدہ زیب کوٹ کا روپ دھار گیا۔ درزی نے مجھے شوکیس میں لٹکا دیا۔ ہر آنے جانے والا مجھے پر نظر ڈالتا۔ ایک دن ایک نوجوان آیا اور مجھے پسند کر کے لے گیا۔ کچھ عرصہ بعد نوجوان نے دھلائی کے لیے مجھے ایک دھوبی کے حوالے کیا۔ دھوبی بے رحم تھا اس نے مجھے گرم پانی میں ڈالا۔ بعد میں مجھے استری کیا۔ بار ہا مجھے ان منزلوں سے گزرنا پڑا۔ اور میں بڑے صبر کے ساتھ یہ تکالیف برداشت کرتا رہا اور اپنے مالک کا ہر حال میں رفیق رہا۔ چند سال کے بعد میں پرانا ہونا شروع ہو گیا۔ میرا رنگ دھندلا گیا اور حسن ماند پڑ گیا۔ میرا مالک مجھ سے کھچا کھچا رہنے لگا۔ اس کے دل میں پہلی سی محبت نہ رہی۔ یہ میرے لیے ایک اشارہ تھا کہ اب مسرت کا دور بیت گیا ہے۔ پھر وہ لمحہ بھی آ گیا جس کا خدشہ تھا میرے مالک نے ایک نیا کوٹ خرید لیا اور مجھے ایک پرانے صندوق میں بند کر دیا جس میں میری طرح اور بہت سے فالتو کپڑے پڑے تھے۔ ایک دن مالک نے مجھے ایک پھیری والے کو دے دیا اور میرے بدلے چند چینی کے برتن لے لیے۔ میں اس کے ساتھ تمام دن مختلف گلیوں اور محلوں میں گھومتا رہا۔ شام کو وہ شخص مجھے ایک دکان پر لے گیا جہاں اور بھی بہت سے پرانے کپڑے تھے۔ اس نے

مجھے وہاں فروخت کر دیا اور اب میں زندگی کے باقی ماندہ لمحات اسی دکان میں گزار رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ اس دنیا میں خلوص و وفا کا یہ صلہ دیا جاتا ہے۔

ایک پھٹے پرانے جوتے کی آپ بیتی

اس وقت میری حالت خراب ہے۔ شکل بگڑی ہوئی ہے۔ لیکن میرا یہ برا حال ایک شاندار ماضی کا غماز ہے۔ کچھ عرصہ پہلے میں ایک خوبصورت گائے کی کھال کا ایک حصہ تھا اور گائے حسین و جمیل مرغزاروں میں چرا کرتی تھی۔ جب یہ گائے بوڑھی ہو گئی۔ اس کی خوبصورت کھال ہڈیوں سے چمٹ گئی اور ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ بن کر رہ گیا۔ مالک نے اسے ایک قصاب کے ہاتھ بیچ دیا جس نے اسے ذبح کیا اور کھال کھال الگ کی۔ بعد میں مجھے نمک لگا کر خشک کیا گیا اور مجھے ایک ٹیزی کے مالک نے خرید لیا جہاں مختلف مسالوں سے مجھے خشک اور صاف کیا گیا اس طرح میں چمڑے کی شکل اختیار کر گیا۔

بعد ازاں مجھے ایک گودام میں بند کر دیا گیا۔ ایک دن ایک بوٹ بنانے والے نے مجھے خریدا اور اپنی فیکٹری لے گیا۔ وہاں مجھے بے شمار ٹکڑوں کی شکل میں کاٹا گیا اور کئی مشینوں سے گزارا۔ یہاں تک کہ میں ایک چمکدار اور دیدہ زیب بوٹ کی شکل اختیار کر گیا۔ پھر ایک جوتے بنانے والے نے مجھے خریدا اور دکان میں سجا دیا۔ کچھ دنوں بعد ایک آدمی آیا، پیسے ادا کیے اور مجھے لے گیا۔ وہ ایک امیر آدمی تھا، مجھے پہن کر فرش اور قالینوں پر پھرتا تھا اس کے نوکر ہر روز مجھے پالش کرتے تھے۔ ہمارے مالک کے پاس جوتوں کے اور بھی کئی جوڑے تھے اس لیے ہمیں کبھی کبھی پہنتا تھا۔ ہمیں یہاں کافی آرام میسر تھا۔ لیکن یہ سکون چند روز تھا۔ مالک نے ہمیں ایک نوکر کے حوالے کر دیا۔ وہ ہمیں تمام دن پہنتا تھا اور ہر وقت کام کرتا رہتا۔ کبھی بازار جاتا، کبھی ریلوے سٹیشن پر اور کبھی ہوٹلوں میں۔ مسلسل استعمال نے ہمیں ہلا کر رکھ دیا۔ ہمارا رنگ و روغن اڑ گیا۔ ہم جگہ جگہ سے پھٹ گئے۔ ہمارے سینے پر بے شمار زخم اور داغ نمایاں ہو گئے۔ ایک دن ہم گھر کے برآمدے میں پڑے تھے کہ ایک کتا میرے ساتھی کو اٹھا کر لے گیا۔ اور میں اکیلا رہ گیا۔ نوکر نے مجھے اٹھا کر

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

پھینک دیا اب میں سڑک کے کنارے پڑا اپنے ماضی کی حسین یادوں سے اپنے سینے کے زخموں کو سہلانے کی کوشش کرر ہا ہوں۔

ع زندگی نام ہے مر مر کے جیے جانے کا

ایک گھوڑے کی آپ بیتی

آج بھی میں اپنی جوانی کے دن یاد کرتا ہوں تو کسی شاعر کا یہ شعر بے ساختہ میرے ہونٹوں پر مچل اٹھتا ہے۔

یادِ ماضی عذاب ہے یارب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

اب میں کمزور ہو چکا ہوں۔ میں اس زمانے کو یاد کرتا ہوں جب میں محض ایک بچھڑا تھا۔ وہ زمانہ میری زندگی کا سنہرا دور تھا۔ میری ماں ایک خوبصورت اور توانا گھوڑی تھی مجھے پیار سے اپنے ساتھ رکھتی تھی۔ میں اس کے پیچھے دوڑا کرتا تھا۔ میرا زیادہ وقت سبزہ زاروں اور چراگاہوں میں بسر ہوتا تھا۔ باغوں میں اٹھکیلیاں کرنا میرا محبوب مشغلہ تھا۔ میری ماں میرے پاس ہی گھاس چرا کرتی تھی۔ جب میں جوان ہوا تو مجھے باقاعدہ تربیت دی گئی۔ اب میں ایک تجربہ کار گھوڑا تھا جسے تانگے کے آگے جوتا اور شخصی سواری کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔

کچھ عرصہ کے بعد مجھے ایک خوشحال زمیندار نے خرید لیا۔ وہ میرا خیال رکھتا۔ میرا کام اسے شہر لے جانا اور وہاں سے لانا ہوتا تھا۔ وہ جب شان شوکت کے ساتھ مجھ پر سوار ہوتا تو میری گردن فخر وغرور کے ساتھ اکڑ جاتی۔ کبھی کبھی اس کے بچے بھی مجھ پر سواری کرتے تھے۔ مجھے ان بچوں سے بہت پیار تھا اور انکی اچھل کود مجھے اپنا بچپن یاد دلاتی تھی۔ مسرت کے یہ لمحے جلد گزر گئے۔ میرے آقا نے مجھے ایک امیر سوداگر کے ہاتھ بیچ دیا۔ اس نے مجھے تانگے کے آگے جوتا اور اس کا تمام خاندان تانگے پر سوار ہو گیا اور مجھے چابک پر چابک لگائے جا رہا تھا تا کہ میں انہیں کھینچوں۔ مگر میں ٹس سے مس نہ ہوا۔ اس نے مجھے بار بار پیٹا مگر اس کے ظلم وستم نے میرے اندر

بغاوت کے جذبات بیدار کر دیے اور میں بجائے آگے کے پیچھے کی طرف سرکنے لگا۔ آخر اس نے مجھے ایک زمیندار کے ہاتھ بیچ دیا۔ وہ مجھ پر سوار ہو کر اپنے کھیتوں میں جایا کرتا تھا۔ دیہاتی میرے مالک کا بہت احترام کرتے تھے اور مجھے بھی اس پر فخر تھا۔ مگر خوشی کے یہ دن بھی عارضی ثابت ہوئے۔ ایک دن وہ مجھ پر سوار تھا راستے میں ایک نالہ آ گیا جس میں تیزی سے پانی بہہ رہا تھا۔ نالے کی چوڑائی زیادہ تھی۔ مالک نے چاہا کہ میں ایک چھلانگ میں عبور کر جاؤں۔ میں نے چھلانگ لگائی لیکن اسے عبور نہ کر سکا میرا پاؤں پھسلا۔ مالک بھی نیچے گرا اس کا بازو ٹوٹ گیا اور میری ٹانگ کا جوڑ ہل گیا۔ میں حیوانات کے ہسپتال میں کچھ دن رہا۔ قدرے تندرست ہوا تو مالک نے مجھے ایک اور شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ وہ ایک نیک دل انسان تھا اور کبھی کبھار مجھے سواری کے لیے استعمال کرتا تھا۔ میں اس کے پاس کئی سال تک رہا۔ اس کا بیٹا بھی مجھ پر سواری کرتا تھا۔ اس گھر میں مجھ پر بڑھاپے کے آثار نمودار ہوئے لیکن مالک میرا ہمدرد تھا۔ اس نے میری سابقہ خدمات کی وجہ سے مجھے اپنے پاس ہی رکھا۔ اب میں کمزور اور بوڑھا گھوڑا ہوں کوئی کام نہیں کرتا۔ اصطبل میں کھڑا رہتا ہوں۔ یا کبھی کبھار چراگاہوں اور سبزہ زاروں میں چل پھر کر جوانی کی یادیں تازہ کرتا رہتا ہوں اور جوانی کے گیت بھی گاتا ہوں۔ میری زندگی سکون واطمینان کی زندگی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

رسیدیں

ضروری ہدایات:

رسید لکھتے وقت مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیں۔

(۱) "باعث تحریر آنکہ" کے الفاظ پہلی سطر کے وسط میں لکھیں۔

(۲) پھر نئی سطر میں رسید دینے والے کا نام، ولدیت، قومیت اور سکونیت درج کریں

(۳) فروخت کی جانے والی چیز کی مکمل تفصیل درج کریں۔ اگر کوئی جانور ہو تو اس کا پورا پورا حلیہ بیان کریں۔ اگر مکان یا دکان کے کرایہ کی رسید ہو تو اس کا محل وقوع درج کریں اور جس ماہ کا کرایہ

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

ہواس کا اندراج بمع سن کریں۔

(۴) رقم کا اندراج لفظوں اور ہندسوں میں کریں۔ اگر رقم زیادہ ہو تو نصف رقم بھی درج کریں تا کہ جعل سازی کے امکانات کم ہوسکیں۔ یہ بھی درج کریں کہ رقم پوری وصول پائی ہے یا ابھی کچھ رقم باقی ہے۔

۵) رسید لینے والے کا نام، ولدیت، قومیت اور سکونت درج کریں۔

۶) اختتام پر تاریخ درج کریں۔

۷) آخر میں فروخت کرنے والے کے دستخط، نام، ولدیت، قومیت، سکونت اور قومی شناختی کارڈ نمبر درج کریں۔

۸) حاشیے کے کم از کم دو گواہ ہونے ضروری ہیں۔ ہر گواہ کے دستخط، نام، ولدیت، قومیت، سکونت اور قومی شناختی کارڈ نمبر درج کریں۔

(۹) رسید کی مالیت کے مطابق رسدی ٹکٹ لگانا بھی ضروری ہے۔

نمونے کی ایک رسید

موٹر سائیکل کی خریداری کی رسید

باعث تحریر آنکہ

میں مسمی عاصم ولد محمد قاسم ذات مہمند ساکن احمد آباد نمبرا سپلائی روڈ پیر غائب بابا پشاور اپنے ہوش وحواس میں یہ اقرار کر کے لکھ رہا ہوں کہ میں نے مسمی شاہ نذیر ولد غلام جان ذات مہمند بیغنی ساکن حاجی کیمپ پشاور پر ایک موٹر سائیکل یاماہا سرخ رنگ نمبر 4878 انجن نمبر 258763231 ساٹھ ہزار (60,000) روپے پاکستانی جس کے نصف تیس ہزار (30,0000) بنتے ہیں یہ فروخت کی اور روبروئے گوایان رقم نقد وصول کی۔ کاغذات میں نقص کا ذمہ دار رہوں گا۔ رسید لکھ دی تا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آسکے۔

گواہ نمبرا	گواہ نمبر۲	العبد

کاتب ------------ شاہ نذیر ولد غلام جان

شناختی کارڈ نمبر

گھڑی فروخت کرنے کی رسید

باعث تحریر آنکہ!

منکہ مسمی فتح داد خان ولد کرم داد خان قوم خنک سکنہ مکان نمبر ۲۲، سیکٹر ۲۔ ای فیز ا حیات آباد، پشاور نے ایک عدد کلائی گھڑی راڈو، وانجر ۲۵۸۱۴۔۶۳۶ شین لیس نمبر ۳۲۶۱۲۳۵ ساختہ سوئٹزر لینڈ، ایک سال تک استعمال شدہ بعوض مبلغ تین ہزار روپے صرف (نصف جن کے پندرہ سو روپے ہوتے ہیں) ازاں جناب رحیم بخش اعوان ولد عطاء اللہ اعوان سکنہ ۵ مال روڈ، نوشہرہ صدر نقد وصول پا کر گھڑی ان کے حوالے کر دی ہے اور یہ رسید لکھ دی ہے کہ تا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔ محررہ ۲۴ دسمبر ۲۰۱۶ء

گواہ شد	العبد	گواہ شد
(دستخط)	(دستخط)	(دستخط)
ریاض احمد ولد اللہ دتہ	فتح داد خان ولد کرم داد خان	عبدالرشید ولد عبدالقدیر
قوم آفریدی	قوم خنک	قوم مہمند
دکاندار کریانہ فروش	سکنہ مکان نمبر و	مکان نمبر ۷، گل بہار نمبرا
گلبہار نمبرا پشاور شہر	سیکٹر ۲۔ ای فیز ا	پشاور شہر
قومی شناختی کارڈ نمبر	حیات آباد، پشاور	قومی شناختی کارڈ نمبر
	قومی شناختی کارڈ نمبر	
105.63126254	221.68.726521	551720075569

ایک عدد سکوٹر کے فروخت کرنے کی رسید

باعث تحریر آنکہ!

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

مسمی ریاض احمد ولد عبدالطیف قوم یوسفزئی سکنہ مکان نمبر ۱۸ گلی نمبر ۱۳ سد آباد، گلبہار نمبر ۲، پشاور شہر نے ایک عدد سکوٹر ویسپا، رنگ گہرا نیلا، ماڈل ۱۹۹۲ء رجسٹریشن نمبر ۸۵۲۰ پی۔ آر۔ پی انجن نمبر ۳ سرحد کالونی، بیرون رام داس گیٹ، پشاور شہر بیع قطعی کردی ہے۔ دو گواہوں کی موجودگی میں پوری رقم نقد وصول پا کر یہ رسید لکھ دی ہے تا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔ سکوٹر اور سکوٹر سے متعلقہ تمام کاغذات اور اپنے قومی شناختی کارڈ کی ایک مصدقہ فوٹو کاپی بھی دے دی ہے۔ اب سکوٹر مذکور پر میرا کسی قسم کا حق باقی نہیں رہا۔ محررہ ۲ مارچ ۲۰۱۶ء

گواہ شد	العبد	گواہ شد
(دستخط)	(دستخط)	(دستخط)
اسلام گل ولد نور گل	ریاض احمد ولد عبدالطیف	محمد ناصر ولد محمد اکبر
قوم راجپوت	قوم یوسفزئی پٹھان	کتب فروش، گنج گیٹ
سکنہ مکان نمبر ۱۲۰	سکنہ مکان نمبر ۱۸ گلی نمبر ۳	آفریدی کوکی خیل پشاور شہر
چنار روڈ، یونیورسٹی	گلبہار نمبر ۲ پشاور شہر	قومی شناختی کارڈ نمبر
ٹاؤن پشاور	قومی شناختی کارڈ نمبر	712-62-216702
قومی شناختی کارڈ نمبر	505-58-129642	
110-72-029645		

رسید برائے فروخت بھینس

باعث تحریر آنکہ!

منکہ مسمی چوہدری فتح محمد ولد چوہدری غلام رسول قوم گرجر سکنہ تہکال پایان، پشاور شہر نے ایک راس بھینس رنگ بھورا، پنج گلیان، سینگ لمبے اور اندر کی طرف مڑے ہوئے، دم لمبی بعمر چار سال مع ایک عدد کٹیا رنگ بھورا دو ماہ بعوض مبلغ ۲۴۰۰۰ روپے سکہ رائج الوقت (چوبیس ہزار روپے صرف) نصف جن کے ۱۲۰۰۰ روپے (بارہ ہزار روپے) ہوتے ہیں نقد وصول پا کر بدست محمد

زمان ولد فقیر محمد قوم بھاٹ سکنہ موضع اکبر پورہ، تحصیل و ضلع پشاور بیع قطعی کردی ہے اور بقائمی ہوش و حواس دو گواہوں کی موجودگی میں یہ رسید لکھ دی ہے تا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے
یکم جنوری ۲۰۱۶ء

گواہ شد	العبد	گواہ شد
(نشان انگوٹھا)	(دستخط)	(دستخط)
چوہدری افتخار الدین	چوہدری فتح محمد	محمد اسلم ولد محمد نواز
ولد چوہدری محمد الطاف	ولد چوہدری غلام رسول	کریانہ فروش
سکنہ تہکال پایان	قوم گوجر، سکنہ تہکال پایان	رنگ روڈ، تہکال پایان
یونیورسٹی روڈ پشاور شہر	یونیورسٹی روڈ پشاور شہر	پشاور شہر
قومی شناختی کارڈ نمبر	قومی شناختی کارڈ نمبر	قومی شناختی کارڈ نمبر
279-59-721312	122-61-102305	613-45-100305

رسید بابت وصولی کرایہ مکان

باعث تحریر آنکہ!

مبلغ چھ ہزار روپے (۶۰۰۰ روپے صرف) بابت ایڈوانس کرایہ ماہ مارچ ۲۰۱۶ء از اں جناب محمد اسحاق صاحب کرایہ دار مکان نمبر ۲۵۰، گلی نمبر ۹، سیکٹر ۲، فیز ا حیات آباد، پشاور نقد وصول پا کر یہ رسید لکھ دی ہے تا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

العبد

(دستخط)

محمد عتیق ولد محمد شفیق

قوم اعوان

سکنہ ۵۔ طارق روڈ پشاور کینٹ

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

مورخہ: ۲ مارچ ۲۰۱۶ء

رسید وصولی امداد ریڈ کراس

باعث تحریر آنکہ!

مبلغ دو ہزار روپے امداد برائے خرید کتب از ریڈ کراس سوسائٹی ایف جی ہائی سکول پشاور محترم پرنسپل صاحب سے وصول پا کر رسید لکھ دی تاکہ سند رہے۔

مورخہ ۱۳ مارچ ۲۰۱۶ء

فہد جان

جماعت دہم بی۔ ایف جی ہائی سکول پشاور

رسید وصولی کرایہ مکان

باعث تحریر آنکہ!

مبلغ آٹھ ہزار روپے (-/۸۰۰۰) نصف جن کے چار ہزار (-/۴۰۰۰) روپے ہوتے ہیں بابت کرایہ مکان ۶۸۷ مسلم ٹاؤن پشاور برائے ماہ اکتوبر ۲۰۱۶ محمد فیضان صاحب سے نقد وصول پائے اور رسید لکھ دی تاکہ سند رہے۔ مورخہ ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۶ء

گواہ شد — گواہ شد — گواہ شد

علی اقبال ولد اقبال حسین — شفقت علی ولد عامر علی — حسن ضیاء ولد ضیاء الدین

ساکن مسلم آباد — ساکن ثاقب آباد — ساکن مسلم آباد

رسید برائے وصولی قیمت گائے

باعث تحریر آنکہ!

مبلغ تیس ہزار روپے (-/۳۰۰۰۰) نصف جن کے پندرہ ہزار روپے (-/۱۵۰۰۰) ہوتے ہیں بابت قیمت ایک گائے، شیر وار برنگ سفید، سینگ چپٹے، ماتھے پر سفید سیاہ نشان، پاؤں بھورے اور دم سیاہ ازاں جمال خان ولد امین خان سکنہ قادر آباد سے نقد وصول پائے اور رسید لکھ دی تاکہ

سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔ آج مورخہ ۲۰ نومبر ۲۰۱۶ء

گواہ شد — گواہ شد — گواہ شد

رفیق علی ولد امتیاز خان — شاہان علی ولد صبور احمد — رئیس علی ولد امان

ساکن احمد آباد مردان — ساکن احمد آباد مردان — ساکن احمد آباد مردان

رسید برائے وصولی رقم سائیکل

باعث تحریر آنکہ!

مبلغ دو ہزار روپے (۲۰۰۰) نصف جن کے ایک ہزار روپے (۱۰۰۰) ہوتے ہیں بابت قیمت ایک عدد سائیکل چائنہ عمران سجاد ولد سجاد علی سکنہ گل بہار گلی نمبر ۴ مکان نمبر ۱۳ سے نقد وصول پا کر رسید لکھ دی تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

مورخہ: ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۶ء

گواہ شد: — العبد — گواہ شد

حیدر علی ولد شبیر علی — سعد عباس ولد عباس خان — عمران علی ولد شاہجہان

رسید وصولی رقم

باعث تحریر آنکہ:

مبلغ دو ہزار روپے (۲۰۰۰) نصف جن کے ایک ہزار (۱۰۰۰) ہوتے ہیں بابت ۴ عدد کرسیوں اور ۱ عدد میز کے ازاں جناب پرنسپل صاحب گورنمنٹ کالج پشاور سے وصول پا کر رسید لکھ دی ہے تاکہ سند رہے اور بہ وقت ضرورت کام آئے۔

مورخہ: ۲۵ دسمبر ۲۰۱۶ء

گواہ شد: — العبد — گواہ شد

دانیال ولد جعفر علی دکاندار — سیار احمد ولد شاہ زمان — شفیق ولد شفیع احمد

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

رسید وصولی قرضہ

باعث تحریر آنکہ!

مبلغ چار ہزار روپے (۴۰۰۰) نصف جن کے دو ہزار (۲۰۰۰) روپے ہوتے ہیں۔

از اں تسمیع اللہ ولد شفیع اللہ یونیورسٹی ٹاؤن بلاک نمبر ۳ مکان نمبر ۲۱۳ سے بطور قرض حسنہ وصول پائے۔ یہ رقم میں پانچ ماہ بعد ادا کروں گا۔ رسید لکھ دی ہے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

گواہ شد	العبد
شاہ زمان خان	اشرف علی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

علم بیان

تشبیہ:۔

علم بیان کی رو سے کسی ایک چیز کو کسی خاص صفت یا خصوصیت کے لحاظ سے کسی دوسری چیز کے مانند قرار دینا جبکہ دوسری چیز میں وہی صفت یا مشترکہ خصوصیت مسلمہ طور پر زیادہ مکمل صورت میں موجود ہو" تشبیہ کہلاتی ہے۔

مثال" میں نے پھول سا چہرہ دیکھا" اس جملے میں چہرے کو خوبصورتی کے لحاظ سے پھول سے تشبیہ دی یعنی کسی خوبصورت چہرے کی سرخی، شگفتگی، تازگی اور حسن نے قوت مشاہدہ کو متاثر کیا اور شاعر نے اپنے بیان کو زیادہ موثر کرنے کیلئے خوبصورت چہرے کو پھول کی مانند قرار دیا۔

ارکان تشبیہ:۔

۱۔ مشبہ:۔ وہ چیز یا شخص جس کو کسی دوسری چیز کے مانند قرار دیا جائے جیسے اوپر دی گئی مثال میں "چہرہ"

۲۔ مشبہ بہ:۔ وہ چیز جس کے ساتھ کسی دوسری چیز کو تشبیہ دی جائے جیسے مذکورہ بالا مثال میں" پھول"

۳۔ وجہ تشبیہ:۔ جس صفت یا خوبی کی وجہ سے تشبیہ دی جائے یعنی خوبصورتی۔

۴۔ حرف تشبیہ:۔ وہ حروف جو تشبیہ دینے کیلئے استعمال ہوں جیسے دی گئی مثال میں لفظ "سا" (اس کے علاوہ حرف تشبیہ کیلئے یہ الفاظ بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ مانند۔ جیسا۔ طرح۔ صورت۔ یا۔ گویا۔ جوں۔ مثل۔ وغیرہ)

☆ **مثال نمبر ۱:** اُمڈی آتی ہیں آج یوں آنکھیں

جیسے دریا کہیں اُبلتے ہیں

آنکھیں:۔ مشبہ	اُمڈنا (باہر نکلنا) وجہ تشبیہ
دریا:۔ مشبہ بہ	جیسے۔ حرف تشبیہ

☆ **مثال نمبر ۲:** جگنو کی روشنی ہے کاشانہ چمن میں

یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں

جگنو:۔ مشبہ	روشنی:۔ وجہ تشبیہ
شمع:۔ مشبہ بہ	حرف تشبیہ:۔ "یا"

☆ **مثال نمبر ۳:** اِن آنسوؤں کو لٹا دو نہ موتیوں کی طرح

یہ درد دل کی صدائیں ہیں ساتھ لے جاؤ

آنسو:۔ مشبہ	چمکنے کی صلاحیت:۔ وجہ تشبیہ
موتی:۔ مشبہ بہ	طرح:۔ حرف تشبیہ

۲) استعارہ:۔

علم بیان کے مطابق اگر کوئی لفظ اپنے مجازی (غیر حقیقی) معنوں میں اس طرح استعمال ہو کہ اُس لفظ کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو تو اُسے استعارہ کہتے ہیں"۔ جیسے کوئی بہادر اور نڈر آدمی کیلئے یہ کہا جائے کہ" یہ ہمارا شیر آرہا ہے۔" تو اس جملے میں بہادر اور نڈر ہونے کی وجہ سے شیر کا نام مستعار لے کر بہادر آدمی کیلئے عارضی طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

ارکانِ استعارہ:۔

۱: مستعار لہ:۔ جس چیز یا شخص کیلئے کوئی لفظ مستعار (اُدھار) لیا گیا ہو۔ اور یہ استعارے کے پس منظر میں ہوتا ہے۔ جیسے دی گئی مثال میں ایک بہادر آدمی کا تصور ہمارے ذہن میں ہے۔

۲: مستعار منہ:۔ وہ چیز یا شخص جس سے لفظ مستعار لیا جائے جیسے ایک بہادر جانور شیر۔ کلام میں اس لفظ کو بیان کیا جاتا ہے۔

۳: لفظ مستعار:۔ وہ لفظ جو استعارہ کے طور پر استعمال کیا جائے جیسے لفظ شیر۔

۴: وجہ جامع:۔ وہ صفت مشترک جو مستعار لہ اور مستعار منہ میں پائی جائے جیسے اس مثال میں بہادری کی صفت

نوٹ:۔ استعارہ میں صرف ایک رکن مستعار منہ استعمال ہوتا ہے باقی ارکان کا ذکر نہیں ہوتا مگر وہ کسی نہ کسی طریقے سے سمجھ میں آ جاتے ہیں۔

☆ **مثال نمبر۱:** **گُل** کے دیکھے کا غش گیا ہی نہ میر
منہ پر چھڑکا مرے گلاب بہت محبوب

:۔ مستعار لہ۔ گُل (پھول) :۔ مستعار منہ۔ گُل :۔ لفظ مستعار۔ پھول اور محبوب کی مشترکہ خوبصورتی۔ :۔ وجہ جامع۔

☆ **مثال نمبر۲:**

بتوں پہ جا کے دل مبتلا نہیں آتا
پکارتا ہوں تو کہتا ہے جا نہیں آتا

سنگ دل اور بے تو جیسی برتنے والے محبوب :۔ مستعار لہ ۔۔ بتوں، بُت کی جمع (پتھر کی مورتی) :۔ مستعار منہ

بُت :۔ لفظ مستعار :۔ بُت اور سنگ دل محبوب کا ایک جیسا رویہ بے تو جہی :۔ وجہ جامع

☆ **مثال نمبر۳:** کیا رہے حال پہ تکتی اُنھیں غم تھا قاصد ۔ شب نے دیکھا تھا ستارہ سرِ مژگاں کوئی آنسو :۔ مستعار لہ۔ ستارے۔ مستعار منہ۔ لفظ مستعار۔ ستارہ۔ وجہ جامع۔ آنسو اور ستاروں کے چمکنے کی مشترکہ خصوصیت

علم بدیع

۱۔ صنعت تضاد:۔ صنعت تضاد سے مراد یہ ہے کہ شعر میں کوئی ایسے دو لفظ آئیں جو معنوی لحاظ سے ایک دوسرے کی ضد ہوں مثلاً

انسان کا مقدر بھی کیا خوب تماشا ہے
جینے کی تمنا کی مرنے کی سزا پائی

اس شعر میں جینا اور مرنا معنوی لحاظ سے ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

۲۔ صنعت مراۃ النظیر:۔ اگر شعر میں چند ایسی چیزوں کا ذکر ہو جن میں باہمی تعلق ہو تو اُسے صنعت مراۃ النظیر کہتے ہیں۔ مثلاً

پھول گلشن میں کھلے عہد بہاراں آیا
دستِ صیاد سے بلبل کو رہائی نہ ملی

اس شعر میں پھول، گلشن، بہار، صیاد اور بلبل میں باہمی تعلق ہے۔

۳۔ صنعت تلمیح:۔ شعر میں کسی مشہور تاریخی یا روایتی قصے، شخص یا مقام کا اشارۃً ذکر کرنا صنعت تلمیح کہلاتا ہے۔ مثلاً

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

اقبال کے اس شعر میں ایک ظالم بادشاہ نمرود کی اُس آگ کا ذکر ہے جس میں حضرت ابراہیم کو زندہ جلانے کے لیے ڈالا گیا تھا۔ تاریخ میں اُس آگ کو آتشِ نمرود کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

۴۔ **صنعتِ حُسنِ تعلیل:**۔ کلام میں کسی کام کی ایسی وجہ بیان کرنا جو اس کی اصل وجہ نہ ہو مگر خوبصورت معلوم ہو۔ اسے توجیہ شاعرانہ بھی کہتے ہیں مثلاً

مری طرح سے مہ و مہر بھی ہیں آوارہ
کسی حبیب کی یہ بھی ہیں جستجو کرتے

اس شعر میں آسمان پر گردش کرنے والے چاند سورج کو اپنے کسی محبوب کو تلاش کرنے کی ایک خوبصورت وجہ بیان کی گئی ہے۔

۵۔ **صنعتِ لف و نشر:**۔ اصطلاح میں کسی شعر کے پہلے مصرع میں چند چیزوں کا ذکر کیا جائے اور پھر دوسرے مصرع میں اُن چیزوں کی مناسبت یا صفات کا بیان کر دیا جائے۔ پہلے مصرع کا نام لف اور دوسرے کا نشر ہے۔ اگر پہلے مصرع میں بیان کی ہوئی چیزوں کی ترتیب کو دوسرے مصرع میں اُسی ترتیب کے مطابق بیان کیا جائے تو اُسے لف و نشر مرتب کہتے ہیں۔ جیسے

تیرے رخسار و قد و چشم کے ہیں عاشق زار
گل جدا، سرو جدا، نرگس جدا

لف باندھے اور نشر کھلنے کو کہتے ہیں اس شعر کے پہلے مصرع میں رخسار، قد اور چشم کا ذکر کے دوسرے مصرع میں اُسی ترتیب سے ان کی مناسبت یعنی گُلاب، سرو اور نرگس کا بیان کیا گیا ہے۔ اگر ان مناسبت کی ترتیب نہ ہو تو اُسے لف و نشر غیر مرتب کہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

معروضی سوالات

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

اپنی مدد آپ

(سرسید احمد خان)

(۱) ایک شخص میں اپنی مدد کرنے کا جوش اس کی سچی ۔۔۔۔۔۔۔۔ کی بنیاد ہے۔(ب)

(ا) کہاوت (ب) محاورہ (ج) شہرت (د) عزت

2) خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو آپ اپنی مدد کرتے ہیں یہ ایک نہایت عمدہ اور آزمودہ ۔۔۔۔ ہے (د)

(ا) کہاوت (ب) محاورہ (ج) ضرب المثل (د) مقولہ

(3) سرسید احمد خان نے کب وفات پائی۔ (ا)

(ا)۱۸۹۸ء (ب)۱۸۹۹ء (ج)۱۸۷۷ء (ج)(د)۱۸۶۷ء

خطبات احمدیہ ۔۔۔۔۔۔ کی تصنیف ہے۔(ب)

(ا) الطاف حسین حالی (ب) سر سید احمد (ج) محمد حسین آزاد (د) شبلی نعمانی

(5) اپنی مدد آپ کی ۔۔۔۔۔۔ تحریر ہے۔ (د)

(ا) ڈپٹی نذیر احمد (ب) حالی (محمد حسین آزاد (د) میر تقی میر

(6) یہ ایک ۔۔۔۔۔۔ کا قاعدہ ہے۔

(ا) عام (ب) قدرت (ج) فطرت (د) نیچر

(7) جس سے دنیا کی معزز قوموں نے ۔۔۔۔۔۔۔۔ پائی۔ (ج)

(ا) توقیر (ب) ذلت (ج) عزت (د) داد

(8) اپنی مدد آپ صنف کے اعتبار سے کیا ہے۔ (ا)

(ا) مضمون (ب) اضافہ (ج) ناول (د) ڈرامہ

(9) سرسید احمد خان کے والد کا نام ۔۔۔۔۔۔ تھا۔ (ج)

(ا) میر تقی (ب) محمد تقی (ج) میر متقی (د) خواجہ متقی

(10) سرسید احمد خان ۔۔۔۔۔۔ میں پیدا ہوئے۔ (ا)

(ا)۱۸۱۷ (ب)۱۸۷۱ (ج) ۱۸۰۰ (د) ۱۸۲۰

بھولے آدمی

(مولوی ذکاء اللہ)

(1) ہم انسانوں میں جو باہم رشتہ مندی ہے وہ نطق ۔۔۔۔ سبب ہے۔ (ب)

(الف) گویائی (ب) نطق (ج) تعلق (د) رشتہ

(2) بعض بھلے مانسوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ جھوٹ ۔۔۔۔۔ کی بیماری اُن کو لگی ہوتی ہے (ا)

(3) حافظے کے نہ ہونے کی وجہ سے آدمی کو اپنے ۔۔۔۔۔ یاد نہیں ہوتے (ج)

(ا) جھوٹ (ب) کام (ج) وعدے (د) ارادے

(4) ۔۔۔۔۔ تمام ملکات نفسانی کا رئیس ہے اور سب اس کے خادم ہیں۔ (د)

(ا) خیال (ب) فکر (ج) سوچ (د) حافظ

(5) مولوی ذکاءاللہ کو ۔۔۔۔۔۔۔ سے خاص مناسبت تھی۔ (د)

(ا) فارسی (ب) عربی (ج) الجبرا، (د) ریاضی

(6) مولوی ذکاءاللہ کہاں پیدا ہوئے۔ (ا)

(ا) دہلی (ب) دکن (ج) لکھنو (د) کلکتہ

(7) تاریخ ہندوستان ۔۔۔۔۔۔ کی تصنیف ہے۔ (ج)

(8) ایک ضرب المثل مشہور ہے کہ دروغ گورا ۔۔۔۔۔ نباشد۔ (د)

(ا) یادداشت (ب) ذہن (ج) عقل (د) حافظہ

(9) اہل فرانس نے جب کسی کو پرلے درجے کا ۔۔۔ کہنا ہو۔ (ب)

(ا) احمق (ب) کودن (ج) بے وقوف (د) نادان

(10) مولوی ذکاءاللہ کا انتقال ہوا۔ (ا)

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

(ا) ۱۹۱۰ء (ب) ۱۹۲۰ء، (ج) ۱۹۱۲ء، (د) ۱۹۱۵ء

نظریہ پاکستان

(ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان)

(1) مصنف کے خیال کے مطابق مسلمانوں نے ہمیشہ ------- کو اپنا شعار بنایا۔ (ب)

(ا) انسانیت (ب) رواداری (ج) نفرت (د) صداقت

(2) مسلمانوں کو ہندو بنانے کی ناپاک تحریک کا نام ------ تھا۔ (ا)

(ا) شدھی (ب) سنگھٹن (ج) اہنسا (د) مہاتما

(3) آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ (د)

(ا) ۱۸۸۶ء (ب) ۱۸۸۵ء (ج) ۱۸۹۷ء (د) ۱۹۰۶ء

(4) تحریک خلافت کے رہنما ------ تھے۔ (د)

(ا) علامہ اقبال (ب) سرسید (ج) مولانا محمد علی جوہر (د) مولوی ذکاء اللہ

(5) حضرت مجدد الف ثانی نے ------- کے عہد میں سختیاں جھیلیں۔ (ج)

(ا) شاہجہان (ب) اورنگزیب (ج) جہانگیر (د) اکبر

(6) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ------ میں پیدا ہوئے۔ (ا)

(ا) ۱۹۱۲ء (ب) ۱۹۲۰ء (ج) ۱۹۲۵ء (د) ۱۹۳۰ء

(7) ------ میں ہندوؤں نے کانگریس کی بنیاد ڈالی۔ (ب)

(ا) ۱۸۹۷ء (ب) ۱۸۸۵ء (ج) ۱۸۶۰ء (د) ۱۸۵۰ء

(8) پہلی جنگ عظیم میں انگریز کا مقابلہ --------- سے ہوا۔ (ج)

(ا) ایران (ب) ترکی (ج) جرمنی (د) جاپان

(9) نہرو رپورٹ کب شائع ہوئی۔ (د)

(ا) ۱۹۲۷ء (ب) ۱۹۲۵ء (ج) ۱۹۳۰ء (د) ۱۹۲۸ء

(10) ٹیپو سلطان کے والد کا نام ------- تھا۔ (د)

(ا) حیدر علی (ب) شیر علی (ج) سبز علی (د) بہادر علی

پاکستانی قومیت کا مسئلہ

(ڈاکٹر سید عبداللہ)

(1) وجہی سے عبدالحق تک ----- کی تصنیف ہے۔ (د)

(ا) مولانا حالی (ب) ابن انشاء (ج) علامہ اقبال (د) ڈاکٹر سید عبداللہ

(2) منگلور کہاں واقع ہے۔ (ج)

(ا) فیروزپور (ب) ضلع جھنگ (ج) ضلع ہزارہ (د) ضلع پشاور

(3) ''نقد میر اور ارشادات تنقید'' کس کی کتابیں ہیں۔ (ا)

(ا) ڈاکٹر سید عبداللہ (ب) میر تقی میر (ج) عبدالحق (د) سرسید

(4) اسلامیات اور وطنیت میں کوئی ----- نہیں۔ (ب)

(ا) اختلاف (ب) تضاد (ج) فوقیت (د) وحدت

(5) علامہ اقبال نے جس وطنیت کی مخالفت کی وہ ----- وطنیت ہے (د)

(ا) اسلامی وطنیت (ب) مشرقی وطنیت (ج) مت (د) مغربی وطنیت

(6) پاکستانی قومیت ابھی تک کچھ ------ قسم کی چیز ہے (ج)

(ا) پیچیدہ (ب) عجیب (ج) بوجھ بجھارت (د) محکم

(7) ڈاکٹر سید عبداللہ ---- میں پیدا ہوئے۔ (ا)

(ا) ۱۹۰۶ء (ب) ۱۹۰۵ء (ج) ۱۹۱۰ء (د) ۱۹۱۲ء

(8) پاکستان کے بعض ----- کی تحریک دراصل نسلی تحریک ہے۔ (د)

(ا) قوموں (ب) علاقوں (ج) شہروں (د) خطوں

(9) پاکستانی قومیت کا دوسرا بڑا عنصر وطن یا ----- ہے۔ (ج)

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

(ا) ممالک (ب) ریاست (ج) وطنیت (د) قومیت

(10) مضمون پاکستانی قومیت کا مسئلہ ۔۔۔۔ سے اخذ ہے۔ (ب)

(ا) نقد میر (ب) مباحث (ج) (د) ارشادات نقد

سبق: کچھ ادب کے بارے میں

(ڈاکٹر عبادت بریلوی)

(1) ڈاکٹر عبادت بریلوی ۔۔۔۔۔۔۔ کو پیدا ہوئے۔ (ا)

(ا) ۱۹۲۰ء (ب) ۱۹۳۰ء (ج) ۱۹۴۰ء (د) ۱۹۵۰ء

(2) تنقیدی زاویے ۔۔۔۔۔ کی تصنیف ہے۔ (ب)

(ا) ڈاکٹر سید عبداللہ (ب) ڈاکٹر عبادت بریلوی (ج) سجاد بابر (د) سرسید احمد خان

(3) انسان کے اندر ۔۔۔۔۔ کا احساس سب سے زیادہ قوی ہے۔ (ج)

(ا) غم (ب) خوشی (ج) حُسن (د) جذبات

(4) زمانے کی ۔۔۔۔ اس کو زیادہ سے زیادہ بناتی سنوارتی ہے۔ (د)

(ا) خوبصورتی (ب) روانی (ج) سنجیدگی (د) مشاطگی

(5) ادب کی ۔۔۔۔۔ کا اندازہ تو صرف اس کی ایک بات سے ہو سکتا ہے۔ (ا)

(ا) قدامت (ب) حوادث (ج) مشاطگی (د) شادابی

(6) ادب کی تخلیق میں ۔۔۔۔ کو دخل نہیں۔ (ب)

(ا) قومیت (ب) مادے (ج) علاقے (د) سوچ

(7) بہر حال یہ ۔۔۔۔۔ کے ابتدائی نقوش تھے۔ (ج)

(ا) جذبات (ب) داستان (ج) ادب (د) تنقید

(8) ان جذبات و احساسات کو ۔۔۔۔۔۔ نے خود اپنے تک محدود کیوں نہیں رکھا۔ (د)

(ا) فرشتوں (ب) جنات (ج) جانوروں (د) انسان

(9) لیکن آخر ۔۔۔۔۔ کیوں پیدا ہوا؟ (ا)

(ا) ادب (ب) انسان (ج) کائنات (د) جنات

(10) ادب ترقی کی ۔۔۔۔۔ پر برابر آگے بڑھتے گئے۔ (ب)

(ا) راستوں (ب) شاہراہوں (ج) ذہنوں (د) زندگی

سبق: "لمحہ فکریہ"

(مشتاق احمد صدیقی)

(1) وطن عزیز ایک ۔۔۔۔۔۔ ملک ہے۔ (ا)

(ا) ترقی پذیر (ب) ترقی یافتہ (ج) غیر ترقی یافتہ (د) کوئی نہیں

(2) تخلیق آدم کے بعد نسل انسانی ۔۔۔۔۔۔ سے پھیلنی شروع ہوئی۔ (ب)

(ا) زیادہ (ب) تیزی (ج) آہستگی (د) روانی

(3) درختوں کے بے تحاشا ۔۔۔۔۔ سے جنگل سکڑ گئے۔ (د)

(ا) کاشت (ب) تراش (ج) خراش (د) کٹاؤ

(4) تاکہ پوری ۔۔۔۔۔ کے معیار زندگی کو بہتر بنایا جا سکے۔ (ج)

(ا) پرندے (ب) جنات (ج) نوع انسانی (د) جانور

(5) وطن عزیز بھی اسی طرح کے ۔۔۔۔۔۔ سے دوچار ہے۔ (د)

(ا) ترقی پذیری (ب) سنجیدہ حالات (ج) خوشحالی (د) پیچیدہ حالات

(6) بہتر معیار زندگی ہر ۔۔۔۔ کا حق ہے۔ (ج)

(ا) بندے (ب) انسان (ج) فرد (د) مسلمان

(7) جس میں ہماری ۔۔۔۔ اقدار سب سے اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ (ب)

(ا) ثقافتی (ب) مذہبی (ج) تمدنی (د) معاشرتی

(8) مشتاق احمد صدیقی ۔۔۔۔۔ خیبر پختونخوا کے مردم خیز شہر میں پیدا

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

ہوئے۔ (ج)

(9) آبادی میں اضافے کی وجہ سے ------ عدم توازن جنم لیتا ہے۔ (ج)

(ا) معاشی (ب) معاشرتی (ج) سماجی (د) اخلاقی

(10) پاکستان کی آبادی میں ------ فیصد اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ (د)

(ا) 1.75 (ب) 1.37 (ج) 1.74 (د) 1.73

سبق: داروغہ جی کی پانچوں گھی میں۔

(رتن ناتھ سرشار)

(1) فسانۂ آزاد" میں فنی لحاظ سے ----- کے خدوخال ملتے ہیں۔ (ا)

(ا) ناول (ب) افسانہ (ج) ڈرامہ (د) داستان

(2) داروغہ جی! اس ----- کا حساب کرادوں۔ (ب)

(ا) بزاز (ب) حلوائی (ج) خوجی (د) سبزی فروشی

(3) اتفاق سے ہمارے پاس ----- نہ تھی۔ (ج)

(ا) چاقو (ب) تلوار (ج) قرولی (د) بندوق

(4) اتنے میں ----- دوڑا ہوا آیا۔ (د)

(ا) داروغہ جی (ب) حلوائی (ج) خوجی (د) بزاز

(5) داروغہ نے مجبور ہو کر ------ روپے میاں خوجی کے نذر کیے۔ (ج)

(ا) بیس (ب) تیس (ج) پندرہ (د) چالیس

(6) نواب صاحب کے ----- کو بھی خبر نہیں۔ (ب)

(ا) بچوں (ب) فرشتوں (ج) نوکروں (د) مزدوروں

(7) "داروغہ جی کی پانچوں گھی" میں صنف کے اعتبار سے کیا ہے؟ (ا)

(ا) ناول (ب) افسانہ (ج) خاکہ (د) ڈرامہ

(8) بھئی تم تو بیچے بھٹے خوب ---- اڑا دیتے ہو۔ (ا)

(ا) مینڈھے (ب) دوست (ج) رفیق (د) حبیب

(9) ------ سے جو مرے تو زہر کیوں دو۔ (ب)

(ا) چینی (ب) گڑ (ج) شہد (د) مٹھائی

(10) اس داروغگی کے صدقے اڑتیس روپے کے ایک سو ------ دلوائے۔ (ج)

(ا) تیس (ب) چالیس (ج) باون (د) بیس

سبق: آنگن

(خدیجہ مستور)

(1) ناول آنگن کا مرکزی کردار کون ہے؟ (ا)

(ا) عالیہ (ب) چھمی (ج) جمیل (د) نجمہ

(2) جمیل کا تعلق کس سیاسی پارٹی سے تھا۔ (ب)

(ا) کانگریس (ب) مسلم لیگ (ج) عوامی لیگ (د) نیشنل پارٹی

(3) ہائی سکول کے احاطے میں ------ کے درخت تھے۔ (ج)

(ا) انگور (ب) سیب (ج) آم (د) مالٹے

(4) گلی میں بچوں کا جلوس نکل رہا تھا۔ (ج)

(ا) کانگریس (ب) مسلم لیگ (ج) بچیوں (د) نوجوانوں

(5) امتحان کے بعد جب عالیہ نے ----- اٹھایا۔ (ج)

(ا) آنکھیں (ب) بال (ج) سر (د) ہاتھ

(6) عالیہ کس کے جہیز کے کپڑے سی رہی تھی۔ (د)

(ا) رقیہ (ب) شکیلہ (ج) نجمہ (د) چھمی

(7) خدیجہ مستور کا ناول ------ ایک کرداری ناول ہے۔ (ا)

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

(ا) آنگن (ب) بوچھاڑ (ج) زمین (د) چندروز اور

(8) بڑے چچا۔۔۔۔کی طرف کروٹ لے کر لیٹ گئے۔ (ب)

(ا) عاطف بھیا (ب) جمیل بھیا (ج) شکیل بھیا (د) صہیب بھیا

(9) ہائی سکول کے احاطے میں آم کے درختوں پر۔۔۔۔مسلسل چیخنے جارہی تھی (ج)

(ا) کوا (ب) طوطا (ج) کوئل (د) فاختہ

(10) خدیجہ مستور کی بہن کا نام۔۔۔۔بہن ہے۔ (د)

(ا) حادیہ مستور (ب) ہامستور (ج) حلیمہ مستور (د) حاجرہ مستور

"خوبصورت بلا"

(آغا حشر کاشمیری)

(1) ڈرامہ "خوبصورت بلا" کے مصنف کون ہیں؟ (ب)

(ا) رتن ناتھ سرشار (ب) آغا حشر کاشمیری (ج) ابن انشاء (د) خدیجہ مستور

(2) میں تیری شاہی سے بھی۔۔۔ہوں۔ (ا)

(ا) منکر (ب) منحرف (ج) ناراض (د) بے خبر

(3) توفیق مقتول بادشاہ۔۔۔۔کا وفادار تھا۔ (ب)

(ا) سہیل (ب) برجس (ج) شمسہ (د) بہادر شاہ

(4) بجلیاں چرخ سے اور کوہ سے۔۔۔۔برسیں۔

(ا) پھول (ب) پتھر (ج) کنکر (د) بارش

(5) عورت وہ ہے جس میں۔۔۔۔کی طینت اور حور کی عصمت پائی جاتی ہے۔ (ج)

(ا) مومنوں (ب) بزرگوں (ج) فرشتوں (د) پارساؤں

(6) اگر تو ضد چھوڑ دے تو میں۔۔۔سے کہتا ہوں۔ (ج)

(ا) ہمت (ب) یقین (ج) ایمان (د) تم

(7) معصوم شہزادے کو تم۔۔۔۔کے پنجے میں ذبح ہونے کے لئے دے دوں؟ (ج)

(ا) ظالموں (ب) حاسدوں (ج) قصابوں (د) شیطانوں

(8) دنیا میں سیدھی اور سچی راہ فقط۔۔۔۔ہے۔ (ا)

(ا) نیکی (ب) بدی (ج) بھلائی (د) خوشامد

(9) آغا حشر کاشمیری کی۔۔۔۔بہت مشہور ہے۔ (ج)

(ا) مضمون نگاری (ب) افسانہ نگاری (ج) بدیہہ گوئی (د) نعت گوئی

(10) پاک دامن۔۔۔۔کی تحریر ہے۔ (ج)

(ا) سید عبداللہ (ب) سرسید احمد خان

(ج) آغا حشر کاشمیری (د) خواجہ معین الدین

"تعلیم بالغاں"

(خواجہ معین الدین)

(1) ڈرامہ "تعلیم بالغاں" کے مصنف کون ہیں؟ (ب)

(ا) آغا حشر کاشمیری (ب) خواجہ معین الدین

(ج) خدیجہ مستور (د) ابن انشاء

(2) دوسرا گھڑا۔۔۔۔اور گلے کی جانب سے ٹوٹا ہوا تھا۔ (ب)

(ا) پہلو (ب) پیندے (ج) اوپر (د) نیچے

(3) ڈرامہ تعلیم بالغاں کے مدرسہ کا نام۔۔۔تھا۔ (د)

(ا) شیر علی (ب) محمد علی (ج) احمد علی (د) محبت علی

(4) خواجہ معین الدین ہجرت کر کے۔۔۔چلے آئے۔ (ا)

(ا) کراچی (ب) لاہور (ج) لندن (د) حیدرآباد

(5) چراغ شاہ نے میری۔۔۔۔قبول کرلی۔ (ج)

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

(ا) دوستی (ب) سفارش (ج) شاگردی (د) درخواست

(6) کوئی چھرا دکھا رہا ہے کوئی ــــــ دکھا رہا ہے۔ (د)

(ا) چھڑی (ب) چھری (ج) چابک (د) قینچی

(7) اس سے تو بڑے بڑے ــــ بھی سیدھے ہو جاتے ہیں۔ (ا)

(ا) شیر (ب) ہاتھی (ج) انسان (د) جن

(8) مولوی صاحب کو کتنے ماہ سے تنخواہ نہیں ملی تھی؟

(ا) دو (ب) چار (ج) چھے (د) پانچ

(9) مدرسے کو شاگردوں کا ــــ ہو گیا ہے۔ (ا)

(ا) قرضہ (ب) سابقہ (ج) واسطہ (د) اہل

(10) دیکھ ــــ نے ہتھیار رکھ دیے ہیں، تم بھی رکھ دو۔ (ب)

(ا) حجام (ب) خلیفہ (ج) شاگردوں (د) خان صاحب

شیراز اور کنارِ آبِ رُکناباد

(ابنِ انشاء)

(1) ابنِ انشاء نے ادبی زندگی کا آغاز بحیثیت ــــ کیا۔ (ا)

(ا) شاعر (ب) افسانہ نگار (ج) ناول نگار (د) ڈرامہ نگار

(2) ابنِ انشاء کا اصل نام ــــ تھا۔ (ا)

(ا) شیر محمد قیصر (ب) شیر محمد حیدر (ج) شیر محمد اکبر (د) شیر علی

(3) صدستون محل کا نام ــــ ہے۔ (ا)

(ا) اپادانا (ب) اپاداپلی (ج) اصطخر (د) نکارا

(4) ــــ کا ہوائی اڈہ بس ننھا منا سا تھا۔ (ج)

اصفہان (ب) لاہور (ج) شیراز (د) لندن

(5) نقشِ رستم ــــ سے چار چھے میل آگے ہے۔ (ب)

(ا) عجائب گھر (ب) تختِ جمشید (ج) کوہ رحمت (د) اصطخر

(6) ایران کا کون سا بادشاہ "وکیل الرعایا" کے نام سے مشہور ہوا۔ (ج)

(ا) نادر شاہ (ب) نکارا (ج) کریم خان زند (د) سکندرِ اعظم

(7) آوارہ گرد کی ڈائری میں ابنِ انشاء ــــ کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ (د)

(ا) عقل مند (ب) مغرور (ج) سیاح (د) بنجارے

(8) "گلستان" اور "بوستان" کس کی تصانیف ہیں، (ا)

(ا) شیخ سعدی (ب) مولانا روم (ج) حافظ شیراز (د) شیخ عبدالقادر

(9) آنکھوں سے ــــ کا سیلاب رواں تھا۔ (ا)

(ا) اشکوں (ب) پانی (ج) خون (د) آنسوؤں

(10) بادشاہ کی داڑھی اور کپڑوں میں سے ــــ لٹکے تھے۔ (ب)

(ا) ہیرے (ب) جواہر (ج) موتی (د) کوہِ نور

روم۔ زندہ شہر مردہ شہر

(جمیل الدین عالی)

(1) ملی نغمہ "جیوے جیوے پاکستان" کے خالق کون ہیں؟ (ب)

(ا) ابنِ انشاء (ب) جمیل الدین عالی (ج) انور مسعود (د) ناصر کاظمی

(2) جمیل الدین عالی ــــ میں پیدا ہوئے۔ (ا)

(ا) دلی (ب) لکھنؤ (ج) امرتسر (د) کراچی

(3) "اگر آپ نے رومی ــــ نہیں کھایا تو کچھ نہیں کھایا"۔ (ج)

(ا) بسکٹ (ب) آئس کریم (ج) پراٹھا (د) سالن

(4) اطالوی پراٹھا ــــ کا نکلا۔ (ا)

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

(ا) غضب (ب) کمال (ج) مزے (د) فضول

(5) ٹھنڈا ہوا اور سارا مزہ ------ ہو گیا۔ (د)

(ا) غائب (ب) ختم (ج) لوٹ (د) کافور

(6) پیتسا اٹلی کی سب سے سستی اور مقبول کے ------ غذا ہے۔ (ب)

(ا) مقوی (ب) عمری (ج) مزے کی (د) اچھی

(7) جمیل الدین عالی شاعر کے ساتھ ساتھ ------ بھی ہیں۔ (ج)

(ا) نثر نگار (ب) افسانہ نگار (ج) سفرنامہ نگار (د) موسیقار

(8) روم کس ملک کا دارالحکومت ہے؟ (ب)

(ا) یونان (ب) اٹلی (ج) اسپین (د) ترکی

(9) اٹلی صرف ---- ہی نہیں ہے۔ (د)

(ا) روم (ب) ملک (ج) براعظم (د) جزیرہ

(10) روم کتنے پہاڑوں پر بنا ہوا ہے۔ (د)

(ا) دو (ب) چھے (ج) پانچ (د) سات

لالچی وزیر

(بشیر احمد بلوچ)

۱۔ لوک کہانیاں عوام کے خیالات و جذبات کی --- ہوتی ہے۔ (ب)

(ا) عکاس (ب) ترجمان (ج) واقف (د) رازدار

۲۔ لوک کہانیاں -------- شکل میں نہیں ہوتی (ا)

(ا) تحریری (ب) ظاہری (ج) باطنی (د) کتابی

۳۔ بادشاہ نے وزیر سے کون سی چیز لانے کو کہا۔ (ب)

(ا) اچھی (ب) بُری (ج) خراب (د) گندی

۴۔ وزیر غم کے مارے شہر سے بھاگ کر کہاں چلا گیا؟ (د)

(ا) گاؤں (ب) جنگل (ج) پہاڑوں (د) ویرانے

۵۔ وزیر نے ویرانے میں کس چیز کا ریوڑ دیکھا؟ (ب)

(ا) بھیڑوں (ب) بکریوں (ج) بھینسوں (د) گائے

۶۔ وزیر نے بکریوں کے گلے میں کیا بندھا دیکھا؟ (ب)

(ا) پتھر (ب) سونے کی گھنٹیاں (ج) یاقوت (د) رسیاں

۷۔ آدھی رات کو گڈریا کیا کر رہا تھا؟ (د)

(ا) کھانا پینا (ب) نماز پڑھنا (ج) پڑھنا (د) وظیفہ پڑھنا

۸۔ گڈریے نے وزیر کو کس کی طرح دودھ پینے کو کہا۔ (ب)

(ا) بلیوں (ب) کتوں (ج) شیروں (د) انسانوں

۹۔ گڈریے نے وزیر سے کہا کہ دنیا کی سب سے خراب چیز --- ہے۔ (د)

(ا) جھوٹ (ب) غیبت (ج) رشوت (د) لالچ

۱۰۔ بادشاہ نے وزیر کی بات کو ---- کیا۔ (ا)

(ا) قبول (ب) رد (ج) مسترد (د) منظور

مکاتیب غالب

۱۔ خطوط نویسی کی کتنی اقسام ہیں۔ (ب)

(ا) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ

۲۔ میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو ------ بنا دیا ہے۔ (ا)

(ا) مکالمہ (ب) ملاقات (ج) وصال (د) خط

۳۔ دو کتابوں کی --- مرتب ہو گئی ہے۔ (ج)

(ا) سرخ لوح (ب) سبز لوح (ج) طلائی لوح (د) سیاہ لوح

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

۴۔ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور ــــــ بھی ہے۔ (ج)

(ا) فنکار (ب) موسیقار (ج) زمزمہ پرداز (د) انشاپرداز

۵۔ اپنی غزل فقیر کے پاس دیکھ کر مرزا غالب کو ــــــ آیا۔ (ب)

(ا) ہنسنا (ب) رونا (ج) سونا (د) شعر

۶۔ غالب کے خطوط میں کس شہر کی تباہی کا زیادہ ذکر ہے؟ (ج)

(ا) آگرہ (ب) لکھنو (ج) دہلی (د) امرتسر

۷۔ دِلّی کی ــــــ کئی ہنگاموں پر تھی۔ (ا)

(ا) ہستی (ب) زندگی (ج) دیواریں (د) یادیں

۸۔ غالب نے دوسرا خط کس کو لکھا؟ (ا)

(ا) میر مہدی مجروح (ب) میر افضل علی (ج) میرن صاحب (د) مرزا حاتم بیگ

۹۔ غالب نے پہلا خط کس دوست کے نام لکھا ہے؟ (د)

(ا) میرن صاحب (ب) میر افضل علی

(ج) میر مہدی مجروح (د) مرزا حاتم علی بیگ

۱۰۔ دوسرے خط میں غالب نے یوسف ہند کسے کہا ہے؟ (ا)

(ا) میر افضل علی (ب) سرفراز حسین (ج) میر اشرف علی (د) میر نصیر الدین

مکاتیب اقبال

۱۔ مکاتیب اقبال میں پہلا خط کس کے نام لکھا گیا ہے؟ (ا)

(ا) مولوی عبدالحق (ب) شیخ نور محمد (ج) غلام رسول (د) مولانا گرامی

۲۔ آپ کا خط مع تجویز ملا مگر میں ــــــ کے باعث جواب نہ لکھ سکا۔

(ا) بیماری (ب) پریشانی (ج) علامت (د) معروفیت

۳۔ میری لسانی عصبیت ــــــ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ (ب)

(ا) مذہبی عصبیت (ب) دینی عصبیت (ج) شخصی عصبیت (د) ثقافتی عصبیت

۴۔ اقبال کے خیال کے مطابق صدر انجمن کا مستقر کہاں ہونا چاہیے؟ (ج)

(ا) دہلی (ب) لکھنو (ج) لاہور (د) میرٹھ

حمد

(ماہر القادری)

۱۔ ماہر القادری کا اصل نام کیا ہے؟ (ا)

(ا) منظور حسین (ب) ظہور حسین (ج) ماہر حسین (د) ظاہر حسین

۲۔ ماہر القادری کی اصل شہرت کس وجہ سے ہے؟ (ب)

(ا) حمد گوئی (ب) نعت گوئی (ج) مرثیہ گوئی (د) قصیدہ گوئی

۳۔ ماہر القادری نے کہاں وفات پائی۔ (ا)

(ا) مکہ معظمہ (ب) مدینہ (ج) ایران (د) عراق

۴۔ نظم کے لفظی معنی ہیں۔ (ج)

(ا) منظم (ب) سینا (ج) پرونا (د) لکھنا

۵۔ یہ سب ــــــ ہیں، ذرا غور سے دیکھ (ج)

(ا) نشانِ الٰہی (ب) صفاتِ الٰہی (ج) آیاتِ الٰہی (د) تعریفِ الٰہی

۶۔ اُسی خلاق نے جوہر کو ــــــ دی۔ (د)

(ا) طاقت (ب) قوت (ج) قدرت (د) توانائی

نعت

(محسن کاکوروی)

۱۔ محسن کاکوروی کس پیشے سے وابستہ تھے؟ (ج)

(ا) ڈاکٹر (ب) انجینئر (ج) وکالت (د) اُستاد

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

(7) اُڑا کے وہ اس کو۔۔۔۔۔ میں (ب)

(ا) قبرستان (ب) پرستان (ج) وزیرستان (د) ہندوستان

(8) مثنوی سحرالبیان کی کہانی کا دوسرا نام کیا ہے۔ (د)

(ا) مثنوی یدم راؤ (ب) بےنظیر و بدرمنیر (ج) گلزار نسیم (د) طوطی نامہ

(9) بےنظیر اور بدرمنیر کس مثنوی کے دو بنیادی کردار ہیں۔ (د)

(ا) طوطی ملک (ب) یدم راؤ (ج) گلزار نسیم (د) سحرالبیان

(10) مثنوی سحرالبیان میں۔۔۔ کی کہانی پیش کی گئی ہے۔ (ب)

(ا) عام آدمی کی (ب) بادشاہ کی (ج) خاص آدمی (د) فقیر

دُرّ مراد

(میر ببر علی انیس)

(1) میرانیس کے والد کا نام بتائیں۔ (ب)

(ا) میر بشیر (ب) میر خلیق (ج) میر شکیل (د) میر سلیم

(2) دُرّ مراد۔۔۔۔۔ کی تصنیف ہے۔ (ا)

(ا) میرانیس (ب) میر دبیر (ج) سودا (د) میر حسن

(3) میرانیس۔۔۔۔ کو پیدا ہوئے۔ (ج)

(ا) ۱۸۲۵ (ب) ۱۸۲۰، (ج) ۱۸۰۰، (د) ۱۸۰۳ء

(4) میرانیس نے شاعری کا آغاز۔۔۔۔۔ سے کیا۔ (ا)

(ا) غزل (ب) نظم (ج) مرثیہ (د) قصیدہ

(5) میرانیس کی وجہ شہرت۔۔۔۔ ہے۔ (د)

(ا) قصیدہ گوئی (ب) غزل گوئی (ج) نعت گوئی (د) مرثیہ گوئی

(6) اکبر شگفتہ ہو گئے۔۔۔۔ کو دیکھ کر (ب)

(ا) دریا (ب) صحرا (ج) مہتاب (د) چرخ

(7) دُرّ مراد کس ہیئت میں لکھی گئی ہے۔ (ج)

(ا) مخمس (ب) مثمن (ج) مسدس (د) مربع

(8) سر جھک گیا۔۔۔۔۔ کا راوج زمین ہوا (ا)

(ا) فلک (ب) آسمان (ج) فرش (د) چرخ

(9) مرثیہ کے۔۔۔۔ اجزاء ہیں۔ (ا)

(ا) ۸ (ب) ۷ (ج) ۲ (د) ۵

(10) میر ببر علی انیس کا انتقال۔۔۔ میں ہوا۔

(ا) ۱۸۷۴ء (ب) ۱۸۲۰ء (ج) ۱۸۲۵ء (د) ۱۸۳۸ء

تخت فرس پر علی اکبرؓ کا خطاب

(مرزا سلامت علی دبیر)

(1) وہ نظم جو کسی کی موت پر لکھی جائے۔۔۔۔۔ کہلاتی ہے۔ (ا)

(ا) مرثیہ (ب) مثنوی (ج) قصیدہ (د) نظم

(2) تخت فرس پر علی اکبرؓ کا خطاب کس کی تصنیف ہے۔ (ج)

(ا) میر تقی میر (ب) میرانیس (ج) میر دبیر (د) میر ضاحک

(3) مرزا سلامت علی دبیر کی تاریخ پیدائش بتائیے۔ (د)

(ا) ۱۸۲۴ء (ب) ۱۸۲۰ء (ج) ۱۸۳۰ء (د) ۱۸۰۳ء

(4) مرزا دبیر کا اصل نام۔۔۔۔۔ ہے۔ (ا)

(ا) سلامت علی (ب) شباب علی (ج) ببر علی (د) رجب علی

(5) پر۔۔۔ ہو گیا وہ حق کا خدائی (د)

(ا) ختم ختم (ب) پسینہ پسینہ (ج) پانی پانی (د) عرق عرق

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

(6) سکینہ تھا۔۔۔۔کونے تخت نہ تابوت (ب)

(ا) بادشاہ (ب) سلاطین (ج) وزیر (د) وزیرِ اعظم

(7) لاکھ اوج ہو۔۔۔۔کا ہمایوں نہیں جاتا (ج)

(ا) مکھی (ب) مچھر (ج) پشّے (د) مگس

(8) مرزا سلامت علی دبیر کا انتقال۔۔۔۔کو ہوا (د)

(ا) ۱۸۹۰ (ب) ۱۸۷۷ (ج) ۱۸۷۲ (د) ۱۸۷۵

(9) مرثیہ کا آغاز۔۔۔۔۔سے ہوتا ہے۔ (ا)

(ا) چہرہ (ب) سراپا (ج) رخصت (د) آمد

(10) مرثیہ کا اختتام۔۔۔۔۔سے ہوتا ہے۔ (ا)

(ا) بین (ب) رجز (ج) جنگ (د) شہادت

اُمید

(الطاف حسین حالیؔ)

(1) الطاف حسین حالی۔۔۔۔میں پیدا ہوئے۔ (ا)

(ا) پانی پت (ب) دہلی (ج) لکھنو (د) کراچی

(2) جس نظم کے ہر بند میں چھے مصرعے ہوں اسے کیا کہتے ہے۔ (ب)

(ا) مخمس (ب) مسدس (ج) رباعی (د) قطعہ

(3) نہیں۔۔۔۔تو دل بڑھاتی ہے جب تک (ج)

(ا) خیال (ب) تخیل (ج) فکر (د) سوچ

(4) نظم "اُمید" کس ہیت میں لکھی گئی ہے۔ (د)

(ا) ہائیکو (ب) مثمن (ج) مخمس (د) مسدس

(5) مقدمہ شعر و شاعری" کس کی تنقیدی کتاب ہے۔ (ا)

(ا) الطاف حسین حالی (ب) سید عبداللہ (ج) عابد علی عابد (د) محمد حسین آزاد

(6) اُجڑتے۔۔۔۔۔۔کو بسایا ہے تو نے (ب)

(ا) ملکوں (ب) بستیوں (ج) گھروں (د) شہروں

نصیحت اخلاقی

(اکبر الہ آبادی)

(1) اکبر الہ آبادی کا اصل نام کیا ہے؟ (ا)

(ا) سید اکبر حسین (ب) اکبر حسن (ج) حسین اکبر (د) اکبر خان

(2) اکبرؔ نے اپنی شاعری کا آغاز۔۔۔۔کلام سے کیا تھا۔ (ب)

(ا) مزاحیہ (ب) سنجیدہ (ج) اصلاحی (د) رومانوی

(3) نظم نصیحت اخلاقی" ایک۔۔۔نظم ہے۔ (ج)

(ا) رومانوی (ب) سنجیدہ (ج) اصلاحی (د) مزاحیہ

(4) بیٹے کو لوگ کہتے ہیں کہ آنکھوں کا۔۔۔۔۔ہے۔ (د)

(ا) روشنی (ب) تجلی (ج) چمک (د) نور

(5) رکھتا ہے خاندان کی۔۔۔۔۔کا وہ خیال۔ (ا)

(ا) عزت (ب) ناموس (ج) آبرو (د) اتفاق

(6) اکبر الہ آبادی کب وفات پائے۔

(ا) ۱۹۲۱ء (ب) ۱۹۳۳ء (ج) ۱۹۲۳ء (د) ۱۹۲۴ء

جلوۂ سحر

(حفیظ جالندھری)

(1) قومی ترانہ کس شاعر نے لکھا ہے۔ (ا)

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

(ا) حفیظ جالندھری (ب) علامہ اقبال (ج) مرزا غالب (د) الطاف حسین حالی

(ب)

(2) ابوالاثر کس شاعر کو کہا جاتا ہے۔

(ا) میر تقی میر (ب) حفیظ جالندھری (ج) میر درد (د) داغ دہلوی

(ب)

(3) علم بیان کی اصطلاح میں کنایہ سے کیا مراد ہے؟

(ا) ظاہری بات (ب) چھپی ہوئی بات (ج) حقیقی بات (د) ابہام گوئی

(ج)

(4) اذان کی ــــــــ اٹھی

(ا) صدا (ب) نعرہ (ج) صدا (د) آواز

(د)

(5) ــــــــ اٹھ کھڑے ہوئے۔

(ا) مزدور (ب) استاد (ج) مولوی (د) کسان

(ج)

(6) حفیظ جالندھری نے کتنے برس کی عمر پائی؟

(ا) ۷۲ (ب) ۹۲ (ج) ۸۲ (د) ۶۲

(ا)

(7) حفیظ جالندھری کے والد کا نام کیا تھا۔

(ا) شمس الدین (ب) شمس الزمان (ج) شمس الاکبر (د) شمس الرحیم

پرانا کوٹ

(سید محمد جعفری)

(ج)

(1) سید محمد جعفری کب پیدا ہوئے؟

(ا) ۱۹۰۲ء (ب) ۱۹۰۴ء (ج) ۱۹۰۵ء (د) ۱۹۰۷ء

(ا)

(2) پرانی وضع کا بے حد عجیب ــــــــ ہے

(ا) جامہ (ب) لباس (ج) کپڑا (د) کردار

(ب)

(3) ہم آواز الفاظ ــــــــ کہلاتے ہیں۔

(ا) ردیف (ب) قافیہ (ج) تلمیح (د) مطلع

(4) جب کوئی شاعر اپنی نظم یا غزل میں ایک مصرع کسی دوسرے شاعر کا استعمال کر لے

ــــــــ صنعت کہلاتی ہے۔ (ا)

(ا) صنعتِ تضمین (ب) صنعتِ تلمیح (ج) صنعتِ تلمیع (د) صنعت مراعاۃ النظیر

(5) بنا ہے ــــ یہ نیلام کی دکان کے لئے (ب)

(ا) سوئیٹر (ب) کوٹ (ج) مفلر (د) بوٹ

(6) شوخئ تحریر، کس کی تصنیف ہے۔ (ا)

(ا) سید محمد جعفری (ب) سید ضمیر جعفری

(ج) انور مسعود (د) نظیر اکبر آبادی

یہ سڑکیں

(سید ضمیر جعفری)

(1) سید ضمیر جعفری کب پیدا ہوئے؟

(ا) ۱۹۱۵ء (ب) ۱۹۱۴ء (ج) ۱۹۱۶ء (د) ۱۹۲۰ء

(2) سید ضمیر جعفری فوج سے ــــــــ حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ (ب)

(ا) کپتان (ب) میجر (ج) کرنل (د) اردلی

(3) زمیں پر آدمی کی اوّلیں ــــــــ یہ سڑکیں (ا)

(ا) ایجاد (ب) اختراع (ج) دریافت (د) تعمیر

(4) کہ جب چلتے ہیں کم از کم ــــــــ کا نام لیتے ہیں (ب)

(ا) اللہ (ب) خدا (ج) رسول ﷺ (د) خودی

(5) بظاہر صید لیکن اصل میں ــــــــ یہ سڑکیں۔ (ا)

(ا) صیاد (ب) شکار (ج) مجبور (د) ناکام

educhampgroup.com
Scanned with CamScanner

قطعات

(مرزا محمود سرحدی)

(1) مرزا محمود سرحدی کہاں پیدا ہوئے؟ (ا)

(ا) پشاور (ب) لاہور (ج) کراچی (د) مردان

(2) "اکبرِ سرحد" کس شاعر کو کہا جاتا ہے؟ (ب)

(ا) سید ضمیر جعفری (ب) مرزا محمود سرحدی (ج) رحمٰن بابا (د) طٰہٰ خان

(3) مرزا محمود سرحدی کس قسم کے شاعر تھے۔ (ج)

(ا) رومانوی (ب) سنجیدہ (ج) طنزیہ و مزاحیہ (د) مثنوی نگار

(4) خدا کی شان ہے وہ ہیں مرے وطن کے ----- (د)

(ا) مرد (ب) سیاست داں (ج) بے روزگار (د) جواں

(5) ---- سے کہوں، تو کیا جا کر (ا)

(ا) محتسب (ب) قاضی (ج) جج (د) مجسٹریٹ

(6) "دل کی کلی کھلنا" قواعد کے اعتبار سے کیا ہے؟ (ا)

(ا) محاورہ (ب) روزمرہ (ج) حرفِ عطف (د) حرفِ ندا

رحمٰن بابا (اخلاص)

۱۔ رحمٰن بابا کی پیدائش کس سن میں ہوئی؟ (ا)

(ا) ۱۶۵۳ء (ب) ۱۶۵۵ء (ج) ۱۶۷۵ء (د) ۱۶۷۸ء

۲۔ رحمٰن بابا کس صدی کے شاعر ہیں؟ (ا)

(ا) سترھویں (ب) اٹھارویں (ج) انیسویں (د) بیسویں

۳۔ رحمٰن بابا نے ساری زندگی اپنے آبائی گاؤں ---- میں گزاری۔ (ج)

(ا) باڑہ (ب) کوہاٹ (ج) بہادر کلے (د) بڈھ بیر

۴۔ پختون فطرت کی ترجمانی کس شاعر نے کی ہے۔ (ب)

(ا) نظیر اکبرآبادی (ب) رحمٰن بابا (ج) حفیظ جالندھری (د) اکبر الٰہ آبادی

۵۔ رحمٰن بابا کی نظم کا اُردو ترجمہ کس نے کیا ہے؟ (ج)

(ا) خاطر غزنوی (ب) فارغ بخاری (ج) طٰہٰ خان (د) محسن احسان

۶۔ حاجت نہیں اخلاص کی کچھ---- (د)

(ا) پسِ مرگ (ب) پسِ پردہ (ج) بعدِ موت (د) بعدِ فنا

غزل

(میر تقی میر)

(1) غزل کے پہلے شعر کو------ کہتے ہیں۔ (د)

(ا) قافیہ (ب) ردیف (ج) مقطع (د) مطلع

(2) غزل کے ---- میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔ (ج)

(ا) مطلع (ب) آغاز (ج) مقطع (د) درمیان

(3) میر کو----- کہا جاتا ہے۔ (ج)

(ا) باوا آدم (ب) بلبلِ ہند (ج) خُدائے سخن (د) بابائے اُردو

(4) غزل کے تمام اشعار کا ------ مفہوم ہوتا ہے۔ (ب)

(ا) مبارک (ب) الگ الگ (ج) ایک (د) متضاد

(5) میر کی غزل کا بنیادی موضوع ------ ہے۔ (ا)

(ا) غم (ب) شک (ج) خوشی (د) حسن

(6) ہر شعر میں ------ مصرعے ہوتے ہیں۔ (د)

(ا) پانچ (ب) چھ (ج) چار (د) دو

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

(7) میر تقی میر ۔۔۔۔۔کو پیدا ہوئے۔ (ا)

(ا) ۱۷۲۱ء (ب)۱۷۳۰ء (ج)۱۷۲۰ء (د)۱۷۷۷ء

(8) فقیرانہ آئے ۔۔۔۔۔۔کر چلے (ب)

(ا) سلام (ب) صدا (ج) آواز (د) چیخ

(9) ہمیں آپ سے بھی ۔۔۔۔۔کر چلے (د)

(ا) تباہ (ب) الگ (ج) علیحدہ (د) جُدا

(10) ۔۔۔۔۔۔۔۔میں تم آئے تھے کیا کر چکے (ب)

(ا) دنیا (ب) جہاں (ج) کائنات (د) زمیں

غزل

(خواجہ میر درد)

(1) خواجہ میر درد کس سن میں پیدا ہوئے۔ (ا)

(ا) ۱۷۲۰ء (ب) ۱۷۲۴ء (ج) ۱۷۳۰ء (د) ۱۷۴۰ء

(2) ذکر میرا ہی وہ کرتا تھا۔۔۔۔۔۔لیکن (ب)

(ا) صاف صاف (ب) صریحاً (ج) مذکور (د) بار بار

(3) خواجہ میر درد۔۔۔۔۔۔۔شاعر تھے۔ (ج)

(ا) رومانوی (ب) اصلاحی (ج) صوفی (د) فلسفی

(4) تصوف کے مضامین باندھنے میں کس شاعر کو مہارت حاصل تھی۔ (د)

(ا) میر تقی میر (ب) غالب (ج) مصحفی (د) میر درد

(5) پر تیرے عہد کے آگے تو یہ۔۔۔۔۔۔نہ تھا۔ (د)

(ا) اصول (ب) قانون (ج) رواج (د) دستور

(6) غزل کے تمام اشعار کا مفہوم ہوتا ہے۔ (ج)

(ا) اچھا (ب) ایک (ج) الگ الگ (د) متضاد

غزل

(شیخ غلام ہمدانی مصحفی)

(1) کس شاعر کی غزل دلی اور لکھنؤ دبستان کے دل آویزی کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ (ا)

(ا) مصحفی (ب) آتش (ج) انیس (د) دبیر

(ا) غزل کا پہلا شعر۔۔۔۔۔کہلاتا ہے۔ (ب)

(ا) مقطع (ب) مطلع (ج) بیت (د) بیت الغزل

(3) دو۔۔۔۔۔۔۔اگر کسی کے کوئی کام آ گیا۔ (ج)

(ا) گھڑی (ب) وقت (ج) دن (د) سال

(4) مصحفی کی۔۔۔۔۔میں روانی اور جوانی ہے۔ (د)

(ا) قطعات (ب) نظموں (ج) رباعیات (د) غزلیات

(5) تاگہ۔۔۔۔۔۔۔میں جب وہ گل اندام آ گیا۔ (د)

(ا) گلستان (ب) ریگستان (ج) نخلستان (د) چمن

(6) مصحفی کے اشعار میں۔۔۔۔۔۔پایا جاتا ہے۔ (ب)

(ا) نرگسیت (ب) موسیقیت (ج) ترنم (د) اخلاقیات

غزل

(مرزا غالب)

(1) مرزا غالب۔۔۔۔۔میں پیدا ہوئے۔ (ا)

(ا) آگرہ (ب) لکھنؤ (ج) دلی (د) جودھ پور

(2) شاہی دربار سے نجم الدولہ اور دبیر الملک کے خطاب کس کو ملے؟ (ج)

educhampgroup.com

Scanned with CamScanner

(ا) میر تقی میر (ب) آتش (ج) غالب (د) مصحفی

(3) انسان ہوں پیالہ و ۔۔۔۔۔۔ نہیں ہوں میں (ب)

(ا) جام (ب) ساغر (ج) غالب (د) مصحفی

(4) اپنی شعر گوئی کے پہلے دور میں غالب نے ۔۔۔۔۔۔ اختیار کی۔ (ا)

(ا) مشکل پسندی (ب) آسان گوئی

(ج) داستان گوئی (د) قصیدہ گوئی

(5) اردو کے اس عظیم شاعر کا انتقال ۔۔۔۔۔ میں ہوا۔ (د)

(ا) کلکتہ (ب) آگرہ (ج) لکھنو (د) دلی

(6) نکلنا ۔۔۔۔۔۔ آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن (ا)

(ا) خُلد (ب) جنت (ج) بہشت (د) دوزخ

(7) ہزاروں ۔۔۔۔۔ ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے (ب)

(ا) ارمان (ب) خواہشیں (ج) سوچیں (د) بے خود

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆

educhampgroup.com Scanned with CamScanner